اورینٹل کالج میگزین

فروری ۱۹۶۰ء

اورینٹل کالج

میگزین

فروری ۱۹۶۰ء

جلد ۳۶ عدد ۲ عدد مسلسل ۱۴۰

ایڈیٹر :—

ڈاکٹر سید عبداللہ

*

باہتمام مسٹر احسان الحق، ہیڈ کلرک، یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور
پرنٹر و پبلشر اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی پریس، لاہور
میں طبع ہو کر اورینٹل کالج لاہور سے شائع ہوا۔

سالانہ چندہ : چار روپے

ترتیب مضامین

مس - ۷۲۹ پنجاب یونیورسٹی پریس — ۳۰۰ — ۱۹-۲-۶۰

خطبۂ استقبال

جو

یونیورسٹی اورینٹل کالج

کے

نود سالہ یوم تاسیس کے موقعہ پر

ڈاکٹر سید عبداللہ

(پرنسپل)

نے

۱۱ - دسمبر ۱۹۵۹ء

کو

پڑھا

خطبۂ یوم تاسیس ۱۹۵۹ء

از

(ڈاکٹر سید عبداللہ پرنسپل)

صدر محترم، خواتین و حضرات!

حمد خدا اور رسول مقبولؐ کی نعت کے بعد میں پہلے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اس جلسے میں آپ کی تشریف آوری آپ کے ذوق علمی کی دلیل بھی ہے، آپ کی محبت و عنایت کی بھی۔ اور اس کے لیے اس کالج کے سب استاد آپ کے متشکر ہیں ــــ اور صاحب صدر کا تو خصوصی شکریہ ہم پر واجب ہے کہ انھوں نے بہت سی مجبوریوں کے باوجود ہماری دعوت قبول کی ــــ یوں تو ہر مجبوری کے باوجود انہیں یہاں تشریف لانے میں کچھ عذر نہ تھا، مگر ناسازئ طبیعت کا معاملہ واقعی سخت تھا، لیکن جب میں نے ان کے ذوق ادب کو چھیڑتے ہوئے یہ عرض کیا کہ رئیس الاحرار مولانا محمد علی کے خیال میں جو خطبہ بیماری کے زمانے میں لکھا جاتا ہے وہ نہایت قوی اور صحت‌مند ہوا کرتا ہے تو میری نکتہ‌آفرینی کی انھوں نے یوں داد دی کہ اپنا آخری عذر بھی ترک کر دیا ــــ اور باوجود ناسازئ طبع شرف قدوم بخشنے پر راضی ہو گئے! ان کا یہ کرم اور ان کی تشریف‌آوری ہمارے لیے ہر طرح باعث فخر اور وسیلۂ بصیرت ہے!

صاحبان ! اس جلسے میں اور اس موقعہ پر ملک کے عام تعلیمی مسائل زیر بحث لائے جاتے تو اچھا ہوتا، مگر تعلیمی کمشن کے فیصلوں کے انتظار میں مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ عام تعلیمات کے متعلق کسی قیاس و تخیل سے کام نہ لیا جائے اور حکومت کو آزاد فضا میں فیصلے کرنے کا موقعہ دیا جائے ؟ اس لیے میں آج دوسرے تعلیمی موضوعات کو نظر انداز کرتے ہوے صرف اوریئنٹل کالج کے مسائل پر اظہار خیال کروں گا ۔

اس سال اوریئنٹل کالج کے نوے برس پورے ہو گئے ہیں ۔ یوں زمان کے بحر بےکراں میں نوے برس کو ہم ایک قطرہ بھی تو نہیں کہہ سکتے؛ تاہم انسانوں کی مختصر زمانی حدوں کے اندر خصوصاً ہمارے ملک میں خاص کر ایک تعلیمی ادارے کے تعلق میں نوے برس کی مدت خاصی معقول مدت ہے ـــــ معقول اس لیے کہ ہمارے ملک میں ادارے اور منصوبے کچھ اس طرح آنی فانی و ناپائدار ہوتے ہیں کہ ان کی عمر جگنو کی چمک یا برق کی چشمک سے زیادہ نہیں ہوتی ۔ ایسے حالات میں اس ادارے کا نوے برس کی عمر تک پہنچ جانا بے سبب نہیں ہو سکتا ، خصوصاً اس لیے بھی کہ یہ ادارہ اس ساری مدت میں قدرے بےقدری کے بحر فنا میں مخالف ہواؤں کے تھپیڑے بھی کھاتا رہا ۔ اور کبھی کبھی تو یوں دکھائی دیا کہ ذوق کی کشتیٔ عمرِرواں کی طرح جس جگہ پر جا لگا وہ ہی کنارہ ہو گیا ۔ پھر بھی جو آج ساحل عزت و سلامت پر کھڑا مسکرا رہا ہے تو اس کو میں لطف ایزدی اور ادارے کی اندرونی صلاحیت سے منسوب کرتا ہوں ۔

۱۸۷۰ء سے لے کر آج تک اوریئنٹل کالج کی علمی زندگی کو

چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے : خاص علوم قدیمہ کا دور، علوم جدیدہ کی آمیزش کا دور، ترجمے اور تحقیق کا دور اور اب ادبی تنقید کا دور۔

اس سارے عرصے میں کالج میں جو کام ہوا اس میں اب تک تین نصب‌العین بطور خاص مدنظر رہے ۔ ایک تو یہ کہ علوم مشرق کو مکاتب اور دینی مدارس کے انداز سے ہٹا کر غیر مسجدی ماحول میں پڑھایا جائے، یعنی، پرانے نصابوں اور طریقوں سے یہاں کا نصاب اور طریقہ مختلف ہو ؛ دوسرا نصب‌العین یہ کہ علوم مغربی کی تعلیم اردو کے ذریعے سے دی جائے اور تیسرا یہ کہ تصنیف و تالیف میں مغربی اسلوب پیدا کیا جائے۔ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ یہ کالج تقریباً ایک صدی سے (کم از کم پنجاب اور شمالی ہند و پاکستان میں) السنۂ شرقیہ کی اعلیٰ تدریس کا واحد مرکز ہے اور تصنیف و تألیف میں تو اس نے ایک خاص روایت پیدا کر لی ہے جس کا عموماً اعتراف بھی کیا جاتا ہے ۔ اس لحاظ سے اس کی کارکردگی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ ادارہ آج بھی پوسٹ گریجوایٹ درسیات کا واحد مرکز ہے اور اپنے فرض کو بخوبی انجام دے رہا ہے ۔

کالج کی اس تدریسی خدمت کے باوجود کبھی کبھی اعتراض کی زبان بھی کھلتی ہے اور دیانت‌دارانہ بےخبری سے یا مخالفانہ تعصب سے کچھ تنقیدیں زبان و قلم پر آ جاتی ہیں ، لہذا ذرا سی وضاحت اس کی بھی کرنی ضروری ہے ۔

اورینٹل کالج کی تدریس کے دو حصے ہیں : اول پوسٹ گریجوایٹ ؛ دوم فاضل کا سلسلہ ، پوسٹ گریجوایٹ میں اس کمی کی شکایت ہے کہ اس

میں یک گونہ ادبی سفیدپوشی تو پیدا ہو جاتی ہے، مگر متعلقہ ادب میں گہرائی پیدا نہیں ہوتی - فاضل سلسلے پر یہ اعتراض ہے کہ یہ گروہ بالکل بےلباس ہے اور پتلون نہیں پہنتا اس بچارے کی بیچارگی یہاں تک ہے کہ اگر کبھی انگلش کا لباس پہننا بھی چاہے تو انگلش اونلی کی مہر ملامت اس کی پیشانی پر ایسی نشان‌زد ہو جاتی ہے کہ اس کے پھٹے کپڑوں کے داغ پھر بھی نہیں دھلتے - اور قد قمیصه دُبُر کہنے سے بھی اس کی صفائی نہیں ہوتی ——— غرض دونو نظامات پر اعتراض ہیں -

میرے خیال میں اس کا بڑا سبب دور غلامی کے انگریزی‌دانوں کی یہ معصوم خوش خیالی ہے کہ عربی والا عربی سے زیادہ انگریزی کا ماہر ہو ——— میں ایک مرتبہ ایک انٹرویو میں پیش ہوا تو وہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ عربی کے امیدواروں سے سائنس اور جغرافیے کے سوال کیے جا رہے تھے اور ان کی عربی دانی کچھ قیمت نہ پاتی تھی، حالانکہ ان لوگوں کی علمی سفیدپوشی بالکل مسلم تھی کیونکہ وہ ایف اے، بی اے میں انگریزی بھی پڑھتے رہے تھے اور دو مضمون اور بھی پڑھتے تھے، مگر ان کی عربی کے لیے سوال سائنس کے ہو رہے تھے - میں اس پر حیران اور سخت حیران ہوا ——— اس کو میں بعض انگریزی‌دانوں کی معصومیت نہ کہوں تو اور کیا کہوں -

غرض یہ عام انداز نظر سب خرابیوں کی جڑ ہے- بایں همه ہماری تدریس کے متعلق بعض اعتراض درست بھی ہیں، مگر ان کا سبب بھی یہی ہے کہ نصابوں کی تشکیل میں اصل زبان اور ادب پر زور نہیں دیا جاتا اور یہ اثر ہے اس رجحان کا جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے - اس کالج سے متعلق ڈاکٹر لائٹنر کی یہ بھی آرزو تھی کہ اس

میں علوم جدیدہ دیسی زبانوں کے توسط سے پڑھائے جائیں اور اس سلسلے میں ان کا منصوبہ کچھ دیر تک جاری بھی رہا، مگر بہت جلد تعلیم کا مغربی نقطہ نظر غالب آ گیا ــــــ، یعنی، میکالے کی بات چل گئی اور لائٹنر کی رہ گئی ــــــ چنانچہ یہ سلسلے ختم ہو گئے ــــــ اور اگر آج ہم چشم‌خیال سے ان ترقیوں کا اندازہ لگائیں جو علوم کو اردو کے ذریعے پڑھانے سے ممکن تھیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ افسوس صد افسوس ہمارے ملک کی پوری ایک صدی ضائع ہو گئی ۔ کیونکہ بذریعہ انگریزی ہمارے ملک میں علوم جدید کی حالت ابھی‌تک ناگفتنی‌ھے یعنی علمی عظمتوں کی فہرست میں ھمارا نام کہیں نظر نہیں آتا ۔

مقام شکر ھے کہ لائٹنر کی پیداکردہ تیسری روایت اس کالج میں برابر زندہ رھی اور خدا کے فضل سے آج بھی زندہ ھے، یعنی، تصنیف و تالیف ۔ یہ روایت بڑی پہلودار اور وقیع ھے ۔ اور بعض کمزوریوں کے باوجود آج بھی اس میں زندگی ھے ۔ یہاں ادبوں اور زبانوں کی تاریخی و لسانی تحقیق کا وہ رویہ پیدا ھوا جو یورپ کے مستشرقین نے رائج کیا ۔ یہ کام لائٹنر کے زمانے سے لے کر آج تک ھو رھا ھے ۔ اور بین‌الاقوامی حلقوں میں بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ھے ۔ البتہ اپنے ملک میں کچھ لوگ ایسے بھی ھیں جن کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں ، مگر ان کا یہ خیال درست نہیں ۔

بڑی مشکل یہ ھے کہ اس کالج کے مصنفین اوریجنل تصانیف

کے علاوہ بعض ایسے کام بھی کرتے ھیں جن کی حیثیت خام مواد کی ہوتی ھے اور مواد سے دوسرے مصنفین بڑا فائدہ اٹھاتے ھیں؛ مثلاً مشرح انڈکس سازی، قلمی کتابوں کا ایڈیٹنگ، فہرست سازی وغیرہ ــــــ اب ظاھر ھے کہ ان چیزوں کے بغیر اوریجنل تصنیف بےحد دشوار ہو جاتی ھے ــــــ یہ در اصل اورینٹل کالج کے مصنفین کی قربانی ھے کہ وہ اپنے وقت کا کچھ حصہ مصنفین کے لیے مواد فراہم کرنے میں بھی صرف کرتے ھیں اور یہ کوئی معمولی چیز نہیں ۔ باھر کی دنیا میں اس کی بھی بےحد قدر ہوتی ھے ، اگرچہ بےخبران‌نزدیک اس پر ناک بھوں چڑھاتے رہتے ھیں ۔

اورینٹل کالج کی تصانیف کا کثیر حصہ ایسا بھی ھے جسے اوریجنل کہا جا سکتا ھے ۔ ڈاکٹر لائٹنر کا خیال تھا کہ ترجمہ بیکار چیز ھے جس سے اصل اور ترجمے دونوں کا حلیہ بگڑ جاتا ھے ۔ اس لیے ابتداً ھی سے یہاں اوریجنل تصنیف اور موادسازی کو اھمیت دی گئی ھے اور ترجمے مقبول نہیں ہوئے۔ اسی طرح اس تصنیف کی بھی کوئی اھمیت نہین سمجھی گئی جس میں مواد کی کمی کو لطف بیان اور خوبیِ ادا کے پردے مین چھپایا گیا ہو۔ مجھے یہاں پروفیسر شیرانی کی ایک سرزنش یاد آئی ھے : مجھ سے فرمایا، '' سید ! اچھی طرح یاد رکھو کہ اصل کتابوں کو پڑھے بغیر نقل در نقل حوالے لکھ دینا اور محض الفاظ کی چربی سے عبارتوں کو مچرب کر لینا اور اس کو کافی سمجھنا علمی بددیانتی اور اخلاق سہل‌انگاری ھے ۔ آئندہ سے اپنی کمزوریوں کو لفظوں کے پردے میں چھپانے کی ریاکاری ترک کر دو،، ! .غرض اورینٹل کالج کے مصنفوں کو اصل مآخذ تک پہنچنے کی برابر تلقین ہوتی رھی ھے

اور چٹپٹے مضمونوں کے مقابلے میں تو وہ فہرست‌سازی اور انڈکس‌سازی ہی کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اس پر انہیں وہ طعنہ سننا پڑے جو ایک حکایت کی شکل میں بیان کرتا ہوں :

میں ایک مرتبہ ایک بڑے آدمی سے ملا جس کو اورینٹل کالج میگزین کی ہر اشاعت کا ایک نسخہ اعزازی طور پر بھیجا جاتا تھا۔ مقصد ملاقات کے پورا ہوچکنے کے بعد انھوں نے دریافت کیا، ''سید صاحب! آپ کے رسالے میں حساب پر بھی مضمون ہوتے ہیں؟ میں نے کہا ''نہیں،، اس پر وہ اٹھے اور میگزین کا ایک پرچہ نکال لائے جس میں لسان العرب کا انڈکس تھا اور ہندسوں میں صفحوں اور سطروں کے حوالے تھے۔ ان کو دکھا کر کہا یہ حساب نہیں تو اور کیا ہے۔ میں نے کہا قبلہ یہ تو انڈکس ہے۔ کہا اچھا تو یہ انڈکس ہے! مگر اس پر اتنا وقت ضائع کرنے کی کیا خاص ضرورت تھی ۔ میں خاموش ہوگیا اور علیک سلیک کے بعد گھر واپس آ گیا، مگر آپ دیکھیں تو سہی کیسے کیسے مغالطوں کو رفع کرنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اس کے باوجود کالج اپنی ضد پر جم کر کھڑا ہے اور بےخبران‌نزدیک کی کسی کھلی اور چھپی طعنہ‌زنی سے متاثر نہیں ہوا اور اگر آپ دوسری یونیورسٹیوں اور اداروں اور ان کے مختلف شعبوں کی کارکردگی کا اورینٹل کالج کی کارکردگی سے مقابلہ کریں گے تو یقیناً آپ ہمیں زیادہ ملامت نہ کریں گے !

حضرات میں نے کالج کی کارکردگی کی داستان سنا تو دی ، مگر محجوب بہت ہوا ہوں کہ کہیں آپ اس کو خودستائی پر محمول نہ کرلیں ۔ حاشا، میرا مقصد یہ نہیں کہ میں اس کی اصلاح و ترقی کی کسی

ضرورت کا منکر یا اس سے غافل ہوں۔ ادارے بھی انسانوں کی طرح اصلاح و تہذیب کے محتاج رہتے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ بدلے ہوئے حالات میں اس کالج کو بھی اپنے معمولات پر نظر ثانی کرنی چاہیے تاکہ پاکستان کے قومی تقاضوں کی روشنی میں اس کے پروگرام اور طریق کار میں بھی تبدیلی کرلی جائے۔ بدیں غرض کہ یہ بھی قومی تعمیر مین مفید اور مؤثر حصہ لے سکے۔

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے اس ادارے کے نصب‌العین کی تعین ہونی چاہیے۔ اس کالج کی بدقسمتی یہ ہے کہ یونیورسٹی کی ہیئت حاکمہ اکثر بدلتی رہتی ہے جس کے باعث کالج کی غرض و غایت کا کوئی پکا فیصلہ نہیں ہو پاتا۔ آج یہ مشرقی زبانوں کا کالج ہے، کل یہ مغربی زبانوں کی بھی درسگاہ ہے اور پرسوں مغربی زبانیں پھر اس سے خارج ہیں۔ کبھی صبح کے وقت چمکتا ہے اور شام کے وقت بجھتا ہے، کبھی شام کو چمک رہا ہوتا ہے اور دن کے وقت چراغ گل۔ غرض ہمارے حاکموں کے لیے یہ ایک مصیبت ہے مثل چوب بیت‌الحرام نہ سوختنی نہ فروختنی اور اس طرح جملہ امور میں سٹاف کو بےیقینی اور تذبذب کا برابر کھٹکا لگا رہتا ہے۔ ہاں، ادھر سال ڈیڑھ سال سے اس ادارے کو بھی ٹھنڈے سائے اور مزےدار دھوپ کا کچھ احساس ہوا ہے وگرنہ پچھلی دوپہروں کی گرمی کی یاد تو اب بھی وحشت‌انگیز ہے۔

میرا ایک مشورہ یہ ہے کہ اس کالج مین علوم مشرق کے وہ تمام سلسلے جو پہلے موجود تھے اور بعد میں بند کر دیے گئے، پھر سے جاری کیے جائین۔ عربی طب خصوصاً اس کی تاریخ اس کالج کا ایک شعبہ تھا اس کا احیاء لازمی ہے۔ اسی طرح مشرق کی سب زبانین

خصوصاً پاکستان کی سب زبانیں اس کے دائرے میں آتی ھیں ۔ تمام اورئینٹل آرٹ، تاریخ، فن تعمیر اور مشرقی فلسفے اس میں شامل ھونے چاھیں ۔ کسی کالج کو اورینٹل کالج کہہ کر اس کے مشرقی حصے کو مکمل نہ کرنا صحیح چیز معلوم نہیں ھوتی ۔

میں اس پر بھی اصرار کروں گا کہ اوریئنٹل کالج میں علوم جدید کے متعلق تصنیف کے اس تجربے کا پھر سے احیاء ھونا چاھیے جو ڈاکٹر لائٹنر کے بعد فراموش کردیا گیا تھا ۔ مگر یہ کام سائنس دانوں کی مدد کے بغیر ممکن نہیں لیکن وہ کچھ روٹھے روٹھے پھر رھے ھیں ۔ جس کے سر پر کلاہ فغفوری رکھی ھوئی ھو، وہ ھمہ شمہ سے بات کیوں کرے گا ۔ اس کے علاوہ اس دانش کدے کی تدریس و تحقیق کا لہجہ بھی اب وہ نہ ھونا چاھیے جو انگریزوں کے زمانے میں تھا ۔ انگریزی دور میں اس کی غیر فرقہ دار فضا کو خاص اھمیت دی جاتی تھی اور کوشش یہ ھوتی تھی کہ اس کے درس میں یا تصنیف میں قومی نوعیت کے مضامین شامل نہ ھونے پائیں تاکہ کسی فرقے کا رنگ نمایاں نہ ھونے ۔ مگر اب زمانہ بدل گیا ھے اور ضرورت اس امر کی متقاضی ھے کہ اب خالص اسلامی و قومی موضوعات پر خاص توجہ مبذول کی جائے۔ ان کا دائرہ اتنا وسع رکھا جائے کہ جملہ مشرقی علوم، تاریخ اور فلسفے بھی اس میں شامل ھوجائیں اور آئندہ کے نصابوں میں نیز تحقیقی موضوعات میں پاکستان کو خاص اھمیت دی جائے تاکہ قومی تہذیب کا مرکزی احساس قوی ھو اور ھم اس کی بنیاد پر ایک نئی پاکستانی اسلامی تہذیب کی عمارت کھڑی کرسکیں ۔

میری ناقص رائے میں وقت آگیا ھے کہ ھم اس اسلامی تہذیب کی معرفت کے لیے بھی کوئی قدم اٹھائیں جو ھماری قومی ھستی کا کل سرمایہ ھے۔ اس وقت تک یہ کام بالواسطہ ھوتا رھا اب براہ راست ان

مسائل کو اٹھانے کا وقت آ گیا ہے۔ اس سلسلے میں آج کی مجلس کے صدر نے جو نشانات عملاً مہیا کیے ہیں اور نتیجہ‌خیز تحقیق کے جو عمدہ نمونے پیش کیے ہیں ان سے ہمیں کافی رہنمائی مل سکتی ہے۔

میں اس پر اس لیے زور دیتا ہوں کہ ہمارا کالج ملک کی اہم ضرورتوں کو پورا کر سکے، ورنہ یہ اعتراض درست ہوگا کہ یہاں کے لوگ فہرست سازی ہی کرتے رہتے ہیں۔ مجھ سے ایک مرتبہ ایک دانشمند نے پوچھا ''مسلمانوں کے فنون لطیفہ نے مسلمانوں کی زندگی اور شائستگی پر کیا اثر کیا ہے؟'' میں جواب نہ دے سکا اس نے پھر پوچھا ''مسلمانوں کے جمالیاتی ذوق کے مخصوص عناصر کیا ہیں؟'' میں جواب نہ دے سکا۔ وہ پھر بولا ''مسلمانوں کے ادب میں علوم اور فنون کا باہمی تناسب کیا ہے؟'' میں اس پر بھی خاموش ہی رہا۔ اور یہ نہیں کہ میں ان سوالوں کا ''ٹالو'' جواب دینے پر قادر نہ تھا مجھے تو جس چیز نے چپ سی لگادی تھی وہ یہ تھی کہ کاش اس قسم کے موضوعات پر ہمارے ادارے میں مبسوط کتابیں لکھی جاتیں تاکہ ہم مشرقی علوم اور بالفاظ دیگر صحیح اسلامی تہذیب کے سارے تنوعات سے دنیا کو روشناس کرا سکتے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اب اس قسم کے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر ضرورت یہ ہے کہ ان کاموں کے متعلق ہمدردی اور تائید کرنے والا کوئی طبقہ (محدود ہی سہی) ہمارے یہاں پیدا ہوجائے ورنہ ساری کوہکنی خاک میں مل جاتی ہے۔ اور اس وقت تو سرپیٹ لینے کو جی چاہتا ہے، جب کوئی چپکے سے یہ ہوائی چھوڑ دیتا ہے کہ صاحب!

اوریئنٹل کالج میں آخر ہوتا ھی کیا ھے ۔ یہاں تو سید عبداللہ مردم دیدہ کے نسخے کی نقل ھی چھاپتا رھتا ھے ، یہ بھی بھلا کوئی کام ھے ! یہ در اصل بےخبری ھے یا شماتت ، مگر ھے بہت حوصلہ شکن ۔

حضرات ! اب آخر میں مجھے یہ عرض کرنا ھے کہ اوریئنٹل کالج کی تدریس و تحقیق کا ایک مقصد یہ بھی ہونا چاھیے کہ اس کے طلبا کے توسط سے ملک میں روح مشرقیت کو فروغ ھو اور ایک خاص قسم کا انداز حیات ایسا ظہور میں آئے جو مشرقیت کے وجود کے لیے وجہ جواز بن سکے مگر آپ فوراً چونک اٹھیں گے کہ ھاں صاحب یہ مشرقیت ھے کس گل کا نام جس کے رنگ و بو کی تعریف میں آپ اپنے مضمون کی ھوا باندھ رھے ھیں۔ حضرات ، مجھے اقرار ھے کہ عام خیال کے ماتحت تو مشرقیت اب ایک جغرافیائی حادثہ ھی ھے جس کا معنوی حدود اربعہ ''مسلمانی در کتاب '' میں درج ھے اور ظاھر میں اس کے خد و خال اتنے دھیمے پڑچکے ھیں کہ گویا محو ھی ھوچکے ھیں ۔ بایں ھمہ میرا قیاس یہ کہتا ھے کہ مشرقیت اب بھی ایک وجود رکھتی ھے اور حیات اور تقدیر انسانی کے نقطۂ نظر سے اب بھی اس کے کچھ معنی ایسے ھیں جن کی وضاحت کرنے کی کوشش اگر کوئی کرے تو معنے سمجھ میں بھی آ جائیں گے ۔

میری دانست میں مشرقیت کی ایک قسم وہ تھی جس کی ایک تصویر جمال الدین افغانی کے کارناموں میں ملتی ھے ۔ اس کی دوسری تصویر وہ ھے جو علامہ اقبال کے تخیل نے مہیا کی ھے یہ دونوں تصویریں حقیقت کے سانچے میں ڈھل سکتی ھیں ، مگر یہ یاد رھے کہ علمی اور تہذیبی مشرقیت مغربیت کی دشمن نہیں جیسا کہ صوفی

فلسفی رادھاکرشنا نے رڈیارڈ کپلنگ کے اس اعلان ناحق کے جواب میں کہا تھا کہ مشرق و مغرب کبھی باهم مل نہیں سکتے - رادھا کرشنا کی نظر میں مشرق و مغرب ازل سے یوں ملے ہوے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے کوئی جدا نہیں کرسکتا - مگر آج کل لوگ سنگم کو فراموش کرچکے ہیں اور کہتے ہیں کہ سورج صرف مغرب میں طلوع ہوتا ہے چنانچہ Thomas Mann نے Magic Mountain میں بار بار کہا ہے - مگر مان صاحب مانیں یا نہ مانیں سورج مشرق میں بھی ابھرتا ہے اور اس کی ایک شعاع وہ عرفان نفس ہے جو خدا کے تصور سے ابھر کر ساری انسانیت کو ایک قوم بنا دیتی ہے - اور یہ وہ تصور ہے جس کا قرآن مجید صدیوں پہلے اعلان کرچکا ہے -

آپ اس کو روح مشرقیت کہیے یا روح اسلامیت - یہ تخیل ہے بڑا قابل قدر اور اس کو دنیا میں عام کرنے کا فریضہ اگر ضروری ہے تو اس کی ذمے داری سب سے پہلے مشرقیات کے علماء و فضلاء کی گردن پر ہے!

حضرات! اب خطبہ ختم، طویل تقریر سنانے کی عادت مجھے دیر سے ہے مگر عجیب اتفاق ہے کہ آپ کو بھی طویل تقریریں سننے کی عادت پڑچکی ہے اس حسن اتفاق پر میں آپ کو پوری داد دیتا ہوں اور ادائے شکریہ کے بعد رخصت ہوتا ہوں اور صاحب صدر سے التماس کرتا ہوں کہ اب وہ اپنے ارشادات عالی سے ہمیں بہرہ‌مند فرمائیں !

خطبۂ صدارت

جو

فضیلت مآب جناب

شیخ محمد اکرام سی-ایس-پی

ممبر ریوینو بورڈ حکومت پاکستان

نے

یونیورسٹی اورینٹل کالج

کے

نود سالہ یوم تاسیس کے موقعہ پر

۱۱ دسمبر ۱۹۵۹ء

کو

پڑھا

خطبہ صدارت

از

(شیخ محمد اکرام ۔ سی ۔ ایس ۔ پی ۔ رکن ریونیو بورڈ)

جناب پرنسپل ۔ محترم خواتین و حضرات!

میرے لیے یہ امر بڑے فخر اور دلی مسرت کا باعث ہے کہ اوریئنٹل کالج کے نود سالہ یوم تاسیس کے جلسہ پر مجھے صدارت کے لیے منتخب کیا گیا ۔ میں اس عزت افزائی کے لیے کالج کے ارباب حل و عقد کا اور پرنسپل صاحب نے جو الفاظ میری نسبت ارشاد فرمائے ہیں اس کے لیے ان کا تہ دل سے شکر گزار ہوں ۔

خواتین و حضرات! مجھے اپنی کوتاہیوں کا پورا احساس ہے لیکن جب پرنسپل صاحب کا والا نامہ موصول ہوا اور پھر زبانی یاددہانی کی گئی تو مجھ سے انکار کرتے بن نہ آئی ۔ کیونکہ ایک تو ان کی دیرینہ کرمفرمائیوں کا احساس تھا دوسرے اوریئنٹل کالج کے مستقبل اور طریق کار کے متعلق ان سے کئی مرتبہ گفتگو کا اتفاق ہوا تھا ۔ اور اب جو انہوں نے مجھے اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کرنے کا موقع دیا تو میرے لیے انکار کر دینا مشکل بلکہ نا مناسب بھی تھا ۔

پرنسپل صاحب نے اپنے خطبہ میں کالج کی تاریخ پر بصیرت افروز بلکہ عبرت آموز پیرائے میں روشنی ڈالی ہے اور اس نازک وقت

کا ذکر کیا ھے جب کالج کی کشتی ھچکولے کھا رھی تھی اور تیز ھوا کے تھپیڑوں سے اس کا وجود ھی معرض خطر میں تھا ۔ اس موقع پر موجودہ پرنسپل صاحب اور بعض دوسرے بزرگوں نے کالج کی بقا کے لیے جو کوششیں کیں وہ آپ لوگوں سے پوشیدہ نہیں ۔ ان حضرات کا احسان کالج پر ھی نہیں، قوم پر ھے۔

پرنسپل صاحب نے کالج کی دشواریوں کا ذکر کرتے ھوئے اس بات پر تاسف کا اظہار کیا ھے کہ ابھی تک کالج کا نصب العین ۔ اس کی غرض و غایت اور ھیئت حاکمہ ھی قطعی طور پر طے نہیں ھوئی اس سلسلہ میں عرض ھے کہ ان امور کا آخری فیصلہ یہاں تو نہیں ھو سکتا لیکن مجھے یقین ھے کہ جن حضرات کے متعلق یہ فیصلہ ھے وہ کالج کی فلاح و بہبود کے لیے ھر ممکن سعی کریں گے ۔

کالج کا نصب العین معین کرنے کے دو طریقے ھو سکتے ھیں ایک نظریاتی اور دوسرا عملی ۔ یعنی یا تو آپ اصول اور منطق کی بنا پر ایک مثالی درسگاہ کا تصور اپنے سامنے رکھیں اور یا کالج نے نوے سال کی طویل مدت حیات میں جو ڈھانچہ اختیار کر لیا ھے، جن صلاحیتوں کا عملی ثبوت دیا ھے اور جن امور میں اس نے حقیقی طور پر قوم اور علم و فن کی خدمت کی ھے ان کی روشنی میں اس کا لائحہ عمل مرتب کیا جائے ۔ پہلے طریق کار میں ایک رومانوی دلآویزی تو ھے لیکن عملی فائدے تھوڑے ھیں اور ایک ایسے ادارے کے لیے جس کی افادیت کے بعض با اثر حلقے سرے سے قائل ھی نہ ھوں بنیادی تجربے کرنا اپنے وجود کو خطرے میں ڈالنے کا باعث ھو سکتا ھے ۔ مناسب طریق کار دوسرا ھی معلوم ھوتا ھے ۔

اوریئنٹل کالج کی نسبت اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ادارہ فقط مشرقی زبانوں اور ان کی ادبیات کی تعلیم کی ایک درسگاہ ہے لیکن یہ رائے صورت حالات کے نا مکمل اندازے پر مبنی ہے ۔ اوریئنٹل کالج فقط مشرقی زبانیں پڑھانے کا ادارہ نہیں بلکہ ایک نہایت بلند پایہ علمی مرکز اور ریسرچ انسٹیٹیوٹ بھی ہے ۔ کالج کے اساتذہ اور یہاں کے تعلیم یافتہ طلباء نے ہمارے علمی خزائن میں بیش بہا اضافے کئے ہیں جو مشرقی زبانوں یا ادبیات تک محدود نہیں بلکہ تاریخ ۔ مذہب فنون لطیفہ اور علم کے دوسرے شعبوں پر حاوی ہیں ۔

اس سلسلے میں میں فقط مولوی محمد شفیع صاحب اور حافظ محمود خان شیرانی مرحوم کے کام کا ذکر کروں گا ۔ جنھوں نے کالج کی موجودہ علمی روایات کی بنیادیں استوار کیں ۔ جناب شفیع صاحب نے (خدا ان کی عمر میں برکت دے) نصف صدی سے علمی تحقیق کا ایک نہایت بلند معیار برقرار رکھا ہے ۔ اور علم کی قریب قریب ہر وادی کو سیراب کیا ہے ۔ انھوں نے بے شمار دلدادگان علم کی دستگیری و راہنمائی کی ۔ اور ہمارے علمی خزائن کے کئی انمول موتی جو نظر سے اوجھل ہو چکے تھے، ان کا کھوج نکالا ۔

پروفیسر شیرانی مرحوم کا تعمیری کام اس قدر وسیع نہیں لیکن ہماری علمی تاریخ میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے ۔ ان کی تصانیف لسانی ۔ ادبی اور تاریخی تحقیق میں سنگ میل کا مرتبہ رکھتی ہیں لیکن شاید ان کا اصل کارنامہ تنقیدی تھا ۔ اور ان کا سب سے بڑا احسان یہ تھا کہ انھوں نے ہماری علمی سطح کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ۔ پروفیسر شیرانی نے ان مشہور اور باا‌ثر لوگوں کے ”شاہکاروں“ کو

کسوٹی پر کسا ۔ جو مغربی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کے سہارے علمی مجلس کی سب سے اونچی کرسیوں پر بیٹھے تھے اور اپنے وسیع مطالعہ اور کڑے فنی معیار کی روشنی میں دکھایا کہ ان حضرات کی علمی کوششوں کی حقیقت کیا ہے اور علمی تحقیق اور اصول فن کے تقاضے کیا تھے ۔ اس سلسلے میں ان کے فقط دو طویل مضامین کا ذکر کافی ہوگا جو انہوں نے بالترتیب پروفیسر محمد حبیب کی شائع کردہ خزائن الفتوح کے متعلق اورینٹل کالج میگزین اور پروفیسر عبدالغنی ایم ۔ لٹ (کینٹب) صدر شعبہ عربی و فارسی ۔ ناگپور یونیورسٹی کی انگریزی کتاب ۔ Pre-Mughal Persian in Hindustan کے متعلق رسالہ اردو میں لکھے ۔

یہی عمل انہوں نے بعض مشہور و متداول کتابوں کے متعلق کیا ۔ یہ سکے ایک زمانے سے رائج تھے اور خاص و عام ان کی صحت کے قائل تھے ۔ شیرانی مرحوم نے ان میں کھرے اور کھوٹے کی تمیز شروع کی ۔ اور انہیں پرکھنے کے طریقے بتائے ۔ حتےٰ کہ ان میں سے اکثر پایۂ اعتبار سے گر گئے اور علمی دنیا کو احساس ہوا کہ ہمارے ہاں تنقید و احتساب کا یہ عمل کس قدر ضروری ہے ۔

اگر آج پروفیسر حبیب کا قدیم چشتیہ ملفوظات کے متعلق وہی طریق کار ہے جو شیرانی مرحوم نے دیوان خواجہ معین الدین چشتی ۔ قصہ چہار درویش ۔ خالق باری اور اس طرح کی متعدد مشہور کتب کے متعلق اختیار کیا تھا اور علمی دنیا میں عام طور پر قدیم کتب کے متعلق تنقیدی نکتہ نظر ڈالنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے تو کیا یہ اورینٹل کالج کے مرحوم پروفیسر شیرانی کا فیض نہیں ؟

قدیم تصانیف کے متعلق مرحوم کو وہ چشم بصیرت اور نگاہ ژرف بین حاصل تھی کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے - کلیات انوری ایک مدت ہوئی چھپ چکی - عام طور پر رائج ہے - اس کی بنا پر تذکرے اور تبصرے مرتب ہو رہے ہیں - لیکن پروفیسر شیرانی کتاب اٹھائیں گے اور کہیں گے کہ مطبوعہ کلیات انوری میں فلاں آٹھ نو قصائد انوری کے نہیں بلکہ قدیم ہندوستانی شاعر تاج‌الدین ریزہ کے ہیں یا مطبوعہ دیوان شیخ احمد جام میں فلاں فلاں غزلیں شیخ احمد جام کی نہیں بلکہ بہار کے مشہور ولی اور گمنام شاعر احمد کمبل پوش کی ہیں اور جب آپ مولٰینا کی دلائل پر غور کریں گے اور کتابوں کا نئے سرے سے مطالعہ کریں گے تو تسلیم کے سوا چارہ نہیں -

فی‌الحقیقت ڈاکٹر شفیع اور پروفیسر شیرانی کا علمی کام اس درجہ کا ہے کہ اگر اورینٹل کالج سے ان دو ہستیوں کا انتساب ہی کالج کے لیے وجہ جواز کے طور پر پیش کیا جائے تو میرے خیال میں کافی ہے -

اورینٹل کالج کی علمی خدمات اور کالج کی خاص صلاحیتوں کا صحیح اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب ان کا مقابلہ بہترین آرٹس کالجوں کے اساتذہ کے علمی کارناموں سے کیا جائے - اور شاید اس میں ان اساتذہ کی کوتاہی نہیں - کیونکہ آرٹس کالجوں میں جو عام تعلیم و تربیت General Education کا نصب‌العین پیش نظر رہتا ہے اور جو فضا وہاں محیط ہوتی ہے اس میں ماسوائے مستثنے صورتوں کے، ٹھوس علمی روایات کا پرورش پانا مشکل ہے - اور شاید ضروری بھی نہ ہو - اس کے لیے اورینٹل کالج کی طرز کے ادارے درکار ہیں -

اگر ہمیں ابھی تک اورینٹل کالج کی ضرورت تھی تو اب یہ

ضرورت اور بڑھ رہی ہے ہمارا ثقافتی سرمایہ عربی اور فارسی میں ہے اور ان دو زبانوں کی گہری واقفیت روز بروز کم ہو رہی ہے بالخصوص اب فارسی کا وہ رواج بالکل نہیں رہا جو آج سے تیس چالیس سال پہلے تھا ۔ مسجع اور مقفی فارسی نثر کو سمجھنا بلکہ قدیم قلمی اور کرم خوردہ مسودات جن میں اس وقت بھی ہمارے مذہبی اور ادبی سرمائے کا ایک بڑا حصہ مدفون ہے پڑھ لینا ہی ایک عام بی ۔ اے اور ایم ۔ اے کے بس کی بات نہیں ان دفینوں کی کنجی اس قسم کے اہل علم کے ہاتھ میں ہے جن کی تربیت کرنا اوریئنٹل کالج کی امتیازی خصوصیت ہے ۔ ہمارے قدیم ثقافتی سرمائے کا پورا جائزہ لینے کے لیے، ان میں سے قیمتی اجزا کی طباعت اور خاص خاص حصص کو اردو اور انگریزی میں منتقل کرنے کے لیے ہمیں اس قسم کے اہل علم کی اعانت مفید بلکہ ضروری ہے ۔

میرے خیال میں کالج کے وجود کو کوئی حقیقی خطرہ نہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے قوم کے لیے، کالج کے لیے اور ان مقاصد کی تکمیل کے واسطے جن کے لیے اس میں خاص صلاحیتیں ہیں ہر طرح سے مفید بنایا جائے اور میں اس سلسلہ میں چند گذارشات پیش کروں گا ۔

ان میں سے ایک بنیادی چیز اس امر کا قوی احساس ہے کہ کالج کے ارباب بست و کشاد کا فرض ہے کہ وہ اپنی درسگاہ کی تعلیم اور اسکے نصاب کو قوم کے لئے اور بالخصوص اپنے طلبا کے لئے عملی طور پر پر زیادہ سے زیادہ مفید و سود مند بنائیں ۔ تعلیم فی نفسہ اس قدر مفید چیز ہے کہ اسکی عملی افادیت پر زور دینے کی ضرورت نہیں

سمجھی جاتی اور ہمارے ہاں تو طریقہ تعلیم اور معاشرے کی ساخت و ضروریات میں ایک خلیج حائل ہے لیکن ایک ایسے ادارے کے لئے جس کے با اثر نکتہ چیں ہوں عملی افادیت پر نظر رکھنے کی بڑی ضرورت ہے اسطرح کے ادارے دوسرے ملکوں میں بھی ہیں اور ان میں اس امر کا بڑا خیال رکھا جاتا ہے کہ انکا نصاب اسطرح کا ہو جو فارغ التحصیل طلبہ کو دنیوی کشمکش میں بھی مفید ہو اور ملکی ضروریات کو بھی پورا کرے مجھے کچھ عرصہ کو لمبیا یونیورسٹی کی نیر اینڈ مڈل ایسٹ انسٹیٹیوٹ میں کام کرنے کا موقع ملا جس کے مسائل اور دائرہ کار اورینٹل کالج سے ایک گونہ مماثلت رکھنے ہیں وہاں طلبہ کی تعداد زیادہ نہ تھی صرف گریجویٹ ہی اس میں شریک ہوسکتے تھے اور ہر ایک طالب علم کے پیش نظر کوئی عملی مقصد تھا دو طلبا تو امریکہ کے محکمہ خارجہ (فارن سروس) سے متعلق تھے اور مشرق وسطی اور مشرق قریب کا خاص طور پر مطالعہ کرنا چاہتے تھے دو تین کے پیش نظر مشرق وسطی کی آئل کمپنیوں کی ملازمت تھی۔ ایک اخبار نویس تھا جو اس علاقہ کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ چاہتا تھا۔ ایک مشنری تھا۔ ان طلبہ کے پیش نظر مختلف مقاصد تھے۔ لیکن نصاب اس طرح پر وضع کیا گیا تھا کہ ان سب کے عملی مقاصد کے حصول میں اس سے مدد ملتی۔ ایک کورس تو زبان کا تھا۔ ہر ایک طالب علم کو اس علاقہ کی ایک نہ ایک زبان سیکھنی پڑتی۔ دوسرا حصہ اس خطے کی سیاسی اور ثقافتی تاریخ کا تھا اس کے علاوہ سیمینارز (Seminars) کا سلسلہ تھا جن میں علاقے کے مسائل حاضرہ پر بحث ہوتی اور طلبہ مختلف عنوانات پر زاتی تحقیق کے بعد مقالے پڑھتے۔ یہ

سارا نصاب تعلیم Area Study کے تحت وضع کیا گیا تھا۔

نصاب کو عملی ضروریات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے میں جہاں دوسرے عملی فائدے ہونگے وہاں ایک نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ بعض مباحث کے متعلق الجھنیں دور ہو جائیں گی۔ مثلاً کلاسیکل فارسی اور جدید فارسی (Modern Persian) کا مسئلہ ہے۔ ایران سے ہمارے قدیم تمدنی روابط ہیں جنکی اہمیت پاکستان کی آزادی کے بعد بڑھ گئی ہے۔ جدید ایرانی ادبیات میں مغربی اثرات کے باعث کئی دلچسپ تجربات ہوے ہیں۔ جدید ایران میں دلچسپی لینے والوں کے لئے جدید فارسی کا سیکھنا ضروری ہے اور قدیم ایرانی اور جدید فارسی میں اختلافات اسقدر تھوڑے ہیں کہ فارسی میں اعلی ڈگری حاصل کرنے والوں کے لئے ان دونوں سے واقفیت ممکن ہے اور فی‌الحقیقت لازمی ہونی چاہئے۔ اورینٹل کالج میں اسپوکن پرشین کے لئے جو سہولیتیں بہم پہنچائی گئی ہیں وہ مفید بلکہ ضروری ہیں لیکن جو حضرات کلاسیکل فارسی کی تعلیم پر سرے سے ہی ناک بھوں چڑھاتے ہیں وہ بھی خلط مبحث میں مبتلا ہیں۔ فارسی کی اہمیت ہمارے ہاں اس لئے نہیں کہ اسکی بدولت ہمیں جدید ایرانی ادبیات سے وافقفیت ہو یا ایرانیوں سے گفتگو میں آسانیاں پیدا ہوں بلکہ اس لئے ہے کہ ہمارا یعنی اسلامی ہندوستان اور پاکستان کا آٹھ نو سو سال کا ثقافتی سرمایہ اس زبان میں ہے۔ ہماری تاریخ اور ہمارا ادب، مشاہیر صوفیہ کے ملفوظات، علما کی تصانیف، اسلامی حکومت کے ضوابط و آئین، ہمارے علوم و فنون، سب اس زبان میں ہیں اور ان سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے کلاسیکل فارسی پر دسترس لازمی ہے لیکن جو حضرات

عملی غرض و غایت کو نگاہ میں نہیں رکھتے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ھیں -

قدرتی طور پر اورینٹل کالج میں مشرق ادبیات اور زبانوں کی تعلیم پر خاص توجہ ہوگی، لیکن یہ تعلیم اس طرح بھی ہوسکتی ھے کہ طلبہ اور معاشرے کی ضروریات احسن طریقے پر پوری ھوں - مثلاً زبان کی اعلی تعلیم کے لئے مختلف کتب اور انکے اقتباسات نصاب میں داخل ھوں گے - ان کا انتخاب بڑی اھمیت رکھتا ھے - فارسی کے قدیم نصاب کی نسبت بڑی شکایت رھی ھے کہ اس میں برصغیر پاک و ھند کے مصنفین کو مناسب اھمیت نہیں دی جاتی یہ شکایت بے جا نہیں - اس احساس سے متاثر ھو کر آج سے نو دس سال پہلے میں نے برصغیر کے فارسی شعراً کا ایک انتخاب مرتب کیا تھا - فارسی دانوں نے اسکی قدر کی اور پنجاب یونیورسٹی نے بھی معمولی ترمیم بلکہ تحریف کے بعد اسے ایک مختلف نام کے تحت نصاب میں داخل کر لیا - بعد میں نصاب کی جو کتابیں یونیورسٹی نے شائع کرائیں ان میں بھی برصغیر کے مصنفین سے دیرینہ بے اعتنائی روا نہیں رکھی گئی - اورینٹل کالج میں بھی سابق پروفیسر فارسی ادبیات، ڈاکٹر محمد اقبال کی پالیسی پر عمل نہیں ھو رھا لیکن اب بھی اس سلسلہ میں مزید اصلاح کی ضرورت ھے - شاید اب تک یہ امر قطعی طور پر طے نہیں پایا کہ ھمارے ھاں فارسی کی اھمیت کس لیے ھے - برصغیر میں فارسی ادبیات کی تاریخ کے متعلق کوئی تسلی بخش کتاب نہیں - شیرانی صاحب نے جب پروفیسر غنی کی کتاب پر ایک سو سے زائد صفحات کا تبصرہ لکھا تھا تو انھوں نے متعدد ایسی تفاصیل دی تھیں جو برصغیر میں فارسی ادبیات کی تاریخ

لکھنے والے کے لیے زاد راہ ہو سکتی ہیں ۔ شاید ان کا اپنا ارادہ اس طرح کی تاریخ مرتب کرنے کا تھا یہ ارادہ پورا نہ ہوا ۔ لیکن کم از کم ہم اورینٹل کالج سے اس امر کی توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہاں برصغیر پاکستان و ہند میں فارسی ادبیات کی ایک مفصل اور مستند تاریخ مرتب کرنے کا اہتمام ہو ـــــ اسکے علاوہ ایک باقاعدہ لائحہ عمل کے مطابق اس برصغیر کے مشاہیر فارسی شعرا و ادبا کا علیحدہ تفصیلی مطالعہ کیا جائے جس میں اس علاقہ یعنی مغربی پاکستان کے مصنفین کو خاص اہمیت حاصل ہو۔

ایک علاقہ کی ادبی اور سیاسی و ثقافتی تاریخ میں اسطرح چولی دامن کا ساتھ ہے کہ ایک کا مطالعہ دوسرے سے واقفیت کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا ۔ اورینٹل کالج میں اس کا احساس ہے۔ مختلف کورسوں میں تاریخ کی ایک آدھ کتاب داخل ہے اور کالج کے بعض فاضل اساتذہ نے اس موضوع پر انگریزی اور اردو میں کچھ نہ کچھ لکھا ہے ۔ لیکن یہ دلچسپی جزوی اور ضمنی ہے ۔ اور اگرچہ اورینٹل کالج سے باہر کے ممالک کی نسبت چند ایک فارسی کتب تواریخ شائع ہو چکی ہیں غالباً اسلامی ہندوستان کی ایک بھی نہیں ۔ میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ اس درسگاہ میں برصغیر کے اسلامی عہد کی تاریخ کو باقاعدہ جگہ دی جائے۔ ایک سکیم کے مطابق متعلقہ تاریخی کتب نصاب میں داخل ہوں۔ مناسب کتب کی طباعت و اشاعت کا انتظام ہو۔ طلبہ میں تاریخ، بالخصوص ثقافتی تاریخ سے دلچسپی پیدا کی جائے تاکہ ایک تو آہستہ آہستہ قوم کی ثقافتی تاریخ مرتب کرنے کا سامان فراہم ہو اور دوسرے طلبہ پر ایک وسیع علم کے دروازے کھولے جائیں جو دلچسپ بھی ہے اور فائدے کا باعث بھی۔

توسیع نصاب کا ایک پہلو جس کے متعلق پرنسپل صاحب سے میری تفصیلی گفتگو ہوئی تھی موجودہ نصاب کا غیر مذہبی رنگ ہے ایک غیر اسلامی حکومت میں اور ایک ایسی سوسائٹی میں جس میں ہندو اور سکھ بھی شامل تھے یہ صورت حالات ناگریز تھی اس کے علاوہ جیسا کہ ڈاکٹر سر ولیم ہنٹر نے لکھا تھا بعض با اثر برطانوی حکام کی رائے تھی کہ فقہ اور اس طرح کے علوم کی تعلیم سے طالب علم متعصب اور جوشیلے مسلمان بن جاتے ہیں۔ انہیں ادب اور شعر میں لبھائے رکھنا چاہیے۔ اب حالات بدل گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی قوم کی فکری بلکہ ادبی تاریخ اسکی روحانی تاریخ سے واقفیت کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتی۔ پھر مذہب کے مطالعہ کی اورینٹل کالج میں جہاں عربی اور فارسی کی اعلی تعلیم کا انتظام ہے زیادہ آسانیاں ہیں۔ بلاشبہ خاص مذہبی تعلیم کے لئے دوسرے ادارے موجود ہیں یا زیر تجویز ہیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کالج کے نصاب سے مذہبی عنصر کو کیوں یک قلم باہر رکھا جائے اور کیوں حجۃاللہالبالغہ اور مکتوبات امام ربانی جیسی کتابیں اس کے نصاب میں داخل نہ ہوں یا اساتذہ مذہبی تاریخ کو اپنے دائرہ تحقیق سے باہر سمجھیں۔

میرے خیال میں نصاب کی یہ توسیع طلبہ کے لئے بھی علمی دلچسپی اور عملی افادیت کے دروازے کھول دے گی اور قوم کے لیے بھی مفید ثابت ہوگی۔

ایک دو مشورے اور ہیں جنھیں میں مختصراً پیش کرونگا۔ ایک تو یہ کہ جن ملکوں کی زبانیں یہاں پڑھائی جاتی ہیں انکی تاریخ۔ جغرافیہ۔ موجودہ حالت اور سیاسی مسائل کے متعلق بھی

طلبه کی واقفیت کا سامان ہو دوسرا یہ کہ طلبہ، بالخصوص منتخب طلبہ کی تحریری قوت بڑھانے اور تصنیفی صلاحیتوں کی تربیت کا خاص اہتمام کیا جائے۔ مولانا شبلی نعمانی نے ندوۃالعلما میں اس پروگرام پر عمل کیا تھا اور دارالمصنفین اعظم گڑھ اسکا اجر ہے اگر اورئینٹل کالج میں بھی موزوں طلبہ کی تربیت کا اسی طرح انتظام ہو جائے تو تصنیف و تالیف بلکہ اردو اخبار نویسی کے میدان میں بھی ان کے لیے آسانیاں ہونگیں اور کالج کا فیض بھی زیادہ وسیع ہوسکے گا۔

میں نے کوشش کی ہے کہ وہی تجاویز پیش کی جائیں جو کالج کے موجودہ نظام کے تحت، بغیر کسی مزید خرچ اور بغیر کسی بیرونی مداخلت کے عمل میں لائی جا سکیں۔ یہ تجاویز نئی نہیں۔ بعض پر تھوڑا بہت عمل ہو رہا ہوگا۔ سوال انکی اہمیت اور بنیادی نکتہ نظر کا ہے۔ اگر کالج کے ارباب حل و عقد اس مرکزی نکتہ نظر سے متفق ہوں اور کالج کی، اسکے طلبہ اور سوسائٹی کے لیے جو اس ادارے کی کفیل ہے، عملی افادیت بڑھانے کی پوری پوری کوشش کریں تو وہ نہ صرف ان تجاویز پر عمل پیرا ہوسکتے ہیں بلکہ اس نکتہ نظر کی تکمیل کے اور بہت سے طریقے سوچ لیں گے۔

معزز خواتین و حضرات۔ میں نے آپکی بہت سمع خراشی کی اور شکر گزار ہوں کہ ایک خشک موضوع پر آپ نے میرے خیالات کو صبرو سکون سے سنا۔ فی‌الحقیقت یہ آپ کی اورئینٹل کالج اور علوم مشرق میں دلچسپی کا اظہار ہے۔

میں کالج کے حکام بالا کا بار دیگر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس تقریب پر مجھے مدعو کیا اور اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کرنے کا موقع دیا۔ والسلام۔

عبدالحی حبیبی ، کراچی

تاریخ وفات
داتا گنج بخش علی هجویری غزنوی

شیخ علی بن عثمان جلابی ہجویری غزنوی بڑے برگزیدہ صوفیوں میں سے گذرے ہیں - سر زمین پنجاب میں آپ کی زبردست شہرت تھی - آپ کی تالیف ''کشف‌المحجوب،، تصوف کی قدیم اور ممتاز کتابوں میں شمار ہوتی ہے جو فارسی ادب کے لحاظ سے بڑی اہمیت کے مالک ہے -

اس مضمون میں میرا روی سخن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات، یا تصانیف یا طرز فکر کے بیان سے متعلق نہیں ہے، بلکہ میں چاہتا ہوں کہ ان سطور میں شیخ بزرگوار موصوف کی تاریخ وفات کے بارے میں تحقیقی بحث کروں -

تاریخ اور تذکروں کی کتابوں میں اکثر مصنفون کے معروف اور مرجح قول کے مطابق آپ کی تاریخ وفات ۴۶۵ھ لکھی ہوئی ہے، اور یہی تاریخ وفات لاہور میں آپ کے مقبرے پر بھی درج ہے، لیکن اس کی تحریر کو بغور دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ اس میں وہ پرانا پن اور قدامت نہیں ہے، جو تاریخ وفات کی قدامت کے لحاظ سے اس میں ہونا چاہیے -

مفتی غلام سرور لاہوری نے لکھا ہے کہ ۱۲۷۸ھ میں حاجی نور محمد فقیر نے شیخ موصوف کی تربت پر گنبد تعمیر کرایا تھا،

اور ساتھ ھی پرانی مسجد کی بھی تعمیر کی تھی (خزینۃ الاصفیا، ج ۲ -۲۳۳) اس لیے قیاس غالب یہی ھے کہ شاید موجودہ کتیبہ بھی اس زمانے میں یا اس سے قبل لگایا گیا ھوگا ۔ اس بنا پر تاریخ مندرجہ کی صحت پر پوری طرح اعتبار کرنے میں تامل ھوتا ھے ۔

جہاں تک میرا مطالعہ ھے، شیخ کی تاریخ وفات کا ذکر پرانی معتبر کتابوں میں بھی نہیں ھے ۔ داراشکوہ کے قول کے مطابق جس کو فرقۂ صوفیا سے، خاص عقیدت تھی اور جو شیخ موصوف کے والدین اور خالو کے مزاروں کی زیارت سے غزنی میں مشرف بھی ھوا ھے، اس نے تاریخ وفات ۴۵۶ ھجری اور ایک دوسرے قول کے مطابق ۴۶۴ ھجری لکھی ھے (سفینۃ الاولیاء ص ۶۵) ۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اور سامی بیگ نے قاموس الاعلام میں بھی ۴۵۶ ھجری لکھا ھے ۔

مفتی لاھوری لکھتے ھیں کہ '' نفحات الانس،، اور ''اخبار الاصفیا،، میں بھی شیخ کا سال وفات ۴۶۵ ھجری معتبر سمجھا گیا ھے (خزینہ ج ۲ - ۲۳۴) اور موصوف نے حسب عادت اسی تاریخ کو نظم بھی کیا ھے، جب کہ نفحات کے مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں اس قسم کا کوئی ذکر ھی موجود نہیں ھے، اور حضرت جامی نے بھی شیخ ھجویری کے احوال کی شرح میں تاریخ وفات کا کوئی ذکر نہیں کیا ھے ۔ نفحات کا ایک قدیمی قلمی نسخہ جو تقریباً جامی کے زمانہ میں تحریر ھوا ھے اور ڈاکٹر محمد شفیع صاحب کی لائبریری لاھور میں موجود ھے، اس میں بھی تاریخ وفات کا کوئی ذکر نہیں ھے ۔

صاحب آئین اکبری نے حضرت ھجویری کا ذکر کیا ھے، مگر تاریخ وفات کے بارے میں خاموشی اختیار کی ھے ۔ استاد علامہ

ڈاکٹر محمد شفیع صاحب نے مجھے ایک خط میں تحریر کیا کہ میرزا لعل بیگ "لعلی" ولد شاہ قلی سلطان بدخشی جو بقول بدایونی صاحب منتخب التواریخ دکن میں شہزادہ مراد بخش کے پاس بخشی کے عہدہ پر مامور تھا اور تاریخ و سیر سے واقف تھا ایک کتاب ثمرات القدس لکھی ہے جس کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانہ میں محفوظ ہے اور غالباً یہ عصر اکبری کا قدیم‌تر مورخ ہے جس نے حضرت ھجویری کا سال وفات ۴۵۶ ھجری لکھا ہے اور شاید داراشکوہ کا ماخذ بھی یہی ہو۔

زمانہ بعد کے نویسندگان مثلاً ہدایت حسین نے "آرٹیکل داتا گنج بخش" میں دایرۃالمعارف اسلامی کے جلد ۲ صفحہ ۹۲۷ پر اور ریو نے "مخطوطات فارسی" کی فہرست کے صفحہ ۱-۳۴۳ پر اور رحمان علی نے "تذکرۂ علمای ہند" کے صفحہ ۵۹ پر اور ملک‌الشعرا بہار مرحوم نے "سبک شناسی" کے صفحہ ۲-۱۸۷ پر اور عبدالماجد نے "تصوف اسلام" کے صفحہ ۵۳ پر اور اسمٰعیل پاشا بغدادی نے "اسماء المصنفین" کے صفحہ ۱ - ۶۹۱ پر اور سید صباح‌الدین نے "بزم صوفیہ" کے صفحہ ۸ پر اور شیخ محمد اکرام نے "آب کوثر" کے صفحہ ۸۶ پر و نیز صاحب مآثرالکرام و حدایق الحنفیہ و نزھۃ الخواطر نے شیخ موصوف کی تاریخ وفات ۴۶۵ لکھی ہے، لیکن فقط ڈاکٹر غنی نے "تصوف اسلام" کے صفحہ ۵ پر سال وفات ۴۷۰ ھجری کے قریب لکھا ہے، جو مشکوک معلوم ہوتا ہے، اور نکلسن نے کشف‌المحجوب کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں قیاساً ۴۶۵ و ۴۶۹ لکھا ہے۔

اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے جس کے متعلق قدیم تاریخی شہادت بھی تقریباً مفقود ہے بہتر ہوگا کہ ہم قدیم کتابوں اور کشف المحجوب کے اپنے متن کی جانب رجوع کریں اور دیکھیں کہ ان کے مطالعہ سے منطقی بحث کے ذریعہ ہم ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ زندگی کو کہاں تک پہنچا سکتے ہیں اور موصوف کے سال وفات کا کس حد تک اندازہ کر سکتے ہیں ؟

اب میں اپنے مطالعہ کے بعض اقتباسات کو ذیل کی سطور میں درج کرتا ہوں اور ان کی مدد سے ہجویری کی زندگی کے مختلف زمانوں کا تعین کرتا ہوں :-

سنہ ۴۴۰ ھ کے بعد

کشف المحجوب میں ہجویری علیہ الرحمہ کے بعض اشارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے یہ کتاب کس زمانے میں لکھی ۔ مثلاً فصل ” فقر و غنا ،، کے باب میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ” یحیی معاذ الرازی . . . . و . . . . و از متاخرین شیخ المشایخ ابو سعید فضل اللہ بن محمد المیہنی رحمہم اللہ جملہ بر آنند کہ غنا فاضلتر است از فقر ،، (ص ۲۶ کشف المحجوب طبع سمرقند) ۔

چونکہ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے مورخین ثقہ کے قول کے مطابق ۴ شعبان ۴۴۰ھ میں وفات پائی (اسرارالتوحید ص ۳۰۶) اس لیے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کشف المحجوب کے تحریر کرنے کا زمانہ لازمی طور پر ابو سعید ابوالخیر کی وفات یعنی ۴۴۰ھ کے بعد کا تھا ۔ کیونکہ

هجویری نے وضاحت سے شیخ ابوالخیر کو مرحوم سمجھ کر کشف المحجوب کے لکھتے وقت دعاے خیر بھی کی ہے - اور چونکہ هجویری علیه الرحمه نے اپنی کتاب کشف المحجوب لاهور میں لکھی ہے، بنا بریں هم وثوق کے ساتھ کہ سکتے هیں کہ موصوف ۴۴۰ھ کے بعد لاهور میں رہ چکے هیں -

سنه ۴۵۰ھ اور ابو القاسم گرگانی کا ذکر

کشف المحجوب میں هجویری رح نے جن دوسرے اشخاص کا ذکر کیا ہے جو اس کے لکھنے کے دوران میں زندہ تھے ان میں ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ گرگانی کا ذکر بھی آتا ہے اور صفحه ۲۱۱ پر ان کے ذکر کے ساتھ ساتھ چند دعائیه الفاظ "متعنا اللہ و المسلمین ببقائه" بھی درج هیں - اسی طرح صفحه ۲۰۴ پر مندرج ہے کہ "و شیخ ابو القاسم گرگانی کہ امروز قطب و مدار علیه ویست ابقاہ اللہ تعالی" -

ان دونوں اشاروں سے صاف ظاهر هوتا ہے کہ کشف المحجوب کے اس باب کے لکھے جانے کے وقت گرگانی موصوف بقید حیات تھے، اور یه وهی شیخ هیں جن سے هجویری نے طوس میں ملاقات کی، اور وہ ابو سعید ابوالخیر کے همعصر بھی تھے - گرگانی موصوف نے ۴۵۰ھ میں اس دارفانی سے کوچ کیا (تاریخ تصوف اسلام ص ۴۷۸ اور خزینه ص ۲ - ۸) مندرجه بالا دونوں امور اور گرگانی موصوف کی درازی عمر کے بارے میں دعاؤں کے بیان سے هم اس نتیجه پر پہنچتے هیں کہ هجویری رح ۴۵۰ھ کے بعد لاهور میں مسکون تھے اور کشف المحجوب کی تصنیف میں مشغول تھے -

کشف المحجوب میں ختلی کا ذکر اور ۴۶۰ھ

ابوالفضل بن محمد بن حسن ختلی بڑے برگزیدہ مشایخ میں سے گذرے ہیں جو ہجویری کے مرشد اور استاد بھی تھے - ہجویری نے کشف المحجوب میں صوفیای متاخرین کے احوال کی شرح میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

”و آنروز کہ ویرا وفات آمد بہ بیت الجن بود، و آن دیہی است بر سر عقبہ . . . . دمشق سر بر کنار من داشت . . . . وصیت دراز بکرد و جان بداد ،، (ص ۲۰۹ طبع سمرقند) -

ہجویری کے اپنے مرشد ختلی کی وفات کے موقع پر موجود ہونے کی یہ نہایت قوی دلیل ہے - ہم کو ختلی کے متعلق کشف المحجوب سے ہی سراغ ملتا ہے، اگرچہ مولانا جامی نے بھی (نفحات) میں عارف مذکور کا ذکر کیا ہے، لیکن موصوف نے یہ ذکر کشف المحجوب سے ہی اخذ کیا ہے - (نفحات ص ۲۹۰) اور اس سے زاید اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں لکھا ہے - اس کے علاوہ کشف اور نفحات میں ختلی کی تاریخ وفات کا ذکر بھی نہیں آیا، البتہ خزینۃ الاصفیا کے مصنف نے لکھا ہے کہ میں نے نفحات کے ایک نسخہ کے حاشیہ پر لکھا ہوا دیکھا ہے کہ انہوں نے (یعنی ختلی نے) ۴۵۳ھ میں وفات پائی ہوگی (خزینہ ج ۲ - ۲۳۱) جب کہ علامہ ذہبی، عارف ختلی کا سال وفات ۴۶۰ھ تحریر کیا ہے -

ان امور مندرجہ سے واضح ہوتا ہے کہ ہجویری رح ۴۶۰ھ میں بیت الجن دمشق میں تھے، اور اس کے بعد لاہور میں تشریف فرما

ہوئے۔ خزینۃ الاصفیا کی واحد اور غریب روایت قابل اعتماد نہیں ہے، بلکہ سنین مذکور کا باہم مقابلہ کرنے سے لاہوری کے بیان کی نسبت، ذہبی کا قول زیادہ صحیح اور درست معلوم ہوتا ہے ۔

کشف المحجوب میں استاد قشیری کا ذکر اور ۴۶۵ھ کے بعد زندگی

ہجویری رح استاد امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ قشیری نیشاپوری شافعی (۳۷۶ - ۴۶۵ھ) کے فیض صحبت سے بھی مستفید ہوئے ہیں، بلکہ رسالۃالقشیریہ کے مضامین اور موضوعات پر ہی آپ کی کتاب مبنی ہے ۔ کشف المحجوب میں آپ نے متعدد مقامات پر استاد موصوف کے ارشاد گرامی کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے " از استاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ شنیدم "، (ص ۳۰ و ۲۰۵ و ۳۶۸ طبع سمرقند) ۔

اب چونکہ استاد قشیری کا سال وفات عموم مورخین کے صحیح ترین قول کے مطابق ۴۶۵ ہجری ہے (وفیات الاعیان ابن خلکان ج ۲ - ۳۷۵ ببعد) اس لیے ماننا پڑیگا کہ ہجویری رح اپنی کتاب کشف المحجوب کو ۴۶۵ھ کے بعد تک لکھتے رہے ہیں ۔ کتاب مذکور میں متعدد مقامات پر جملہ دعائیہ " رحمۃ اللہ علیہ "، جو برگزیدہ مرحوم شخصیتوں کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے، قشیری کے نام کے ساتھ بار بار آیا ہے، اور ان کا ذکر دیگر مشایخ وفات یافتہ کے ساتھ کیا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں : " استاد امام زین الاسلام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری رضی اللہ عنہ اندر زمانہ خود بدیع بود و قدرش رفیع و منزلتش بزرگ "، (ص ۲۰۹ طبع سمرقند) ۔ اس بیان سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ہجویری رح نے کشف المحجوب کو قشیری کے سال

وفات ۴۶۵ ہجری (جس کو اکثر مورخین نے ہجویری کا سال وفات لکھا ہے) کے بعد مکمل کیا ہے، اور اس سال کے بعد لاہور میں بقید حیات تھے -

جیسا کہ جامی نے تصریح کی ہے کہ استاد امام قشیری نے ماہ ربیع الاخر سنہ ۴۶۵ھ میں وفات پائی (نفحات ص ۲۸۸) اور جیسا کہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ قشیری نیشاپور میں اپنے استاد ابو علی دقاق کے مزار کے پہلو میں دفن کیے گئے (المنتظم ۸ ص - ۲۸۰) یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ آپکا محل وفات نیشاپور ہونے کی وجہ سے آپ کے وصال کی اطلاع لاہور میں سال مذکور کے کافی دیر بعد پہنچی ہوگی، اور یہی وجہ ہے کہ ہجویری نے اس کا تذکرہ صیغۂ ماضی بعید میں بایں الفاظ کیا ہے : ''و خداوند تعالیٰ حال و زبان ویرا از حشو محفوظ گردانیدہ بود،، پس ظاہر ہے کہ کشف المحجوب ۴۶۵ھ کے کافی مدت کے بعد ختم ہوئی -

کشف المحجوب میں ابوالحسن سالبہ کا ذکر اور ۴۷۴ھ

ابوالحسن سالبہ بن ابراهیم جو صاحب خانقاہ تھے اور شیراز کے ایسے جلیل القدر و مشایخ میں سے تھے کہ بزرگان صوفیہ اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے (طبقات الصوفیہ ہروی خطی ص ۴۴۵) چنانچہ شیخ ابو اسحق شہریار گازرونی بھی آپکی زیارت کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے (فردوس المرشدیہ ص۱۱۰) ہجویری نے شیخ موصوف کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے : ''شیخ الشیوخ ابوالفتح سالبہ الصح اللسان بود و شیخ ابو الفتح سالبہ مر پدر را خلفی نیکو و امیدوار است،، (کشف المحجوب) -

پدر اور پسر کے اس ذکر سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے میں جب کشف المحجوب کا یہ حصہ زیر تحریر تھا شیخ ابو الفتح کے والد فوت ہو چکے تھے، لیکن خود ابوالفتح بقید حیات تھے۔

المنتظم (۸ ص - ۳۲۸) میں ابن جوزی اور نفحات (ص ۲۰۹) میں مولانا جامی کی توضیح کے مطابق ابوالحسن سالبہ نے سال ۴۷۳ھ میں وفات پائی۔ پس اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کشف المحجوب ۴۷۳ھ کے بعد ختم ہوئی اور ہجویری اس کے بعد بھی زندہ تھے اور اسی لیے آپ نے شیخ سالبہ کے ذکر کے متعلق زمانہ ماضی بعید کا صیغہ استعمال کیا ہے۔

کشف المحجوب میں ابوعلی فارمدی اور سہلکی کا ذکر اور ۴۷۷ ہجری

متذکرہ بالا ثبوت کے علاوہ کشف المحجوب میں یہ سند بھی قابل ملاحظہ ہے کہ شیخ ہجویری اپنے زمانے کے بزرگان صوفیہ میں سے ایک بزرگ ابو علی فضل بن محمد فارمدی کا ذکر "ابقاہ اللہ" کے دعائیہ جملہ کے ساتھ فرماتے ہیں (ص ۲۱۱) - فارمدی موصوف نے ۴۷۷ھ میں انتقال فرمایا اور ابو القاسم قشیری کے سبط عبدالغافر بن اسمعیل (متولد ۴۵۱ھ متوفی نیشاپور ۵۲۹ھ) اور مولانا جامی کے قول کے مطابق فارمدی موصوف نے ۷۰ سال کی عمر پائی - اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شیخ سنہ ہجویری ۴۷۷ھ کے بعد بھی زندہ رہے اور آپ نے کشحف المحجوب کی تکمیل ۴۷۷ھ کے بعد کی ہے۔

اسی طرح کشف المحجوب (ص ۱۱۸) میں شیخ سہلکی کا ذکر آیا ہے کہ "امام آن دیار بود و وی را خلقی نیکو بود"، شیخ سہلکی کا

سنہ وفات بقول تاریخ الاسلام ذہبی (۴۷۷ھ) ہے ۔ اور صیغہ ماضی بعید (بود) سے واضح ہے کہ (۴۷۷ھ) کے بعد بھی ہجویری زندہ تھے ۔

ذکر شقانی و ۴۷۹ ہجری

حضرت ہجویری کے ایک اور مرشد اور استاد شیخ و امام اوحد ابوالعباس احمد بن محمد الاشقانی تھے جس کے بابت ان کے الفاظ یہ ہیں : '' مرا با وی انسی عظیم بود ویرا بر من شفقتی صادق و اندر بعض علوم استاد من بود '' (ص ۲۱۱ کشف المحجوب طبع سمرقند) ۔ شیخ اشقانی نے بقول ذہبی (تاریخ الاسلام) سنہ ۴۷۹ھ میں وفات پائی، اور صیغہ بود سے ظاہر ہے کہ حضرت ہجویری ۴۷۹ ھ کے بعد بھی بقید حیات تھے ۔

خواجہ عبداللہ انصاری کا ذکر اور ۴۸۱ ہجری

ایک نہایت قوی دلیل جو ہجویری رح کا ۴۸۱ھ کے بعد بھی زندہ رہنا ثابت کرتی ہے یہ ہے کہ کشف المحجوب میں ہرات کے ایک بڑے مشہور و معروف صوفی اور عارف شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری کا ذکر بھی آیا ہے، اور جملہ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کی وفات بمقام ہرات ۴۸۱ ہجری میں واقع ہوئی ۔

استاد علامہ محمد شفیع لاہوری کی لائبریری میں کشف المحجوب کا ایک قلمی نسخہ محررہ ۶۶۵ھ موجود ہے اس نسخے سے قدیم تر نسخہ آج تک نظر سے نہیں گذرا ۔ نسخہ مذکور کے صفحہ ۱۷ پر یہ عبارت درج ہے ۔ '' پیر گفت یعنی خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ . . . . '' اور یہی عبارت لاہور کے مطبوعہ نسخے میں

صفحہ ۱۹۳ پر اور سمرقند کے مطبوعہ نسخہ میں صفحہ ۳۱ پر بھی " عبداللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ " درج ہے اور نسخہ مطبوعہ لینن گراڈ کے صفحہ ۲۸ پر متن میں پیر گفت (رض) ہے، جس کا نسخہ بدل ہے : خواجہ عبداللہ انصاری "۔

اب چونکہ " رحمۃ اللہ علیہ " اور " رضی اللہ عنہ " کے کلمات خاص طور پر متوفی لوگوں کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں، اس لیے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں جب کہ ابھی کشف المحجوب کی تحریر کا پہلا ہی مرحلہ تھا، ہرات کے پیر موصوف شیخ الاسلام انتقال فرما چکے تھے اور لازمی طور پر وہ زمانہ ۴۸۱ ہجری کے بعد کا زمانہ تھا نہ کہ پیشتر کا ۔ اور اسی زمانے میں ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں بقید حیات تھے اور کشف المحجوب کے ابتدائی مضامین لکھ رہے تھے ۔

دونوں کتابوں یعنی کشف المحجوب اور طبقات الصوفیہ امالی خواجہ عبداللہ انصاری کا باہم مقابلہ کرنے سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ طبقات الصوفیہ ہجویری تک نہیں پہنچی تھی، اس لیے آپ نے انصاری کا قول مذکور ان کی دوسری کتابوں سے لیا ہوگا یا سنا ہوگا ۔ اور چونکہ طبقات الصوفیہ کو بھی انصاری کے مریدوں میں سے کسی نے ان کی وفات کے بعد لکھا، جس کی تالیف کی تاریخ ۴۸۱ ھ کے بعد ۵۰۰ ہجری تک پہنچتی ہے ، اس لیے معلوم ہوتا ہے ، کہ دونوں کتابیں طبقات اور کشف المحجوب ایک ہی زمانے میں تحت تحریر و تالیف تھیں، اور یہی سبب ہے کہ طبقات ہجویری تک نہیں پہنچی تا کہ اس سے کسی طرح کا استفادہ یا اقتباس کیا جا سکتا ۔

اس لحاظ سے ہماری رائے یہی ہو سکتی ہے کہ کشف المحجوب کی تالیف کے مکمل ہونے کا زمانہ بھی ۴۸۱ھ سے ۵۰۰ تک ہوگا اور عارف ہجویری علیہ‌الرحمہ بھی اس زمانے میں لاہور میں حیات ہونگے۔

شیخ قسورہ گردیزی اور سال ۵۰۰ ہجری

ایک دوسری شخصیت جن کا ذکر کشف المحجوب میں آیا ہے وہ شیخ قسورہ بن محمد گردیزی ہیں جو رجال متاخرین صوفیہ کے بارے میں (ص ۲۱۸ مطبوعہ لینن گراڈ) اس طرح فرماتے ہیں :-
"و شیخ اوحد قسورہ بن محمد الجردیزی با اهل طریقت شفقتی تمام دارد و هر یک را بنزدیک وی حرمتی هست و مشایخ را دیده است"

شیخ قسورہ کا اسم گرامی ان کے خاندان کے افراد کے قول کے مطابق جو ملتان میں مسکون ہیں شاہ علی قسور تھا اور موصوف شاہ یوسف گردیزی کے دادا تھے جن کا ذکر اخبار الاخیار (ص، ۶۰ مطبوعہ دھلی ۱۳۰۹ھ) میں آیا ہے۔ شیخ قسورہ کا مزار کابل کے جنوب صوبہ پختیا میں بمقام گردیز معلوم و مشہور ہے۔ (ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین لاہور فروری سنہ ۱۹۵۳ء)۔

شیخ قسور یا قسورہ جو بقول ہجویری شیخ اوحد اور مشفق ہمعصر تھے، لازمی طور پر ۴۵۰ھ کے قریب غزنہ اور گردیز میں رہتے تھے اور شیخ الاسلام کے منصب پر فایز تھے۔ چنانچہ فخر مدبر مبارک شاہ نے حدود ۶۱۰ھ میں اپنی کتاب آداب الحرب و الشجاعہ میں ان کا ذکر کیا ہے جو برطانوی عجایب خانہ کے دو نسخوں میں سے ایک میں

شیخ الاسلام قسور اور دوسرے میں قشور درج ہے، اور فخر مدبر نے گردیز میں شیخ موصوف کی تربت اور کرامتوں کے بارے میں ایک حکایت بیان کی ہے (اقتباسات آداب الحرب و الشجاعه ص ۴۸ طبع لاهور سنه ۱۹۳۸ میلادی) ۔ حکایت مذکور اس زمانے سے متعلق ہے، جس زمانے میں ملک علاؤالدین غوری (جہانسوز) نے شہر غزنی کو تاراج کیا تھا، اور سلطان بہرام شاہ غزنوی اپنی حکومت کے اعیان و ارکان کو همراه لے کر هندوستان بھاگ گیا تھا، اس زمانے میں شیخ قسوره فوت ہو چکے تھے اور ان کی تربت ان کے عقیدتمندوں کی زیارت گاہ تھی ۔ چونکہ بہرام شاہ کی سلطنت کا زمانہ ۵۱۱ هجری سے ۵۴۷ هجری تک رہا ہے، اور شہر غزنی کی بربادی ملک علاؤالدین جہانسوز کے هاتھوں ۵۴۵ هجری میں عمل میں آئی (افغانستان بعد از اسلام از حبیبی (قلمی) و تاریخ عرب ازسید میر علی ص ۳۳۰ عربی طبع مصر ۱۹۳۸ء دایرۃالمعارف اسلامی لیڈن ص ۲ - ۱۵۳ میں سال تخریب غزنہ بدست جہانسوز ۵۴۴ھ/۱۱۴۹م ہے) ان امور سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شیخ الاسلام قسوره گردیزی ۵۰۰ هجری کے آغاز میں وفات پا چکے تھے : اس لیے کشف المحجوب کے مکمل ہونے کا زمانہ بھی (۵۰۰ھ) کے بعد کا تعین نہیں کیا جا سکتا، بلکہ پانچویں صدی هجری کے آخر زمانے میں ہونا چاہیے ۔

حسین زنجانی کے قصے اور مفتی لاهوری کے قول میں تضاد

حضرت علی هجویری هندوستان کے صوفیای قدیم میں بڑی شہرت کے مالک تھے ان کی وفات کے بعد بھی ان کی کتاب کشف المحجوب اور ان کی تربت اس فرقہ کے افراد کے لیے موجب ایمان و عقیدت رہی ہے ۔

شیخ علی محمود جاندار کے قلمی نسخے ''درر نظامی'' سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نظام‌الدین اولیاء دھلوی متوفی ۷۲۵ھ فرمایا کرتے تھے : ''کشف المحجوب از تصنیف شیخ علی هجویری است قدس اللہ روحه العزیز اگر کسی را پیری نباشد چون این کتاب را مطالعه کند او را پیدا شود و من این کتاب را بتمام مطالعه کرده ام (از نسخه قلمی درر نظامی مملوکه سید علیم‌الدین خادم درگاه سلطان المشایخ دهلی بحواله تصوف اسلام ص ۵۲) -

حضرت نظام اولیاء رح نے جو هجویری کے وصال کے دو سو سال بعد زندہ تھے لاھور میں حضرت هجویری کی آمد کے متعلق اپنے ملفوظات میں ایک روایت بیان فرمائی ہے جس کو ان کے ایک دانشمند مرید امیر حسن علا سجزی نے نقل کیا ہے : ''شیخ حسین زنجانی و شیخ علی هجویری دونوں ایک ھی مرشد (ابوالفضل محمد بن حسن ختلی متوفی ۴۶۰ھ) سے بیعت رکھتے تھے - شیخ حسین زنجانی عرصه سے لاھور میں سکونت پذیر تھے - ایک روز شیخ علی هجویری کو مرشد کا حکم ملا کہ لاھور میں سکونت اختیار کرو - عرض کیا کہ وھاں شیخ حسین پیشتر سے موجود ھیں، مکرر ارشاد ھوا کہ تم جاؤ - شیخ علی هجویری نے تعمیل حکم کی، شب میں لاھور پہنچے، اسی شب میں شیخ حسین نے انتقال کیا (فواید الفواد ص ۳۵) -

یه روایت جس کی قدامت سات صدیوں سے کم نہیں اور جو فواید الفواد میں شیخ نظام‌الدین اولیا سے به سند صحیح و ثقه چلی آ رھی ہے، غالبا درست ہے، اور زنجانی اور هجویری کے ھمعصر ھونے اور موخرالذکر کے جانشین ھونے کو ثابت کرتی ہے - .

لیکن تعجب کی بات یہ ھے کہ مفتی غلام سرور نے اسی قول کو فواید الفواد کے حوالے سے خزینۃ الاصفیا (۲ ص - ۲۳۲) میں بیان فرمایا ھے، لیکن اسی کتاب کی جلد دویم صفحہ ۲۵۰ پر حسین زنجانی کے حالات کی شرح میں (جس میں غلطی سے حسن چھپ گیا ھے) کہتے ھیں "کہ وفاتش باقوال صحیحہ در سال ۶۰۰ ھجریست" یعنی اقوال صحیحہ کی رو سے آپ کا سال وفات ۶۰۰ھ ھے -

لاھوری نے کلمات "عارف حسین زنجانی" سے ابجدی حساب کے مطابق زنجانی کا سال وفات ۶۰۰ھ بھی استخراج کیا ھے - اور ان کے اقوال میں یہ تضاد و تناقض موجود ھے -

بہر حال مفتی لاھوری کے اس سہو کی بنا پر ھم نظام‌الدین اولیاؒ کے اس پرانے قول کی کسی صورت میں بھی تردید نہیں کر سکتے، جب تک اس کے مقابلے میں کوئی دوسری قدیم تر اور معتبر سند موجود نہ ھو -

لیکن جس طرح سابقہ دلایل کی روشنی میں ھجویری کی تاریخ وفات ۴۶۵ھ کا درست ھونا ناقابل تسلیم ھے ، اسی طرح ھمیں مفتی لاھوری کی بیان کردہ تواریخ وفات قبول کرنے میں بھی جس کی کوئی سند پیش نہیں کی گئی احتیاط کرنا چاھیے -

نتیجہ

آخر میں نتیجہ مختصر طور پر عرض ھے کہ علی ھجویری غزنوی علیہ الرحمہ نے لازمی طور پر ۴۸۱ ھجری اور ۵۰۰ ھجری کے درمیان وفات پائی ھوگی -

ڈاکٹر ا ۔ د ۔ نسیم

چندا

(اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ)

خدا نے شاعری کا ملکہ ودیعت کرنے میں اگرچہ مرد و زن کی تخصیص نہیں کی لیکن اس میں شک نہیں کہ دنیا کی ہر زبان کے شاعروں کی غالب اکثریت مردوں کی رہی ہے۔ اسکے جہاں اور وجوہ ہو سکتے ہیں ایک بڑی وجہ غالباً یہ بھی ہے کہ عورت کی فطری حیا انسان کے متنوع خیالات اور متلون جذبات کے اظہار کے راستے میں حائل رہی ہے۔ دنیا کے دوسرے ملکوں اور زبانوں کی شاعری کے سلسلے میں یہ بات پورے طور پر درست نہ بھی ہو، اسلامی مشرق خصوصاً ہندی مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کے پس منظر میں غور طلب ضرور ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی تہذیبی زندگی میں عورت کا مقام جب تک کلی طور پر پس دیوار رہا، اردو شاعرات کا سراغ نہیں ملتا۔ اسکی شہادت ان تذکروں سے بھی ملتی ہے جو اردو شاعری کے آغاز سے لیکر شاہ عالم ثانی کے زمانے تک کے شاعروں پر لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے دو تذکرے، ایک خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی کا گلشن گفتار،، اور دوسرا لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی کا چمنستان شعراء تو جنوبی ہند میں لکھے گئے ہیں اور باقی دہلوی ماحول کی پیدا وار ہیں۔ دہلی میں لکھے جانے والے تذکروں میں میر کے نکات الشعراء، قیام الدین قائم کے مخزن نکات اور فتح علی گردیزی کے تذکرہ ریختہ گوئیاں کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ان سب تذکروں کے

اوراق کی سیاھی میں صنف نازک کا ایک نام بھی چمکتا ھوا دکھائی نہیں دیتا ۔ نواب درگاہ قلی خاں نے اپنی مشہور تصنیف مرقع دھلی میں بارھویں صدی ھجری کی دھلی کی جو رنگین تصویر کھینچی ھے اس میں بھی جہاں ارباب نشاط اور بعض دوسرے اھل فن اور شاعروں کے مختلف رنگ جھلکتے ھیں کسی اردو شاعرہ کا نقش نظر نہیں آتا ۔

سیاسی اور اقتصادی حالات کے تحت جب اردو شاعری کا مرکز نقل دھلی سے لکھنئو منتقل ھوا تو یہاں پہلی دفعہ چند شاعرات منظر عام پر آئیں ۔ جن میں سے کچھ نو شہزادیاں تھیں اور کچھ بازاری عورتیں ۔ غلام ھمدانی مصحفی نے تذکرۂ ھندی گویاں میں ان میں سے پانچ چھ کے حالات لکھے ھیں ۔ لکھنئو میں شاعرات کا وجود وھاں کی اس مخصوص تہذیب اور منفرد معاشرت کا مرھون منت ھے جو شاھان اودھ کے زمانے میں پیدا ھوگئی تھی ۔ اس معاشرے میں عورت اور مرد کے درمیان وہ آھنی پردے اور اونچی دیواریں حائل نہ رھی تھیں جو دھلوی تہذیب کا خاصہ تھا اور عورت پردے سے نکل کر تیزی سے میلے ٹھیلوں، عرس تماشوں، مجلسوں اور سیرگاھوں بلکہ کوٹھوں کی زینت بن رھی تھی ۔ اور امرا و شرفا طوائفوں اور رنڈیوں سے راہ و رسم رکھنے کو معاشرت کا ایک ضروری جز تصور کرنے لگے تھے ۔ فیض بخش نے تاریخ فرح بخش اور غلام علی نے عمادالسعادت کے نام سے شاھان اودھ کے جو حالات لکھے ھیں ان میں پادشاھوں اور رعایا کی رنگینی طبع کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ھے ۔ عبدالحلیم شرر نے اپنے مضمون ''مشرقی تمدن کا آخری نمونہ،، میں تو بڑی وضاحت سے سب کچھ لکھا ھے ۔ آخری شاہ اودھ واجد علی شاہ اختر

کی زندگی اور تصانیف میں بھی لکھنئو کی اندر سبھاؤں کے مرقعے موجود ھیں ۔ اردو اصناف سخن میں ریختی کی اختراع بھی عورتوں کے ساتھ اسی کھل کھیلنے کا نتیجہ ھے ۔ ایسی فضا میں جہاں انشاءاللہ خاں انشاء، سعادت یار خاں رنگیں اور جان صاحب نے عورتوں کی زبان اپنے منہ میں لیکر شاعری میں چٹخارے لیے اور قلندر بخش جرأت نے معاملہ بندی کے پردے میں صنف نازک کے ساتھ چوما چاٹی کے مزے لوٹے ، خود عورتوں نے بھی جذبات دل کے اظہار میں کوئی جھجک یا شرم محسوس نہ کی اور پھر جب دھلی اور لکھنئو کی سلطنتوں کے سقوط کے بعد مغربی تمدن کی عام رو نے اخلاق قدروں کو بالکل نئے زاویے بخشے تو ملک کے دوسرے حصوں میں بھی کئی شاعرات پیدا ہونے لگیں اور ان کے حالات و کوائف پر باقاعدہ تذکرے لکھے جانے لگے ۔ ایسے تذکروں میں کریم‌الدین کے تذکرہ گلدستہ ناز، عبدالحی صفا کے تذکرۂ شمیم سخن اور درگا پرشاد نادر کے تین تذکروں، تذکرہ گلشن ناز، تذکرہ چمن انداز اور تذکرہ بہارستان ناز کے نام قابل ذکر ھیں ۔ ان تذکروں میں جن عورتوں کا ذکر ھے وہ معاشرے کے مختلف طبقات سے تعلق رکھتی ھیں اور ان میں شہزادیوں اور شریف زادیوں سے لے کر رنڈیوں اور طوائفوں تک کے نام دیکھنے میں آتے ھیں، مگر ان میں کثرت ایسی شاعرات کی ھے جن کا سرمایہٴ شعری چند اشعار، غزلوں یا نعتوں سے زیادہ نہیں ۔ باقاعدگی سے شعر کہنے والی عورتیں گنتی کی ایک دو ھیں اور ان میں ایک طوائف ماہ لقا متخلص بہ چندا کا نام اس لیے اھمیت رکھتا ھے کہ اس نے باقاعدہ اپنا دیوان مرتب کیا ھے اور غالباً اس میدان میں اولیت کا سہرا بھی اسی کے سر ھے ۔

چندا ایک بہت اونچے گھرانے کی عورت تھی۔ اسکا باپ مرزا سلطان بلخ سے ہندوستان آیا تھا۔ شاہنواز خاں نے مآثرالامراء میں لکھا ہے کہ وہ شاہ عالم کی شہزادگی کے زمانے میں صلابت خاں اور بادشاہی زمانے میں بسالت خاں کے خطاب، سے بخشئی فوج کے عہدہ پر ممتاز تھا۔ اس کی شادی گجرات کی ایک حسینہ راج کنور بائی سے ہوئی تھی۔ اسی راج کنور بائی کی کوکھ سے ۱۱۷۲ھ میں چندا
۱۷۵۸ء
پیدا ہوئی۔

چندا کو بچپن ہی سے معیاری تعلیم و تربیت دی گئی اور علم و ادب کے ذوق کے ساتھ ساتھ اس میں بعض مردانہ فنون کا شعور بھی پیدا کیا گیا، چنانچہ اس نے عنفوان شباب کو پہنچنے تک اسپ تازی، نیزہ بازی اور تیراندازی کے فن میں بھی کافی دستگاہ بہنچا لی۔ درگاپرشاد نادر تذکرۂ چمن انداز میں اس کی زندگی کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ :

"وہ سوار ہوکر اس قدر آسن جماتی تھی کہ جولانگاہ میں اچھے اچھے چابک سواروں کا قافیہ تنگ کرتی تھی"۔

مولوی کریم‌الدین، صاحب طبقات الشعراء نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ وہ مردوں کی مانند ورزش کرتی تھی، لیکن چندا اپنے ان مردانہ اور سپاہیانہ مشاغل کے باوجود علم و فن میں سرآمد روزگار تھی۔ شعرگوئی کا نہ صرف خود ذوق رکھتی تھی بلکہ دوسرے شاعروں کی سر پرستی بھی کرتی تھی۔ عبدالغفور نساخ نے تذکرہ سخن شعرا میں کہا ہے کہ وہ شاعروں کی بہت عزت کرتی تھی عبدالحی صفا نے شمیم سخن میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ چند شاعر اس کے باقاعدہ

نوکر تھے۔ اس فقرے سے غالباً ان کی مراد یہ ھے کہ کچھ شاعر چندا سے توسل رکھتے تھے اور وہ ان کی میشت کی کفیل تھی۔ یہ بات غلط معلوم نہیں ھوتی اس لئے کہ چندا طبعی ذوق رکھنے کے علاوہ ایک مالدار اور صاحب حیثیت عورت بھی تھی۔ اس نے بےشمار دولت ورثے میں پائی تھی۔ اسکا ثبوت تذکرہ بہارستان ناز کی اس عبارت سے مل سکتا ھے جس میں وہ کہتے ھیں کہ :

''چندا ایک امیر عورت تھی اور پانچ سو سوار ھر وقت اس کے جلو میں رھتے تھے''۔

چندا کے گھر ہر شاعرانہ محفلیں بھی منعقد ھوتی تھیں جن میں دوسرے اچھے اچھے شاعروں کے علاوہ عہد آصفیہ کے مشہور شاعر اور وقائع نگار۔ شیر محمد خاں ایمان خاص طور پر شریک ھوتے تھے۔ ایمان چندا کے استاد تھے۔ اور اس پر جان چھڑکتے تھے۔ محی‌الدین زور نے مخطوطات کتب خانہ آصفیہ کی فہرست میں ایک جگہ لکھا ھے کہ ایمان کا چندا سے خاص تعلق تھا۔ اس تعلق کی غمازی کلیات ایمان کے بعض اشعار، رباعیوں اور نظموں سے بھی ھوتی ھے۔ چندا کی شان میں ۱۷۰ اشعار کی ایک مثنوی میر عالم بہادر نے بھی لکھی ھے جس میں اسکے حسن کی بہت تعریف کی گئی ھے۔ مثال کے طور پر ان اشعار کو دیکھیے

اے مہر سپہر روشنائی
سر تا پائے تو دلربائی

اے مردم دیدۂ محبت
سر تا قدمت طلسم الفت

یہ محض شاعرانہ خیال آرائی اور مبالغہ آمیزی نہیں بلکہ اس زمانے کے بعض تذکرہ نگاروں اور دوسرے مصنفوں نے بھی اس کے حسن شور انگیز کا ذکر کیا ہے قدرت‌اللہ قاسم مجموعۂ نعز میں لکھتے ہیں کہ :

''بہ عشوہ و ناز دلہا می رباید اما سرش بہ ہرکس فرو نمی آید''۔

سید نصیرالدین خاں قدرت نے سلاطین آصفیہ کی تاریخ دلفروز کے دیباچے میں جسکی تالیف چندا کی مرہون منت ہے۔ اسے ماہ مُنیر فلک انبساط اور نازنین چار بالش رعنائی کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس تاریخ کا ایک مخطوطہ برٹش میوزیم لندن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اسکی وجہ تالیف خود چندا نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

''چوں حقوق تربیت و عنایت خاندان عالیہ آصفیہ خصوصی نوازش و عنایت حضرت نواب غفران مآب آصف جاہ ثانی بریں عاجزہ بے مقدار بہ چندیں سرفرازی‌ها ثابت و محقق است۔ لہذا دل فدویت چناں می خواهد کہ تاریخ در مآثر ایام سلطنت آں حضرت بہ عنوان اجمال کردہ شود'' (بحوالہ یورپ میں دکنی مخطوطات)

اس اقتباس سے جہاں چندا کی علمی مصروفیات پر روشنی پڑتی ہے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ آصف جاہ ثانی کی پروردہ تھی۔ نصیرالدین خاں قدرت نے راجہ راؤ رنبھا بہادر سے بھی اس کے توسل کا ذکر کیا ہے۔

سپاهیانہ مشاغل، علمی مذاق اور ادبی ذوق کے علاوہ چندا رقص و موسیقی کے فن میں بھی اپنی نظیر آپ تھی - اسکا مظاہرہ وہ اکثر ایسی مجلسوں میں کیا کرتی تھی جن میں امرا اور شرفا شریک

ہوتے تھے۔ بعض دفعہ اونچے طبقے کے انگریزوں کی محفلوں میں بھی مدعو کی جاتی تھی۔ بلوم ھارٹ نے کتب خانہ انڈیا آفس لندن کے اردو مخطوطات کی فہرست میں ایک ایسی ھی تقریب کا ذکر کیا ھے جو ۱۸ اکتوبر ۱۷۹۹ء کو مسٹر ایلسن کے گھر پر منعقد ہوئی تھی اور اس میں سرجان ملکم بھی موجود تھے۔

چندا کی اس پہلودار شخصیت سے رقص و موسیقی کے پہلو کو لیکر ھی شاید بعض تذکرہ نگاروں نے اسے بازاری عورت اور رنڈی کہہ دیا ھے۔ چنانچہ مولوی کریم‌الدین طبقات شعراء میں لکھتے ھیں کہ وہ ایک محبوبۂ بازاری ھے۔ مولف تذکرہ اختر تاباں نے تو اسکی نوچیوں کا ذکر بھی کر دیا ھے یہ غلط فہمی غالباً اس وجہ سے پیدا ہوئی ھے کہ فارسی میں اردو شاعروں کے جو تذکرے لکھے گئے ھیں ان میں چندا کو رقاصہ اور طوائف کے نام سے یاد کیا گیا ھے۔ مثلاً قدرت اللہ قاسم مجموعۂ نغز میں کہتے ھیں :

"چندا رقاصہ زنے است روشن اندام"

اور اس رقاصہ کے لفظ سے بعد کے تذکرہ نگاروں نے دھوکا کھاکر اسے بازاری عورت بنا دیا۔ اصل میں نہ وہ بازاری عورت تھی اور نہ رنڈی بلکہ محض ایک رقاصہ یا طوائف تھی۔ طوائف کا لفظ آجکل ھر اس عورت کیلیے استعمال کیا جاتا ھے جو عصمت فروشی کیلیے بازار کی زینت بنتی ھے، لیکن قدیم زمانے میں اس لفظ کا اطلاق محض اس عورت پر ہوتا تھا جو مختلف حکہ گھوم پھر کر اپنے رقص خصوصاً موسیقی کے فن کا مظاھرہ کرتی تھی۔ چندا کو تذکرہ نگاروں نے انھی معنوں میں

طوائف یا رقاصہ کہا ہے البتہ یہ بات ضرور غور طلب ہے کہ اتنے اونچے اور شریف خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود اس نے رقاصہ اور طوائف بننا کیوں پسند کیا۔ تذکرہ نویس اس بارے میں خاموش ہیں مجھے اس میں چندا کی ماں راج کنور بائی کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔ یہ راج کنور بائی کون تھی۔ مورخوں نے اسے محض محمد حسین کی بیٹی اور گجرات کی حسینہ کہنے پر اکتفا کی ہے، ایک آدھ نے اسے گجرات کی خاندانی حسینہ بھی کہا ہے۔ لیکن نام سے کچھ یوں شبہ پڑتا ہے کہ وہ خاندانی ہونے کی بجائے اہل نشاط میں سے تھی یا کم از کم اس زمانے کی عام مسلمان گھریلو عورتوں کے برعکس آزاد منش ضرور تھی۔ ماں کی شخصیت و اثر کا یہ عکس چندا کے نام میں بھی نظر آتا ہے۔ وہ اگر راج کنور بائی تھی تو یہ ماہ لقا بائی۔۔ قیاس کہتا ہے کہ چندا نے ماں کے سایہ عاطفت میں رقص و سرور کے جس فن میں گھر پر کمال حاصل کیا تھا اسی کی نمود کے شوق اور بعض احباب کے تعلقات اور تقاضوں نے اسے معزز اور خاندانی گھرانوں کی مختلف تقاریب میں شریک ہونے پر بھی مجبور کیا۔ ورنہ وہ ایک با اخلاق عورت تھی۔ چندا کی شخصیت کے ان متضاد عناصر کا کئی مصنفوں نے ذکر کیا ہے:

مصنف تاریخ دل افروز اس کے نظام الاوقات پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں:

> ''صبح اٹھ کر نماز پڑھتی اور طلوع آفتاب تک داعیہ میں مصروف رہتی۔ پھر قرآن پڑھتی .... دوپہر کو ظہر کی نماز پڑھ کر عصر تک برابر تسبیح و تہلیل میں

مشغول رهتی۔ نماز عصر کے بعد دیوان خانه میں آتی۔ اور گھریلو امور کی طرف توجه دیتی۔ اس کے بعد اهل علم و سخن جمع هوتے اور دیر تک علمی ادبی گفتگو هوتی۔ کتابوں کا بڑا شوق رکھتی تھی۔ اکثر حبیب‌السیر اور روضۃالصفا زیر مطالعه رهتیں ۔ بعض فارسی اور ریخته دیوان بھی پڑھتی یه صحبت نماز مغرب تک چلتی۔ اسکے بعد کھانا هوتا۔ نماز عشا سے فارغ هونے کے بعد اساتذه موسیقی جمع هوتے اور آدھی رات تک یه محفل گرم رهتی۔ ۔ ۔ ۔ رمضان میں روزه کی بجائے روزانه ۱۲۰ خوان غرباً کو دیا کرتی"

(بحوالهٔ دکن میں اردو)

اس پسندیده صورت اور نیک سرشت شاعره نے ۱۲۳۶ھ میں (تقریباً ۱۸۲۰ء ۵۹ برس کی عمر میں) حیدرآباد میں وفات پائی اور وهیں کوه مولا کے قریب مدفون هوئی۔ جهاں اسکا مقبره اب بھی موجود هے۔

چندا کا دیوان اب تک غیر مطبوعه هے اور اسکے نسخے بہت کمیاب هیں ۔ ایک نسخه ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مخطوطه کی صورت میں انڈیا آفس لندن کے کتب خانے میں اور غالبا ایک نسخه کتب خانه جامعه عثمانیه حیدرآباد دکن میں موجود هے۔ اسکے شروع میں نصیرالدین خاں قدرت کا لکھا هوا فارسی دیباچه هے، جس میں پهلے حمد و نعت و منقبت هے پھر آصف جاه ثانی کی مدح میں شعر هیں، اسکے بعد ارسطو جاه دیوان وقت کی تعریف هے پھر راجه راؤ رنبھا بهادر کی مدح هے اور آخر میں چندا کے کمال کی داد دی هے۔ انڈیا آفس کے مخطوطه کی

تشریح بلوم ہارٹ نے ان الفاظ میں کی ہے -

"نمبر ۲۱۸ - سائز ۹½ × ۵¾ ہر صفحے پر ۱۱ سطریں خط نستعلیق" -

یہ نسخہ چندا نے خود ایک رقص کی تقریب کے موقعہ پر سرجان ملکم کو تحفہ کے طور پر دیا تھا - یہ بات دیوان کے سر ورق کی اس عبارت سے ظاہر ہوتی ہے -

"دیوان چندا - حیدرآباد کی ذی شان ملکہ یہ کتاب اس غیر معمولی عورت کی طرف سے سرجان ملکم کو ایک محفل رقص میں نذر کے طور پر پیش کی گئی" -

یہ دیوان ۱۲۱۵ھ میں جب نواب نظام علی خاں آصف جاہ کی حکمرانی کے ۳۷ سال ختم ہو چکے تھے - مرتب ہوا دیوان کی ترتیب کی تاریخ "ہو اللطف الاعظم" ہے -

نو ورق کے دیباچے کے بعد اصل دیوان شروع ہوتا ہے - آغاز میں اس زمانے کی ادبی روایت کے مطابق حمد و نعت کے اشعار ہیں اور اور پھر ردیف وار غزلیں موجود ہیں -

دیوان میری دسترس سے باہر ہونے کی وجہ سے میں چندا کے کلام پر کوئی ناقدانہ نظر نہیں ڈال سکتا - البتہ جو اشعار مختلف تذکروں میں دیکھنے میں آئے ہیں - ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ

خوشگو اور شگفتہ کلام ہو گی ۔ نمونے کے طور پر چند شعر دیکھیے ۔

ملتے ہیں توقع پہ تری غیر سے کم ہم
رکھتے ہیں ترے دور میں یہ چشم کرم ہم

چشم کافر بھی ہے اور غمزہ خونخوار بھی ہے
قتل کو پاس سپاہی کے یہ تلوار بھی ہے

کم بخت پارہ پارہ کر ڈالوں آئینہ کو
پر کیا کروں کہ تیرا رو درمیان ہیگا

اور شاید یہ شعر اس نے اپنی صفائی میں کہا ہوگا :

اخلاق سے تو اپنے واقف جہان ہیگا
پر آپکو غلط کچھ اب اک گمان ہیگا

مظفر ملک

صنف مرثیہ کے ارتقاء میں میر کا حصہ

پچھلے چند سالوں میں میر کے کلام کا بڑا چرچا ہوا ۔ علی گڈھ سے خواجہ احمد فاروقی کی مبسوط کتاب ''میر تقی میر ۔ حیات اور شاعری'' شائع ہوئی ۔ لاھور سے جناب ڈاکٹر سید محمد عبداللہ صاحب کے مضامین کا مجموعہ ''نقد میر'' کے نام سے طبع ھوا ۔ دلی سے مالک رام صاحب کے مقدمے کے ساتھ ''ذکر میر'' کا اردو لفظی ترجمہ شائع ھوا ۔ اور کراچی سے ڈاکٹر عبادت صاحب بریلوی کا مرتبہ ''کلیات میر'' چھپا ۔ لکھنئو سے جناب سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب کی توجہ سے میر کے مراثی کا مجموعہ چھپ کر شائع ھوا ۔ رسائل میں سے ساقی کراچی نے میر کے چھ دیوانوں کا ردیف وار انتخاب ''میر نمبر'' میں پیش کیا ۔ دیگر مضامین‌نگار حضرات میں سے جناب اثر لکھنئوی اس موضوع پر حسب معمول پیش پیش رھے ۔ اور ان کے کئی مضامین میر کے کلام کی وضاحت میں مختلف رسائل میں طبع ھوے۔

میر کے کلام کی اشاعت اور اس پر تنقید و تبصرہ کی اس کثرت کے باوجود میر کے مرثیوں کو وہ اھمیت نصیب نہ ھوئی جس کے وہ مستحق تھے ۔ صرف اسی قدر ھوا کہ وہ عبادت صاحب کے مرتبہ کلیات میر میں جگہ پا گئے ۔ گویا ان کے وجود کا اقرار کر لیا گیا ۔

میر کے متعلق ایک عام اور درست خیال ھے کہ ان کی طبیعت مرثیے کی تصنیف کے لیے نہایت موزوں تھی ۔ لذت الم ان کی غذا اور

آہ و بکا ان کا شغل پسندیدہ تھا :

ٹپکا کرے ہے آنکھ سے لوھو ھی روز و شب
چہرے پہ میرے چشم ہے یا کوئی گھاؤ ہے
ھمسائے مجھے رات کو رویا ھی کرے ھیں
سوتے نہیں بے چارے میری نالہ کشی سے
تالو سے زباں رات کو مطلق نہیں لگتی
عالم ہے سیہ خانہ مری نوحہ گری سے

ایسی موزوں طبیعت نے جو مرثیئے کہے ھیں، ان میں تاثیر جسے عرف عام میں ''مرثیت،، کہا جاتا ہے کس قدر ھوگی ! مرثیہ کے ارتقاء میں ان کا حصہ کس قدر ھوگا ؟ نیز اپنے عہد میں ان کے مرثیئے کس قدر مقبول ھوں گے !!! یہ سب امور غور طلب ھیں ۔ وہ اپنے عہد کی مجالس میں اپنے مرثیوں کی مقبولیت کا ذکر یوں کرتے ھیں :

پڑھیں گے کوئی مرثیہ میر کا
دلوں میں کرے کام جو تیر کا
پھٹے گا جگر کودک و پیر کا
نپٹ خوں چکاں ھوگی وہ قیل و قال

اور اپنی طبیعت کے مخصوص رنگ کا بھی ذکر فرماتے ھیں :

جو کچھ اے میر آگے چل کے پیش آیا انہیں مت کہہ
کہاں تک نوحہ و زاری کرے گا ھر گہ بے گہ
بہیں سے رنگ تیرے دل کا پیدا ہے بس اب چپ رہ
کہ جو آنسو گرے ہے آنکھ سے یاقوت احمر ہے

مگر بد قسمتی سے ہوا یہ کہ کسی غیر معروف شاعر میر محمد تقی گھاسی نے ایک مرثیہ '' دلوں پہ محبوں کے عالم عجب ہے'' کہہ دیا اور اس پر مرزا سودا نے تنقید کر دی ۔ سودا اور میر کی معاصرت کا بھلا ہو کہ میر گھاسی کا وہ مرثیہ میر تقی میر کے ذمے لگا دیا گیا ۔ اور کافی مدت تک لگا رہا ۔ بارے اب اس کی تردید ہو چکی ہے ، مگر اتنا طویل عرصہ میر کے مراثی کی عدم اشاعت کا یہ اثر ہوا کہ ارتقاے صنف مرثیہ میں میر کا نام ہی نظر انداز ہو گیا ۔ مرثیہ کو مسدس کا قالب عطا کرنے کا سہرا بھی تنہا سکندر یا سودا کے سر باندھ دیا گیا حالانکہ میر تقی میر، میر ظہور علی خلیق اور راسخ عظیم آبادی کے ہاں بھی مسدس مرثیے موجود ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے اولیت کا شرف کسے حاصل ہے ۔

مرثیہ گوئی کی سب سے پہلی غرض مجالس عزا کی مانگ پورا کرنا ہے محرم کی مجالس میں واقعات کربلا کی رعایت سے مرثیہ کا موضوع ہر روز بدل جاتا ہے ۔ انیس و دبیر کے ہاں بھی یہ اہتمام قائم ہے ۔ میر نے بھی اس کا التزام کسی حد تک کیا ہے ۔ چنانچہ ان کے ہاں بھی ہر موضوع پر مرثیہ مل جاتا ہے ۔ جن سے مختلف اثرات پیدا ہوتے ہیں ۔ '' محرم کا نکلا ہے پھر کر ہلال '' '' آیا محرم غم میں رہا کر '' اور '' دل تنگ ہو مدینے سے جب اٹھ چلا حسین '' ابتدائی مجالس کے لیے ہیں ۔ '' تمامئی حجت کی خاطر امام '' میں اس خطبہ کا خلاصہ ہے جو حضرت امام علیہ السلام نے لشکر کوفہ کو مخاطب کر کے دیا ۔ '' فلک قتل سبط پیمبر ہے کل '' ایک نوحہ ہے جس میں واقعات شہادت فعل مستقبل میں بیان کیے گئے ہیں ۔

" سنو یہ قصہ جاں کاہ کربلائے حسین" میں یوم عاشورہ کے واقعات اجمال سے بیان ہیں ۔ " وقت رخصت کے جو روتی تھی کھڑی زار بہن " میں دسویں محرم کے روز شہادت سے کچھ وقت پہلے کے حضرت امام حسین علیہ السلام کے جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے ۔ " آئی ہے شب قتل حسین ابن علی کی " نانویں اور دسویں محرم کے درمیانی رات کے لیے ہے۔ " نہ چھوڑی دشمنوں نے گھر میں شئے دوست " " سجاد کو فلک نے کس کس طرح ستایا " اور " نکلا ہے خیمہ شاہ کو شہ کا جلا ہوا " ایسے مرثیے ہیں جن میں واقعات ما بعد الشہادت کا ذکر ہے ۔ باقی مرثیے قدیم دکنی نوحوں کی طرز میں ہیں ۔ جن میں کسی واقعہ یا جملہ واقعات کے امتزاج کے بیان سے غم انگیز تاثرات پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے ۔

میر کے مرثیوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ پیشہ‌ور مرثیہ گویوں کے برعکس غیر مصدقہ روایات پر کم بھروسہ کرتے ہیں ۔ مصدقہ روایات اور مشہور واقعات کو سیدھے سادھے انداز میں بیان کرتے ہیں اور اسی سے وہ تاثیر پیدا کر لیتے ہیں جو دیگر شعرا دور از عقل اور بعید از فہم واقعات کی ایجاد یا کمزور روایات کو نظم کر کے پیدا کرتے ہیں ۔ اس میں میر کے خاص انداز بیان اور غم آگاہ طبیعت کو خاص دخل ہے ۔ کہیں کہیں مروجہ روایات میں سے قاسمؑ کی شادی وغیرہ کا ضمناً ذکر آ جاتا ہے وہ غالباً اس لیے ہے کہ اس روایت کا اس قدر تواتر سے تکرار ہوا ہے کہ عوام میں اسے تاریخی حیثیت حاصل ہو گئی ۔ میر کے خاص رنگ کی نمائندگی مندرجہ ذیل اشعار سے ہوتی ہے ۔ دیکھیے کس قدر سادگی اور سلاست سے حضرت امام

علیه السلام کے خطبه میں پیش کردہ دلائل کو منظوم کر کے غم انگیز تاثیر اور فضا بھی پیدا کر لیتے ھیں :

تماشئی حجت کی خاطر امام
لگا کہنے رو کر سوے اھل شام
کہ اے قوم ! یه طفل اصغر بنام
مرے ھے مری گود میں تشنه کام

نه کوئی مرا یار و یاور رھا
نه قاسم رھا ھے نه اکبر رھا
جسے دیکھتا ھوں سو وہ مر رھا
مرے اقربا تم نے مارے تمام

یه کرتا ھوں میں تم سے پیمان اب
کہ ناموس اپنے اٹھاؤں گا سب
کسو اور جاؤں گا چھوڑا عرب
حبش ھند اپنا کروں گا مقام

نه دعوی کروں گا قیامت کو بھی
کیا پیش کش میں امامت کو بھی
گوارا کیا سب ملامت کو بھی
نه یاں کی مصیبت کا واں لوں گا نام

کس و گو کو اپنے لیے جاؤں گا
نبی کا نواسا نه کہلاؤں گا
جو قسمت میں ھوگا سو واں کھاؤں گا
بدل ڈالوں گا اپنا حیدر کا نام

مسافر عرب نام رکھوں گا میں
کسو سے نہ کچھ کام رکھوں گا میں
قدم آگے ہر گام رکھوں گا میں
کہیں کر رہوں گا سحر اپنی شام

ادھر سے ادھر ہی کروں گا سفر
نہ جانے گا کوئی چلا ہے کدھر
کروں گا وطن کی نہ جانب نظر
کیا میں مدینے کو یاں سے سلام

رفیق اور یاور ہوے سب تلف
ہوا تیغ کا میرا کنبہ علف
نہ سجاد بن کوئی اب ہے خلف
سو اس خستہ کو تپ رہے ہے مدام

امام اپنا گر مجھ کو مت جانو تم
علی کے نہ رتبے کو پہچانو تم
خدا کو تو اے قوم ٹک مانو تم
نہ بندے کے هاتھ آوے پانی کا جام

گئے خویش و فرزند سب درد ناک
ہوے میرے بھائی جگر سینہ چاک
رہا میں سو ہوں مستعد هلاک
گیا خاک میں مل مرا احتشام

گرے کٹ کے یک لخت لخت جگر
گئے مارے یعنی عزیز و پسر
لڑائی تلک جمع تھے وے گھر
لڑی ٹوٹی اب وہ گیا انتظام

ستم جو کیا تم نے ہم نے سہا
میرے اقربا میں نہ کوئی رہا
کمینوں نے کیا کیا نہ منھ پہ کہا
رہا کچھ نہ جب پھر کیا احترام

خرابے سے بد تر ہوا میرا باغ
گئے پھول کل مجھ کو دکھلا کے داغ
کیا خوش نوا طائروں نے فراغ
نپٹ شور زاغاں سے ہے دھوم دھام

کتنی سچی اور دردناک تصویر ہے - حضرت امام[ع] کے کردار کا تشخص اور مظاہرہ کس خوبی سے کیا ہے - نہ کوئی بات خلاف واقعہ دکھائی دیتی ہے نہ خلاف فطرت - اور پھر درد کی شدت بھی کسی قدر نمایاں ہیں - کیا اسے سہل ممتنع نہیں کہا جا سکتا ؟

اس خطاب کے بعد کوفیوں کا جواب اور ایک عیسائی فرنگی کی زبانی عیسائیوں کے خر عیسیٰ کے احترام کی مثال دی گئی ہے، مگر ملعونوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ جناب امام[ع] کو شہید کر دیتے ہیں - اس واقعہ کو کتنا مختصر اور فن کاری سے بیان کیا ہے :

ہوا واقعہ پھر سو جانیں ہیں سب
ستم گذرا ایسا کہاں اور کب
قیامت غضب قہر رنج و تعب
ہوا بے کسانہ تمام اس کا کام

اٹھایا جبیں پر جو زخم سناں
ہوا خاک پر خون از بس رواں
جھکا پشت زیں سے امام زماں
گئی چھوٹ مرکب کی کف سے لگام

غش آیا لہو جو بہت سا گیا
جھکا یعنی سجدے کے مائل ہوا
سر و تن ہوے اتفاقاً جدا
نہ چالیس دن تک ہوا التیام

مندی آنکھ شہ کی ہوا طور اور
ستم‌گار کرنے لگے جور اور
گیا وہ زمانہ ہوا زور اور
گیا سوے سجاد وہ اژدھام

مرثیہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ صنف شاعری ایک خاص مذھب کے ایک خاص فرقے سے متعلق ہے اس لیے اسے بین الاقوامی عظیم ادب میں مقام، عطا نہیں کیا جا سکتا ۔ یوں تو دنیا کا سارا عظیم ادب کسی خاص قوم تہذیب یا معاشرے کا ترجمان ہے ۔ بہر حال چند بنیادی حقائق ایسے بھی ہوتے ھیں جو ہر زمانے اور ہر قوم میں انسان سے علیحدہ نہیں کیے جا سکتے ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اگر کسی خاص مذھب کے رہنما نہ بھی ہوتے پھر بھی ان کے کردار کی عظمت، ان کا عزم مصمم، اعلاے کلمۃ الحق، ظلم کا مقابلہ اور بے مثال قربانی یہ ایسے امور ھیں، جو انہیں ایک عظیم افسانے کا ھیرو بنا سکتے ھیں ۔ اس لیے میر جب حضرت امام علیہ السلام کے مصائب کا ذکر کرتے ھیں،

تو ان سے جو ہمدردی کے جذبے کا اظہار کرتے ہیں وہ رسمی اور تشریفاتی کی بجائے انسانی اور آفاقی ہے ۔ ملاحظہ ہو :

غبار دل نہ کیوں کر ہو بلند آفت رسیدوں کا
نظر آتا نہیں زیر زمیں ہونا شہیدوں کا
کھلےگا کس طرح دل وائے ہم محنت کشیدوں کا
زمیں سے آسمان تک دیکھتے ہیں تو مکدر ہے

جہاں تاریک ہے بیٹے بھتیجے مر گئے سارے
رفیق ایک ایک گن کر دشمنوں نے جاں سے مارے
جفائیں سہتے سہتے بازو ماندے شاہ کے ہارے
چراغ اک نیم کشتہ سا ہے باقی وہ بھی مضطر ہے

کبھی لیتا ہے چھاتی کوٹ منہ کر کے مدینے کو
کبھو دل تنگ ہو کر نوچ لے ہے زور سینے کو
ہے کیونکر نہ وہ ہموار دل کے لوہو پینے کو
نہ جس کا کوئی ہمدم ہے نہ یاری گر نہ یاور ہے

نہیں ان کلفتوں کی تاب لائی جاتی اب ہم سے
لپٹ سی ہونٹ کو لگنے لگی ہے گرمئی دم سے
درونی جل گئی شاہد ہماری آتش غم سے
ٹپکتا آنکھ سے آنسو جو ہے گویا کہ اخگر ہے

کسے آتا ہے باور اب جو کہیے شاہ یہ ایسا تھا
ترا اقبال جیسا چاہیے کل تک نو ویسا تھا
سحر کو کچھ نہ تھا گویا تجھے دن آج کیسا تھا
نہ قدر و منزلت وہ ہے نہ وہ سر ہے نہ افسر ہے

یہ حالات جن کا ذکر مندرجہ بالا اشعار میں ہوا ہے کسی کو بھی پیش آتے ضرور غم انگیز ہوتے ۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ شاعر نے جس انداز سے بیان کیا ہے وہ رسمی ہے یا خود اس کے دل کی آواز ہے ۔ وہ اپنی داستان کے ہیرو کے ساتھ جو ہمدردی رکھتا ہے وہ کسی مخصوص عقیدہ اور تعلق کی بنا پر ہے یا انسانیت کی عالم گیر اقدار کی اساس پر ۔ میر کے مرثیوں کی یہ خوبی ہے کہ وہ اپنی داستان کے کرداروں کو انسان سمجھ کر ان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ۔ دیکھیے اہل حرم کوفے سے شام کو جا رہے ہیں ۔ اس حادثۂ جاں کاہ کو یاد کر کے آپس میں گفتگو کرتے ہیں کیا ان باتوں کے علاوہ بھی کچھ اور ممکن ہے :

حرم کے لوگ معزز تھے سو پریشاں سب
برہنہ پاو سر اونٹوں پہ تھے نمایاں سب
بر شت سوختہ اس واقعہ سے حیراں سب
زباں پہ ہائے حسین اور لب پہ ہائے حسین
کوئی تھی نوحے کی سر گرم غم کش و نا شاد
کسو کے دل سے خوں چکاں فریاد
سکینہ روتی تھی ہر لحظ باپ کو کر یاد
رہی نہ رکھی کسو کی مگر تمنائے حسین
کوئی کہے تھی کہ اکبر کو مر نہ جانا تھا
نہ جنگ گاہ میں عباس کو بلانا تھا
چچا کے ساتھ نہ قاسم کو آہ آنا تھا
کوئی رہا نہ جسے ہم کو سونپ جائے حسین

کوئی کہے تھی کہ یہ بھی خدا کی باتیں ہیں
کبھو کے دن بڑے ہیں یا کبھو کی راتیں ہیں
نشان کھوئے وہی دشمنوں کی گھاتیں ہیں
نگوں پڑا ہے سر خاک پر لوائے حسین

میرزا دبیر اور انیس کے کلام سے مناسب انتخاب کر کے رزم نامہ ہائے کربلا مرتب کیے گئے ہیں ۔ بعض ان میں سے اشاعت پذیر ہو چکے ہیں اور بعض ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ۔ حیات دبیر حصہ دوم میں ایک ایسا ہی حماسہ افضل حسین ثابت نے دبیر کے کلام سے ترتیب دیا ہے ۔ رزم نامۂ انیس کے نام سے سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب کی کاوش دو تین سال پہلے طبع ہوئی تھی ۔ ایک مختصر سا رزم نامہ میر کے مرثیوں میں سے بھی ترتیب دیا جا سکتا ہے ، لیکن ایسی کاوش کا کوئی خاص فائدہ نہیں ۔ کیونکہ جب خود شاعر نے ایسا مناسب نہیں سمجھا تو اسے مرتب کی اختراع کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔

شاہان اودھ کے عہد میں جب مرثیے کو رواج ہوا تو قصیدے کے طرح اس کے بھی مختلف حصے کیے گئے ۔ قصیدے میں جس طرح تمہید کو تشبیب کہتے ہیں ، مرثیے میں اسے چہرہ کا نام دیتے ہیں ۔ میر اس قسم کے التزام قصداً تو نہیں کرتے ، مگر ایک دو جگہ دھندلا سا خاکہ ضرور بن گیا ہے ۔

پہلی صورت جو قدرے بہاریہ رنگ لیے ہوے، مختصر اور قابل داد ہے، یہ ہے :

اس گل باغ امامت کے ہیں پھول
آبیاری جن کی کرتی تھی بطول
سو تن نازک پہ اس کے خاک دھول
دیدنی ہے رنگ صحبت یا رسول

گل سبھی اس باغ کے مرجھا گئے
پودے پامالی میں سارے آ گئے
جور کے آرے شجر سب ڈھا گئے
جاے گلبن سبز و خرم ہیں ببول

اب نہیں ہے برگ و بار و بر کا نام
خار غنچے ہو رہے ہیں گام گام
سیر کر ٹک جور کے تیشوں کا کام
کچھ نہ چھوڑا کیا فروع و کیا اصول

پھر گئی کیا آہ یک باری ہوا
اڑ گئے سب طائران خوش نوا
کیا زمانے نے ستم رکھا روا
جاے بلبل زاغ بیٹھے پھول پھول

ظالماں پژمردہ گل سب کر گئے
خار و خس سے گلستان اب بھر گئے
آدمی کی جنس یعنی مر گئے
باغ جنگل ہو گیا پھرتے ہیں غول

دوسری صورت جو ایک ترکیب بند مرثیے میں ہے وہ بھی بہاریہ انداز کی ہے اس میں بھی فضا کی تشکیل شاعر کے جذبات اور مضمون کی رعایت سے کی گئی ہے، گویا ماحول کے چوکھٹے میں جذبات کی تصویر جڑ دی گئی ہے۔ اس رنگ کو بعد میں میرزا دبیر نے بہت ترقی دی۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

پھر کیا یہ دھوم ہے کہ جہاں ہے سیہ تمام
پھر کیا یہ ماجرا ہے کہ ہے صبح جیسے شام
پھر کیا ہے یہ غبار کہ اٹھتے ہیں دل سے جوش
پھر کیا یہ مجہلہ ہے کہ حیراں ہیں خواص و عام
پھر کیا ہے یہ فتور کہ ہے شور ہر طرف
پھر کیا یہ حشر ہے کہ جہاں میں ہے دھوم دھام
پھر کیا ہے یہ خیال کہ سر دور چرخ میں
جس سے نہیں زمین کے مرکز کا اک مقام
پھر کیسا واقعہ ہے کہ یہ زلزلہ ہے یاں
برہم ہوا سا دیکھتے ہیں دھر کا نظام
کس کا کیا ہے تازہ حوادث نے ایسا خوں
ہر صبح آفتاب پیئے ہے لہو کا جام
پہنچا نہیں وعدہ محشر ابھی مگر
جبریل کہہ کے صل علی جس کا لے ہے نام
زہرا کے دل کا لخت محمد کا نور عین
اسلامیوں کے ظلم سے مارا گیا حسین

جب شہید کی لاش قتل گاہ سے خیمہ میں لائی جاتی ہے تو اہل حرم رونے دھونے لگتے ہیں۔ لکھنوی مرثیے میں اسی مقام کو جس میں

پہلی صورت جو قدرے بہاریہ رنگ لیے ہوے، مختصر اور قابل داد ہے، یہ ہے :

اس گل باغ امامت کے ہیں پھول
آبیاری جن کی کرتی تھی بطول
سو تن نازک پہ اس کے خاک دھول
دیدنی ہے رنگ صحبت یا رسول

گل سبھی اس باغ کے مرجھا گئے
پودے پامالی میں سارے آ گئے
جور کے آرے شجر سب کھا گئے
جاے گلبن سبز و خرم ہیں ببول

اب نہیں ہے برگ و بار و بر کا نام
خار غنچے ہو رہے ہیں کام کام
سیر کر ٹک جور کے نیشوں کا کام
کچھ نہ چھوڑا کیا فروع و کیا اصول

پھر گئی کیا آہ یک باری ہوا
اڑ گئے سب طائران خوش نوا
کیا زمانے نے ستم رکھا روا
جاے بلبل زاغ بیٹھے پھول پھول

ظالماں پژمردہ گل سب کر گئے
خار و خس سے گلستاں اب بھر گئے
آدمی کی جنس یعنی مر گئے
باغ جنگل ہو گیا پھرتے ہیں غول

دوسری صورت جو ایک ترکیب بند مرثیے میں ہے وہ بھی بہاریہ انداز کی ہے اس میں بھی فضا کی تشکیل شاعر کے جذبات اور مضمون کی رعایت سے کی گئی ہے، گویا ماحول کے چوکھٹے میں جذبات کی تصویر جڑ دی گئی ہے ۔ اس رنگ کو بعد میں میرزا دبیر نے بہت ترقی دی ۔ اشعار ملاحظہ ہوں :

پھر کیا یہ دھوم ہے کہ جہاں ہے سیہ تمام
پھر کیا یہ ماجرا ہے کہ ہے صبح جیسے شام
پھر کیا ہے یہ غبار کہ اٹھتے ہیں دل سے جوش
پھر کیا یہ مجہلہ ہے کہ حیراں ہیں خواص و عام
پھر کیا ہے یہ فتور کہ ہے شور ہر طرف
پھر کیا یہ حشر ہے کہ جہاں میں ہے دھوم دھام
پھر کیا ہے یہ خیال کہ سر دور چرخ میں
جس سے نہیں زمین کے مرکز کا اک مقام
پھر کیسا واقعہ ہے کہ یہ زلزلہ ہے یاں
برہم ہوا سا دیکھتے ہیں دہر کا نظام
کس کا کیا ہے تازہ حوادث نے ایسا خوں
ہر صبح آفتاب پیئے ہے لہو کا جام
پہنچا نہیں وعدہ محشر ابھی مگر
جبریل کہہ کے صل علی جس کا لے ہے نام
زہرا کے دل کا لخت محمد کا نور عین
اسلامیوں کے ظلم سے مارا گیا حسین

جب شہید کی لاش قتل گاہ سے خیمہ میں لائی جاتی ہے تو اہل حرم رونے دھونے لگتے ہیں ۔ لکھنوی مرثیے میں اسی مقام کو جس میں

اہل حرم کے جذبات و، آہ و زاری کی ترجمانی ہوتی ہے "بین" کہا جاتا ہے ۔ میر کے ہاں اول تو سارے کا سارا مرثیہ ایک نوحہ یا بین ہو جاتا ہے، مگر بعض مراثی میں "بین" کے بند علیحدہ بھی ملتے ہیں ۔ جن سے نہ صرف یہ کہ حرم کی ترجمانی ہوتی ہے بلکہ مجلس میں جذبات غم کی انگیخت کا بھی کام لیا جا سکتا ہے :

جب وہ شہ بے لشکر میداں میں گیا مارا
گھر بار جلا یک سر ناموس لٹا سارا
سر آ پڑی عابد کے سو بے کس و بے چارا
بے طاقت و بے ہمدم بے یاور و بے یارا
حیران سلوک ان کا کرتا نشر سب پر
سو آنسو پلک ہر تھے سو نالہ دل لب پر

قسمت میں تھا قاسم افسوس جوان مرنا
دلہن کے تئیں اس کی سب عمر تھا دکھ بھرنا
اکبر کے نہ تھے طالع جو گور پڑا دھرنا
کانوں نہ سنا ہرگز اصغر کا سخن کرنا
ارمان جو دل میں تھے دل ہی میں رہے سارے
کیا وقت برا آیا بے وقت گئے مارے

ناگاہ نظر زینب میداں کی طرف آئی
اک لاش میں بھائی کے پیکر کی طرح پائی
بے تاب ہوئی از بس آخر گری چلائی
رو رو کے لگی کہنے کچھ وجہ بتا اے بھائی

منھ تک تو تیرا ایدھر ھوتا نہیں ہے ھرگز
مردے پہ تیرے کوئی روتا نہیں ہے ھرگز
کیا تجھ پہ ھوا ثابت جو لوٹ لیا سب گھر
کیا تو نے کیا جس سے دشمن ہے یہ سب لشکر
کیا جرم ھوا سرزد جو سر نہیں ہے تن پر
جو پردگی ہے کیوں ہے بے پردہ و بے چادر
کچھ بول سبب کیا ہے کیوں تیرے تئیں مارا
ناموس بیاباں میں ہے کاھے کو ہے آوارا
وہ خانۂ دولت ہے اب غیرت ویرانہ
برباد کیا سارا اسباب امیرانہ
ھیں پردہ نشیں اکثر رستے میں فقیرانہ
چلنا ھمیں آیا ہے در پیش اسیرانہ
مردے کو ترے ہم جو چھوڑے ھوئے جاتے ھیں
افراط خجالت سے ھر دم موئے جاتے ھیں

غرض یہ ہے کہ اردو مرثیہ جس نے اپنی آخری شکل دربار اودھ میں جا کر اختیار کی ایک خوبصورت ھیولیٰ کی حیثیت سے میر کے ھاں موجود ہے ۔

میر کے مراثی کی کل تعداد چونتیس ہے ۔ جن میں سے ایک ترکیب بند، تین مسدس، دو قصیدہ کے رنگ میں اور باقی سب (اٹھائیس) مربع ھیں ۔

ثواقب المناقب

اثر

محمد ماه صداقت

بتصحیح

ڈاکٹر وحید قریشی

ثواقب المناقب

دیباچہ

مولانا محمد ماہ صداقت رح کی تصنیف ثواقب المناقب کا یہ متن غالباً پہلی بار شائع ہو رہا ہے ۔

صداقت کا سنہ ولادت معلوم نہیں ۔ کابل میں پیدا ہوئے ۔ وطن کنجاہ (ضلع گجرات) ہے ۔ دلی میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے ۔

ان کے حالات اس سے قبل جناب صادق علی دلاوری ضمیمہ اوریئنٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۴۲ء (ص ۱ تا ۸) میں پیش کر چکے ہیں ۔ مآخذ میں ثواقب المناقب، مجمع النفائس (خان آرزو) اور نشتر عشق (حسین قلی خان) تھے ۔ صداقت کا حال اس کے علاوہ بھی بعض تذکروں میں پایا جاتا ہے ۔ متن کے آخر میں حواشی و اضافات درج ہونگے ۔ ان کے ساتھ قدیم و جدید مصادر کی مدد سے ہم مولانا کے مفصل حالات بھی ہدیۂ قارئین کرینگے ۔

خاندان صداقت کے حال کے لیے دلاوری صاحب کے دوسرے مقالے سے رجوع کیا جائے جو اوریئنٹل کالج میگزین میں مئی ۱۹۴۲ء کو شائع ہوا ۔ مولانا غنیمت کنجاہی کے حالات کے ضمن میں ان کے خاندان کے کوائف بھی آ گئے ہیں ۔

صداقت آخری مغلیہ دور میں ایک کامیاب انشاپرداز تھے۔ اس کا ثبوت ان کی اسی کتاب سے ملتا ہے ۔ یہ کتاب " الاعجاز" (احمد بیگ

لاھوری) پر مبنی ھے - اور اسی کے مضامین کو بعض جزئی اضافوں کے ساتھ نثر مصنوع میں ڈھالا گیا ھے - اس کا اقرار خود صداقت نے اپنی کتاب میں کیا ھے -

کتاب کے قلمی نسخے بہت کم یاب ھیں - دو نسخے جناب گوھر نوشاھی کی معرفت دستیاب ھوئے (نسخوں کی کیفیت آخر میں مرقوم ھے) متن انھی پر مبنی ھے -

۲۶۹ - این (ڈاکٹر) وحید قریشی

سمن آباد، لاھور ۲۷ جنوری ۱۹۶۰ء

نوٹ : متن میں وقفوں (،) سے بہت کام لیا گیا ھے - جو punctuation کے مروجہ اصولوں کے علاوہ بھی ھیں - مقصد یہ ھے کہ نثر مصنوع کے مد و جزر کا صحیح اندازہ ھو سکے اور قاری کے لئے ان عبارتوں کا پڑھنا زیادہ آسان ھو جائے - فٹ نوٹوں میں بعض جملوں کے آخر میں (ف) درج ھے اس سے مراد یہ ھے کہ یہ عبارات نسخۂ ش کے حاشیے سے لی گئی ھیں - 'بہار عجم' سے ٹیک چند بہار کی لغت اور 'غیاث' سے مولوی غیاث الدین رامپوری کی 'غیاث اللغات' مراد لی گئی ھے (و - ق)

ثواقب المناقب

رب یسّر　　　　بسم الله الرحمن الرحیم　　　　و لاتعسر

حمد بیحد مالک الملکی را که شاهنشاهان مبارک نام را، نگین یمنی وار، دل از وطن بر کنده، بتخت نشینیٔ سواد اعظم فقر فرستاده، و معرفت دستگاهان معروف روزگار را، شمع مانند، بگرمیٔ شوق انگشت نما کرده، به پروانگیٔ تسلیم در انجمن وحدت بار داده ـ سلیمان شکوهان سریر فقر و فنا را پایه‌ای کرامت نموده، که افسر دولت در چشم همت ایشان، چون تاج هدهد، اعتبار ندارد و حاجیان کعبهٔ صدق و صفا را مایه‌ای عطا فرموده، که سنگدلان قساوت پیشه را نگاه‌آنها، حجر اسود وار، زیارتگاه حق پرستان می سازد ـ پیران سبز بخت را، برنگ خضر، عمر دراز بقا باالله بخشیده، و روشنضمیران عیسیٰ نفس را، مهدی مانند، مظهر الرحمن علم‌القرآن گردانیده ـ دامن جامه فقر قادری بقسمی دراز کرده که عالمی در سایه آن جا دارد ـ و نوک خامهٔ صوفیه صافیه بعنوانی روان نموده که لوح محفوظ سر بر خط آن می گذارد ـ ذکر اره را در گلوی مشتاقان حلاوت حلوای(۱) سوهان داده، و شعلهٔ آواز ذاکران بگداز پیه جگر بلند نموده ـ صبح را بیکدم جهر سینه صاف کرده، و شب را بشغل خفی محرم راز باطن ساخته ـ بنای نیرنگیٔ تقدیر او اگر گل را از قطرات شبنم آئینه‌خانهٔ رنگین نسازد، بلبل در تماشای آن از یکی هزار نشود، و حنای بیرنگیٔ نور او، اگر بر ذرات مکونات(۲) دمبدم نگار تجلی نه بندد،

---

(۱) اصل : صلوای ـ
(۲) کاینات (ف) ـ

پنجهٔ خورشید چون دست زرشمار سیاه گردد - چراغ شعلهٔ آواز بلبل بروغن گل بر افروخته و پر پروانه بهوای شمع، مانند تعویذ محبت، سوخته، صبح پیر را عینک چشمه خورشید کرامت کرده - و زنگیٔ شب را روشنگر زنگار آئینه ماه نموده، غبار هستی، فرهاد را بپرویزن[۱] فنا صاف کرده، تا زیر خاک بشهد شیرین معجون گردد، و روح مجنون را فرمان داده، تا بعد مرگ پروانه شمع مزار لیلی باشد - ماه قائم‌اللیل را امام سبحهٔ کواکب نموده، و ماهیٔ دائم الطهارت را مستغرق ذکر خفی فرموده - بلبل خوش آواز را بی سنت حافظ باغبان از مصحف گل سبق آموز، و پروانهٔ روشن سواد[۲] را بمطالعهٔ فتاوای سراجی[۳] دماغ سوز، گلگون سواران میدان گلزار را خود غنچه بر سر گذاشته، و یکه‌تازان لشکر بهار را ترکش صد برگ بر کمر بسته، ابر اشکبار را (که شارع در شان آن حدیث ''انه حدیث عهد من ربی'' فرموده) مانند صحیح بخاری، در اقطار روزگار شائع نموده. قادری که قادرئی صبح سینه چاک را از خطوط شعاعی نو (نور ؟) کشیده، صانعی که تار مقیش برق در بادله مغرق ابر دوانیده، بلبل نمک فروش[۴] شور سودای[۵] اوست، و پروانه کباب گرمیٔ هوای او، شانهٔ چهرهٔ خوبان حنائی پنجهٔ خورشید کرده - و خال رخسار گلعذاران نیلوفری چشمهٔ آفتاب ساخته - گاه بجلوهٔ خیال یوسف، محمل‌وار، خواب زلیخا رنگین سازد، و گاه بیاد چشم سرمه ناک لیلی شور مجنون، چون زنجیر زلف، بی صدا کند - بی نیازی که گرم روان جادهٔ از خود

---

(۱) غربالی (ف) -

(۲) روشن سواد آنرا گویند که فعل سواد بر او روشن باشد ۱۲ (ف) -

(۳) سراجی در عربی شمع ۱۲ (ف) -

(۴) غوغا و چیزی شور ۱۲ (ف) -

(۵) عشق و نام خلطی ۱۳ - (ف) -

رفتن را، برنگ شمع، دانه اشک زاد(۱) راه نموده۔ کارسازی که چشم خوابناک خوبان را از غبار سرمه بستر سنجاب عطا فرموده۔ طفل اشک را سبق مسائل عینی(۲) روان داده، و قفل تعویذ(۳) غنچه، بدم باد صبا کشاده، تیغ زبان موسیٰ(۴) طالب دیدار بسنگ سرمهٔ طور تیز گردانیده، و رشتهٔ جان عیسئی تجرد شعار از سوراخ سوزن تنگنای فنا برکشیده۔ ذاتش گنج بی‌همتائیست که عالم طلسم اوست ۔ و کونین بیت معمای است که معنی‌اش ظهور اسم اسم اوست۔

نه تنها کعبه شد سودائیِ او
شکار جلوهٔ هرجائیِ او
زند چون طور در بتخانه صد بار
رگ هر سنگ بت لبیک دیدار
اناالحق تا ز اجزایت زند جوش
برآور پنبه چون حلّاج از گوش
که هر برگ گیاهی اندرین راه
چو نخل طور زد بانگ انا الله

نعت سید عالم صلی الله علیه وسلم

گل‌هزاره درود نا محدود نثار مرقد ملایک مسجود آن سرو بی سایه، که ابر رحمت سایه‌بان اوست، و شیرینیٔ جان مشتاقان نذر آن حلوای

(۱) توشه ـ (ف) -
(۲) منسوب بعین که چشم است وهم نام کتاب مسائل و آن شرح کنز است - (ف) -
(۳) اصل : تعویذی ـ
(۴) نام پیغمبر اولوالعزم وهم استرا (ف) ـ

بی مگس، که جبرئیل مگس خوان اوست ـ تخم آدم طراوت پروردهٔ او، و نخل مریم سرسبز کردهٔ او، قطبیت ار فلک الافلاک نبوت او ستاره ایست، و ولایت از سواد اعظم رسالت او خطه‌ای، و ابر رحمت او خستهٔ(۱) بی برگ را نهال کرده، و آب شمشیر او خود رویان باغی را پائمال کرده ـ آدم، خوشه‌چین کشت الطاف اوست، و ادریس، گوشه نشین بهشت اوصاف او (ست) و نوح، از استغراق محبت او، بسیلاب اشک طوفانیست، و اسماعیل، از حیرت انتظارش، نمونهٔ چشم قربانی، ابراهیم گرم جوش، نمک پروردهٔ دیگ احسان اوست، و یوسف خود فروش، بازار شکستهٔ سنگ ترازوی دکان او، داؤد، در راهش(۲)، ذره وار، سراپا چشم انتظار است، و سلیمان، از شوقش، جان بباد دادهٔ هوای دیدار، مسیحا در یاد او، سوزن وار، رشته بر انگشت بسته، و خضر، در عالم آب عشق او، از بدمستی کشتی شکسته، خانه چشم یعقوب سفید گشتهٔ راه انتظار اوست، و سرمایه صبر ایوب، پامال کردهٔ شوق دیدار او، والشمس تفسیر بیضاوئی مصحف روی او، و اللیل حاشیهٔ مطول گیسوی او، جبریل مصحف رویش بوجه الله مقابل کرده، ''بلغ العلی بکماله،، درکنار آن نوشته، و اسرافیل والضحی حدوث او را بسورهٔ نور قدم برابر دیده، کشف‌الدجی بجماله خوانده ـ میکائیل ابر رحمت او را عین فیض الهی دانسته، ''حسنت جمیع خصاله،، ورد زبان کرده، و عزرائیل قبر معطر او را چون بینیٔ جلد قرآن بوسیده، ''صلوا علیه و آله،، کتابهٔ آن نموده ـ بحافظ حقیقی قسم که آن حدیث قدسی(۳) را حادث خواندن، چون مس مصحف در حالهٔ حدث جواز ندارد، و بکلمهٔ شهادت سوگند که آن شفیع عصات را نائب قاضی الحاجات گفتن، مانند

(۱) تخم خرما ۱۲ (ف) -
(۲) یعنی احمد صلعم ۱۲ (ف) -
(۳) اصل : دار-

دعوی حق، گناه نیست ـ آن طغرای فرمان جلالت، و آن مهر عنوان رسالت، یعنی حکم هو الاول و الاخر را مصدر، و اسم هو الظاهر و الباطن را مظهر، که محضر نبوت، بی مهر خاتمیت او، معتبر نبود، و گروه وجود آدم خاکی، بی این آفرین پرداز، زیبا نمی بود ـ لوح محفوظ، از روزیکه خدمت اجرای(۱) احکام قضا یافت، خادم شرع محمدی نقش نگین اوست، و عرش، از وقتی که قبلهٔ عبادت ملایک شده، آیهٔ سجدهٔ این درگاه خط، جبین اوست ـ عیسلی، سوزن وار، چشم در راه دوختهٔ انتظار، هرگاه خبر معراج آن صاحب لولاک یافت، رشتهٔ جان خود را جریب راه کرده، بعالم بالا شتافت ـ

آرایش لیل معراج سلطان عرب

شبی که لیلة القدر در جنب آن نور دیدهٔ ایام بیض، چون صوم شک، در هیچ شمار نبود، جهة افطار روزهٔ انتظار، برنگ دعای سحری راه عرش طی کرده، دست از ماسوا شسته، بر خوان "ابیت عند ربی"، نشست، یعنی بوصال لایزال مخصوص گشته، و "ایکم مثلی"، گویان، زبان دعوای مقربان درگاه، چون دهان صائم الدهر، بسته، هرگاه آن پیش‌رو انبیاء راست کیش، که مانند تیر هوای، منزل خاکی را گذاشته، راه عالم "لیس عند ربکم صباح و لا مساء"، گرفت، و در برج قوس قاب قوسین، سهم السعادت، (۲) قران وجوب و امکان دریافت، باز باین آماجگاه فنا، یعنی خاکدان دنیا، چون تیر باز گشتی، رجعت کرده، بقصب السبق(۳) انگشت‌نما شد ـ آل مجموعهٔ کمال او، چون گل محمدی(۴)،

---

(۱) بالکسر جاری کردن (ف) ـ (۲) پیشد ستی ۱۲ (ف) ـ

(۳) گل سرخ که گل گلاب است بموجب حدیث خلق ورد الاحمر من عرقی (ف) ـ

(۴) مراد از صدق و عدل و حیا و حلم است ۱۲ (ف) ـ

بسرخروی ممتاز، و مانند کلمهٔ شهادت، بصبغته الله دمساز، خصوصاً آن گل گلشن زهرا، که پیمانهٔ عمر او بزهراب پر شد، و آن زیب کربلای قبا که در عین تشنه لبی‌ها آب شمشیرش از سرگزشت چار یارش، چون فضائل اربعه(۱)، بمکارم اخلاق مشهور، و عشرهٔ مبشره‌اش، چون عقول عشره، بتحصیل کمالات مذکور صلی الله علیه و آله وسلم و اصحابه اجمعین -

مقدمه غار

غار کوه ثور، که چشم انتظار در راه داشت، هرگاه بآن دو مردمک دیده اعتبار نظرات قران السعدین یافت، رطوبت بیضی و پردهٔ عنکبوتی جلوهٔ نور علی نورٍ گرفت :

مه و خورشید یک جا گشته در ثور
زمین بر چرخ می نازد درین دور

تو پنداری دو اسم فیض معمور
بیک بیت معما گشته مستور

منقبت جناب قطب ربانی

مناقب انجم ثواقب نیاز درگاه قطبی که شناسای قبله راست و درست وجه الله بیمن توجه او موقوفست، و قبله‌نمای مقناطیس دلها، بکشش باطن او معروف - ذات مجموعهٔ کمالاتش را اگر نظر بر مولد و منشا داشته تحفه العراقین خوانم جا دارد - و اسم حقیقت الشمس را، اگر نگاه بسیادت کرده، نزهت الارواح حسینی گویم بیجا نبود -

(۱) 'حاصل شد' محذوف -

مجاهدات او، چون اجتهاد امام اعظم، در داستانها مشهور، و فتوحات او، مانند اوراد فتحیه، بزبانها مذکور۔ سرخ رویان‌بزم قرب او را کشتن نفس عید قربان ست، و سبز بختان باغ جذب او را بیخ هوا و هوس بریدن پیراستن نهال نافرمان لوح محفوظ، که حفظ حدود قضا دارد، نقل نویس احکام اوست، و یمنی جگرئی قلوب العباد، که نگین خاتم اصابع الرحمن ست، صاحب یسار بیمن نام اوست۔ قدوم آن جام جهان‌نما، تا خطهٔ بغداد را سرحد عدل و انصاف کرده، چرخ ارزق لوح سینه از مشق خط جور صاف نموده۔ خضر در حلقهٔ ذکر او از جرت، امام سبحه وار، خشک بر جا مانده، و مسیحا بر مائده واردات او محجوب تر از مهمان نا خوانده، و حفظ او هرجا که رنگ تمکین ریخت عکس از آئینه، چون مردمک از دیده، نتواند گریخت۔ و بیم او جائیکه سنگ تفرقه انداخت، بیاض و سواد دیده، مانند صبح و شام، بهم نساخت۔ در نظر همت دین‌پروارن او غذای فرنگیان پرتگالی حکم شکسته شیشهٔ صهبا دارد، و در پنجهٔ تصرف هوا داران او برهم زدن کفار چین، از پریشان کردن زلف مشکین، بیش نبود۔ در محکمهٔ قضای آن پیر خضر لقا، موسیٔ سواد شناس سرمهٔ طور، برنگ مردمک، سراپا مهر خموشی گردیدن فرض عین انگاشته، و در مدرسهٔ احیای آن مهدئی آخرین دور عیسیٔ قیامت ایجاد، مانند طفل اشک، خود را هیچ مدان تصور کردن لاعلاج دانسته۔ سخت دلی، که از نا تراشیدگیها، محض چوب و سنگ است، بکشش ارهٔ ذکر طریقهٔ او امام سبحه‌وار، سر حلقهٔ ذاکران می شود، و سیاه بختی، که زبانش از گفتار و پایش از رفتار گنگ و لنگ است، بیک نظر منتسبان سلسلهٔ او، چون مردم دیده، عین صحت میگردد، تا سواد بغداد، بطلوع آن صبح صادق، روشن گشته۔ شهر منصور، که باب الطاق مقتل او بود، چون فروغ

چراغ کشته ، بر طاق نسیان جا گرفت ـ و تا آفتاب کرامت آن قطب ذره نواز، در عالم کون طالع گردیده ـ غبار زنگار انکار(۱) در آئینه خاطرها چون سرمه در چشم عین نور قرار(۲) شد، احوال او چون اقوال او به بلندی مذکور. و اقوال او، چون احوال او. بدلبندی مشهور ـ عصا در کف او الف آفتاب عظمت، و چین رداء(۳) بر کتف او سین سحاب ـ جبهٔ سبز آن طوطئی شکر گفتار، برنگ غلاف قرآن، روکش مجموعهٔ اسرار، بلک مانند برگ نخل طور، فانوس شمع تجلی نور الانوار، مالک الرقابی که ، مانند سرگردن اولیاء زیر پای اوست ـ گردون جنابی، که حباب وار، سرمایهٔ جان مشتاقان هوای اوست ـ هرگاه آن مصحف کرامت بر رحل منبر استاده، چون صاحب معراج ز فضای(۴) عرش بر می جست بوعظ آن سرمشق لوح محفوظ معنی ''و ما هو الا ذکر للعلمین'' بکرسی می نشست ـ گاه بتاثیر نفس و طائفهٔ مرده دلان، چون اخگر افسرده، فروغ زندگیٔ تازه بدست آورده، و گاه جماعهٔ زنده طبعان، چون چراغ سحر، بدم آن باد صبا فرو برده ـ زهی صبح صادق که دم عیسیٰ و دم شمشیر باهم گرفت ـ و خهی بحر مطلق که آب بقا و آب تیغ یکجا در کنار داشت ـ کلام کرامت التیامش اعجاز نبوت را وارث، و نام فیض انتظامش تریاق عراقی، سم حوادث فکری (را) که دارم، نیاز مدایح شریفه، هرچه در بغداد است، گرد سر خلیفه :

صداقت کیست ؟ صید دام ناسوت
که گوید وصف آن شهباز لاهوت

---

(۱) اصل : انگار (۲) اصل : اقرار ـ (۳) چادر ۱۲ (ف) ـ
(۴) میدان ۱۲ (ف) ـ

فرشته مدح آن قدسی سرشته
بلوح عالم بالا نوشته

گذارش احوال و باعث تالیف این مقال

قادری پوش چاکِ شوق، محمد ماه قادری المتخلص بصداقت معروض میدارد که عمری این امام بی نمازان(۱)، برعکس شریعت ادب، شکست روزهٔ سکوت حلال دانسته، از رشک سرد مهری، روزگار، شب و روز باشتعال آتش فارسی، فکر اشتغال داشت - لاعلاج چند نسخهٔ لب ریز قانون اشارات. که دردمندان سخن را هر بیت آن کم از دارالشفا نبود، ترکیب یافت- تا آنکه بیک نظار اشراقیهٔ(۲) مطلع دیوان تجلی، ذات مصرع معراج الخیال، کمالات صدر عالی پایه، کرسی نشین بارگاه کبریاء، مظهر باطن آیت «الرحمن علی العرش» استویٰ(۳)، حاجی الحرمین مدینه شریعت، و مکهٔ طریقت، مجمع البحرین خضر صورت، کلیم سیرت، حاکم احمدآباد شریعت احمدی، توجیه(۴) وجیه(۵) شرح(۶) حقیقت محمدی، محرم اسرار علم مسطور(۷) و مستور عالم، استار کعبهٔ بطون و ظهور، ساعد سیمین او، که خاتم میمنت در انگشت دارد، بمس محک حجرالاسود، چون ید بیضا، کامل عیار، و لب شبرنیش، که کان حلاوت زیر نگین اوست، در شفای دلهای خسته، بخرمای طیبه دو چار اشتر سرخ موی آفتاب، که از سفیدهٔ صبح کف بر لب آورده، قربان تیغ رشک راحله تیز رفتار او و بختئی چرخ کر مانند دولاب چاه، رقصها دارد- رسن گسسته شوق زمزمهای آبدار او، اگر دعوی کنم که بیت الله بقدوم آن معنی

---

(۱) بی نماز گنه گار را گویند ۱۲ (ف)- (۲) روشن ۱۲ (ف)-
(۳) دلیل ۱۲ (ف)- (۴) نیک ۱۲ (ف) - (۵) بیان ۱۲ (ف) -
(۶) ظاهر ۱۲ (ف) - (۷) باطن ۱۲ (ف) -

تازه موزون شد بجاست، و اگر گویم که طائف،(۱) بگرد آن کعبهٔ مقصود قربان گردید، بعید نیست۔ چرب و نرمیٔ گفتار آن مومیای دل‌کشتگان، تا محضر اثبات حلاوت خود مدنظر داشته، عسل طائفی از شرم رفعت شان او، چون فریادیان کاغذ پوشیده، شهد بما فیه در حاشیه آن نگاشته، یعنی آن ساعیٔ عرفات معرفت و دائمی مقام ابراهیم خلّت، قبله گاه بلا اشتباه حاجی عبدالرحمٰن مد الله ظله کاستارالکعبه علی رؤس الزوار، مسودات ظلمات باطن اصلاح پذیر گشتهٔ معنیٔ خاطر نشین شد، که قالب لفظ گنجائش آن ندارد ـ بعد قطع دیگر تعلقات، بذکر ارّه اسم ذات تلاش این فکر ذات کردم، که طومار اشعار باریک، که برنگ ا.عارالعین، دیدهٔ بصیرت را تاریک کرده، چون موی کاکل نازنینان شسته گردد، تا حسن سادهٔ تجرد و بی تعلقی صفای یابد ـ اگرچه از روی عشق سخن برنگ خط غبار مصحف رخسار یار است، شستن آن سر مشق (از ؟) آفتاب ممکن نبود ـ اما از بسکه، غنچه دل، برنگ بلبل، تصوبر سبق خموشی گرفت، آن مجموعهٔ رنگین، مانند سی پارهٔ گل، آب و رنگ شست و شو یافت۔ ''فتحنامهٔ عبدالصمد خان بهادر'' که مشاهده اش در ایجاد شجاعت خاصیت گل جنگی(۲) داشت، سکندر نامه وار بخطاب بحری مخاطب شد ـ ''ساقی نامه'' که مانند خط جام، سرمشق سیاه مستیها بود، بعالم آب آشنائی یافت، ''مثنوئی مهتاب و کتان'' که، برنگ چادر مهتاب بآب شستن نبود، از غبار ظلمت صفا گرفت۔ نثر دلپذیر ''گل صنوبر''، مانند غنچه دهان یار عین عدم شد۔ ''دیوان اعلیٰ'' که، هفت هزار بیت داشت، چون هفت

(۱) نام شهری ۱۲ (ف) -

(۲) گل جنگ : آنرا گویند که پهلوانان ولایت بحریف خود گل می فرستند و این بمنزلهٔ پیغام جنگ و کشتی است .. و تواند که گل بود که در هندوستان آنرا گدهل خوانند (بهار عجم) -

هزاریان این عصر، نامی باق نگذاشت، ''رباعیات'' آبدارکه سحبانی از رشک آن، برنگ برق، می طپیده، چون لاله‌ٔ خزان، دو چار برباد رفت۔ ''مخمسات رنگین''، که برنگ پنجه‌ٔ ید بیضا، از اعجاز خالی نبود، مانند رنگ حنا، به پرواز فنا انگشت نما شد۔ مجموعه‌ٔ ''متفرقات تفرقات'' پریشانی یافت۔ القصه بیمن بخت سبز، ازان ظلمات گذشته، خضر وار، آبحیات معنوی نوشیدم۔ و بمدد طالع سکندری سیاهئی لشکر زنگیان از جا برده، آئینه‌ٔ دل را صفا بخشیدم ـ از آنجا که شعله‌ٔ شوق بی تعلقی در تنور سینه جوش زد، آن تودۂ طوفان که بعمر نوح نتوان اندوخت، در یکدم فنا آشنا کردم ـ اما از انجا که بیت المعمور بیم غرق ندارد، حسب الارشاد مرشد کرامت ایجاد، از انجمله رساله‌ٔ ساده‌کار موسومه '' مطلع الاسرار،، در مدح رسول رسل سالار، بمصداق ''الامن عصم،، نجات یافت ـ زیرا که آن سفینه لبریز اشعار آبدار، مانند کشتئی نوح بنام خاتم نبوت سعادت اختتام داشت، و آن یوسف مقبول، مانند دیگر کنعانیان ناقابل، از قبیل ''انه لیس من اهلک،، نبود ـ امید که آن مجموعه‌ٔ عمل صالح بعمر خضر و مسیحا فائز گردد، و طرفه اینکه، آن ساده پرکار نقش کعبتین دیدۂ اولی‌الابصار خط دارد، و خال ندارد، و با آنکه چون ماه کامل در دوهفته تمام شد، و عدد ابیات آن رشک مطلع آفتاب، از تعداد ایام سال گذشته، اما درجه اش هویداست، و دقیقه‌اش ناپیدا ـ قصه مختصر! بعد واقعه‌ٔ والد بزرگوار علیه رحمة الله الغفار، که بی تعلقیٔ این زنده در گور خاکسار همراه ایشان بخاک رفت، در سرکار مربیٔ ارادت مند خان شرف‌الدوله بهادر ، قایم مقام پدر گردیدم۔ بعد چندگاه آن شهباز عالی مقام، حامیٔ بیضه (۱) اسلام، که خراج چین و ختن خرج بهله‌ٔ کمینه‌ٔ

---

(۱) جماعت و گروه (غیاث)

میر شکار اوست، بارادۂ تسخیر یکی از کفار هندوستان، که زاغ کفر در سرش بیضه کرده بود، راه خطهٔ اجمیر گرفت، تا طومار عمر دراز آن عٔلیواز ''کطی‌السجل،، در نوشته شود، قیامت آشکار سازد، و از انجا که من مفلس، ذره‌وار، بتحویل خزانهٔ آن آفتاب نوروز بشرف ممتاز بودم، ورق گردان منازل سفر گشته، چون پارچهٔ کاغذ نشان کتاب، برکاب فیض انتساب روان گردیدم- اتفاقاً در اثنای راه، عارضهٔ تب دندان شکن بقسمی گلوگیر شد، که از جوش صفرائی تلخ کامی جان شیرین بیمزگیٔ آش بیمار یافت - و از هجوم اشک شور، چون حلوای نمک آلود، حلاوت شکر خواب از یاد رفت - معهذا درد دندان رباعیه، بعنوانی بر آن مستزاد شد، که زبان طاقت شرح و بیان آن ترکیب شکن مخمس حواس ندارد، لاعلاج، بسان مصرع برجسته، از رفیقان جدا گشته، به بیت‌الاحزان خود، چون بند ترجیع، باز رجوع کردم، المنة لله که بمجرد ورود شاهجهان آباد، دعای والده، چون خواندن ام‌الکتاب، باعث شفا شد، و مانند نسخهٔ که از مقابل اصل خود صحت پذیرد، بمواجهه مصحف روی آن سورۂ رحمت سقم طبیعتم رفت - آخرالامر دندان کرم خورده را ، چون حرف غلط، از بیخ بر کنده ، فراغت آشنا گردیدم - و قدری زخم زنبور خورده ، بشهد شفا شیرین کام شدم- آخرالامر معلوم شد که بیماریٔ طبیعی عین حکمت الٰهی بوده، زیرا که بعد حصول صحت، دل مشغولی طلب، که از آغاز طفولیت تا هنوز، ایام تعطیل را، اگرچه عید و نوروز باشد، خوش ندارد، و برنگ خون بدن، بیکاری کم از بیماری نبود، لهذا مرشد چاره ساز و خورشید ذره نواز، بداد دلم رسیده، مسودۂ مجموعهٔ جامع الکمالات صوری و معنوی میان احمد بیگ طاب ثراه، که در بیان احوال دودۂ مسعودۂ نوشۂ دیوان معنی نگار رزقنالله تبعهٔ نوشته، از نزد چراغ دودمان سعادت قاقشال خان،

خلف الصدق آن صبح نفس گرفت۔ و باین ذرهٔ بی قدر غطا فرموده، که تجدید تالیف، بر طبق این مسودهٔ روشن، که '' النور فی‌السواد ،، گویا در شان اوست، بعبارت رنگین. غازه پردازئی شاهد حسن اعتقاد باید دانست، و حصول سررشتهٔ این دست آویز سعادت. سبحه گردانیٔ ذکر اولیا باید شمرد۔ لاچار صوفیٔ خامه را به بیان واردات غیب تکلیف سیر و سلوک نمودم۔ اگرچه طبع شاعر از اصلاح شعر خود، چون پدر از تربیت پسر، بهیچ وجه بس ندارد، اما در عرصهٔ چند روز، بر همان رشتهٔ بی گره، گوهر ناسفته، که لولوی لالاء حلقهٔ غلامی آنها درگوش کشید، کشیدم۔ چشم دارم که این سواد گوهر پاک، برنگ ظلمات آبحیات هزاران شبچراغ آبدار درکنار دارد، بعین عنایت مرشد سکندر طالع، خضر کرامت، منظور گشته، کحل الجواهر دیدهٔ اعتبار اولی‌الابصار گردد۔ الحمدلله که بیمن خدمت این شاه خورشید لقا نظام دین (و) دنیا (و) امیر سواد اعظم نظم گشته‌ام ۔ اگر خود را ناظم پنجاب خوانم جا دارد، و اگر دم از تتبع خسرو صاحبقران دهلوی لازال مرقده مطلع الانوار زنم بیجا نبود ۔ اگرچه آن پیمبر سخن، که اهل بیت نظم امت اویند، قوت اعجاز داشته، من هم بجای خود کرامتی کرده‌ام ۔ و هرچند خمسهٔ او، چون پنجهٔ ید بیضا، همدستی ندارد، این مجموعهٔ وحدت هم، بیگانگی، انگشت نما نمی‌تواندشد ۔ تکلف بر طرف، در هیچ رساله شرح احوال ملازمان بارگاه رفیع‌الدرجات و احدیان منصب نقدیٔ شهود ذات، خزانهٔ بی شمار عبارات موزون، مانند این نسخهٔ ناسخه، خرج نشده باشد ۔ امید که بمقتضای ''و اما بنعمة ربکٔ فحدث،، اظهار این مقدمه محمول بر افتخارنشود ۔ زیرا که من هیچ مدان، مانند دهان یار، گویاهیچ نیم ۔ اما روحانیت مسیحائیٔ

احیای مرده دلان آخرین دور، یعنی نوشه، بی کام و زبان گفتگو دارد :

این قدر کرده باید اندیشه
قلقل از می بود نه از شیشه

سبحان الله ! ! اگر بمقدار یک کف خزف ریزۀ بی مقدار بدریا ریختیم، صدف صدف گوهر آبدار، از بحر سخن برانگیختم ـ بارک الله ! ! اگر مشتی ناخلفان مجموعه خلاف و دروغ، که مشابهته ایشان بانگشت ششم باشد، از راه بی دردی تلف کردم ، به یک خلف الصدق صبح فروغی ، که انشاالله، چون پنجۀ آفتاب ، بشش جهت انگشت نما گردد، تلافی درد (۱) نمودم ـ هم دعا ''اللهم اجعله لنا فرطا،، اوراد منست، و هم آیت ''رب لا تذرنی فرداً،، بیاد من ـ هم صبر جمیل پیشهٔ من، و هم شکر جزیل در اندیشهٔ من ـ هم ازان اوراق شستهٔ وفایهٔ استحکام ، جمعیت باطن درست شد، و هم بسرمهٔ خط این نور دیدۀ نو رسیدۀ طبقات چشم روشن گشت ـ زهی طالع این سواد سراپا نور، که عالمی، برنگ لیله القدر، نادید جویای اوست، و خهی سعادت این شام رشک صبح عید، که روزه داران انتظار را گوش بر آواز صدای اوست ، امید، که بیمن شب برات ، از سواد هند تا شام، نام من چون ماه روشن گرد ـ رباعی ـ

هر دل بهوای سرو کاری دارد
هر غنچه سر و برگ بهاری دارد

تنها نه همین طور تجلی انگیخت
هر سنگ که دیده‌ام شراری دارد

---

(۱) اصل : ورد

مقدمه در بیان علو نسبت سلسله قادریه کثرها الله تعالی

سبحان الله! قصیدهٔ بهاریهٔ قادریه دیدنی دارد، که ازل و ابد مطلع و مقطع موزون اوست و کریمه ''ففرّوا الی‌الله'' گریز عالی مضمون او، و هر که برنگ نقطهٔ پرکار، در حلقهٔ صحبت ایشان نشست، طریقهٔ نقشبندیه را، چون نقش مسطر، محض برای بیت دانست - روشن است که ذکر خفی آنجا و شغل جلی اینجا تفاوت شب و روز دارد - آنجا فکر مطالعهٔ عجایب المخلوقات کشف ملکوت، اینجا ذکر مشاهدهٔ فتوحات عالم لاهوت - آنجا هوش در دم، اینجا بیهوشیٔ دمبدم - آنجا نظر بر قدم، اینجا نگاه بر قدم - آنجا تکثیر عبادت، اینجا تکبیر شهادت آنجا حبس نفس جستن، اینجا از حبس نفس جستن- آنجا بعد سالها، اینجا بمجرد ارادت - آنجا سلسله الذهب، اینجا کیمیای سعادت - خاک بعالم پاک چه نسبت دارد و زمین قابل فوقیت بر آسمان نشود - گرمیٔ شوق (که بیدار دلان این بزم را، برنگ شمع، روشن گردد) دیگران را در خواب و خیال صورت نه بندد - و نشاط ذوقی، که مست خفتگان این انجمن را بهم رسد، خلوت گزینان را به شب بیداریها نتواندشد - خصوصا نسبت این دودهٔ مسعوده نادر طریقهٔ دارد که آن هجوم صفای باطن اظهار رسوم و لباس صوفیه شعار ایشان نیست - پیداست که فرنگی قلم منت صوف و سیاهی نکشد، و امام سبحهٔ کربلا، چون شهیدان، محتاج غسل و وضو نگردد، این کشش یافتگان قبضهٔ یدالله را، برنگ کمان هلال ، از چله کشیدن ننگست، و این قربانیان آب و هوا اشک و آه را، مانند قوس قزح، کاغذ ابری، رنگ در رنگ، اگرچه گلگونهٔ بو قلمون صبغهٔ الله بهیچ وجه زایل نشود، اما از نم ابر معاصی باید گریخت، و هرچند اخگر یاقوت بآب ز غال نگردد،

لیکن آبروی شرع نتوان ریخت - اکثر اوقات از زبان کرامت عنوان حضرت میاں پیر محمد پرتوه ورود یافت که لقمهٔ عطا کردهٔ خوان الوان وجد و ذوق ما جز بحرام خوردن بیمزه نگردد، و اخگر منتقل گشته منقل گرمیٔ شوق ما محض به نم تر دامنیٔ نا منطفی می شود (یعنی منصوبهٔ نصیبهٔ خدا داد بی ارتکاب این دو کبیره. که حکم کعبتین نرد گمراهی. بلکه دوخال چهره روسیاهی دارد، برد و مات نشود - خود فروشی ندارم، ذاکر صائم الدهر، یعنی امام سبحه، که قوت او ذکر ''حی لا یموت،، ست، ذوق خوردن حلال هم ندارد، پرده پوشی میکنم ملا زینی مردمک، که مکتب دار اطفال اشک است، پاکیٔ نظر او از باریک بینان پوشیده نیست، اکنون بیان وسائط نسبت تا امام الائمه قطب الاقطاب در پیش دارد - اگرچه من افسرده، درین رشته، چون دانهٔ کره، در سلک گوهر بهیچ شمار نیم، اما بهمین قدر دلبسته ام که سر رشتهٔ صحبت صاف دلان درکف دارم، و هر چند، برنگ دُرد ته نشین، نقد صفا گم کرده ام، اما بهر کیف خاکپای ارباب نشأ(۱) ام ، خالی از کیفیتی نیستم - لای صهبای محبت ریختنی نیست بلکه آمیختنی است - اگرچه ، نگین وار ، روسیاهم، لیکن بهمین قدر خوشم که نقش نام بزرگان تازه کرده ام - استغفرالله من حرص شکار چه سگ باشم که در سلسلهٔ شیران کردگار گنجایش پذیرم - اما حلقهٔ بندگی خاصیتی دارد، که بطفیل آن، سگ بیقدر یار غار اصحاب کهف و مور ضعیف همزبان سلیمان میگردد - لهذا من خاکسار بی مقدار ریشه

---

(۱) گ : نشاة - ش : نشاء - در متن چند بار آمده - هر جا همیں طور است - ''بفتح اول و سکون ثانی و همزه - و این که بعد خط مستقیم خط کج منحنی نویسند بیجا است - و اگر بالفرض نویسند بالای خط مستقیم نویسند تا اشارت شود که خط مستقیم درین جا الف نیست بلکه همزه است،، (غیاث) -

وار باین شجرهٔ طیبه چسپیده ام، و، برنگ صدا، خانه زاد این سلسلهٔ عالیه گردیده : بیت :ـــ

برق وحدت رانگردد جلوهٔ کثرت نقاب
راه باریک است از هر ذره ای تا آفتاب

این هیچ در هیچ، سعادت نسبت از جناب قبله‌گاه بلا اشتباه، حاجی عبدالرحمن مدظلهٗ دارد، و ایشان از حضرت پیر محمد، و ایشان از حضرت نوشه حاجی دیوان، و ایشان از حضرت شاه سلیمان، و ایشان از حضرت شاه معروف، و ایشان از حضرت شاه مبارک، و ایشان از حضرت سید محمد غوث، و ایشان از حضرت سید شمس‌الدین، و ایشان از حضرت سید میر، و ایشان از حضرت صفی‌الدین، و ایشان از حضرت سید ابی نصر فضل الله، و ایشان از تاج الاولیا قطب الاقطاب سید عبدالوهاب، و ایشان از والد بزرگوار مظهر اتم، نور الانوار شهنشاه سریر ولایت، قطب فلک هدایت، حضرت غوث الثقلین. محبوب سبحانی. ابو محمد محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی لازالت سلسله مسلسله الی قیام الدور۔ پوشیده نماند که چهرهٔ این شاهد نوخط حسن استعارهٔ، که لبریز کرشمه رموز و اشارة است، بنا بر تتبع نسخهٔ اصل، غازهٔ آغاز از شرح احوال ''شاه مبارک قادری،، یافت۔ رباعی :-

صد شکر که گشت این همایون آغاز
زین اسم مبارک بسعادت ممتاز
نامش که ثواب المناقب باشد
شد ورد زبان جمله ارباب نیاز

گرچه درین دور مجموعهٔ جور، دل دردمندان سخن را بزخم زبان، چون

زبان خامه، دو نیم کردن انصف نام دارد، و سنگ را هم سنگ جواهر موزون شمردن، ترازوی عدل باشد، بی نوایان را، چون طنبور، گوش مالیدن و زخمها زدن نغمهٔ نوازش گوش زد میگردد، و بی دست و پایان را، مانند امام سبحه، رشته در گلو بستن بسر دار کردن ذکر کرده می شود- لیکن امیدوارم که این طفل عیسی نفس در تازه عهدئی سهدی قاف تا قاف مشهور گشته، از جرح دجال وضعان آخربن دور مصئون و مامون گردد - و این شاهد قیامت قامت، چون سد سکندر، عمر خضر یافته، از دخل بیجائیٔ یاجوج طبعان که ته (کوته؟) نظر، محفوظ و محروس باشد - بیت :

بسیلاب عدم جمعیتش باطل نخواهد شد
خط پشت لب از آب دهان زائل نخواهد شد

ذکر حضرت شاه مبارک قادری و استفاده شاه معروف ازیشان

هرگاه آن شهباز بلند پرواز دام اسمه، خیل خیل کبوتران بغدادی را شکار کرده، از خطهٔ بغداد بر طبق اشارهٔ الهام، بارادهٔ صید طوطیان سبز بخت سواد اعظم هندوستان پرواز گرفت - بعد ورود در سواد سراپا نور پنجاب که ادیم(۱) زینش بهله(۲) پنجهٔ آفتاب است، گوش بر آواز طبل "فاستقم کما امرت" داشته، در صحرای بار نا پیدا کنار، قریب قصبهٔ خوشاب آشیان اقامت بست :

اگر از بخت بر خوردار گردم
بگرد بار او صد بار گردم

(۱) پوست باعث داده، پوستیکه ان را بو دار گویند، بمعنی روی و اول هر چیز ، چنانکه ادیم الارض بمعنی روی زمین و ادیم الضحلی بمعنی اول چاشت بمعنیٔ طعام با نان خورش (غیاث)-

(۲) دستانه باشد از پوست که میر شکاران وغیره بردست پوشند (غیاث) -

چندگاه دران صحرای دلکشای، که هوایش، چون هوای عشق - روح پرور است و نفس گداز، و زمینش چون زمین سخن، دل سوز و جان نواز، آن سر حلقهٔ شیران عالم شکار، از خار و خس تعلقات دامن چیده، باشتعال نائره مجاهده اشتغال گرفت - از انجا که اثر آبادی در جوار آن وادئی غیر ذی زرع (۱)، حکم گیاه کجا دارد - بعد یک ماه افطار روزه آن عید سبز بختان جز به برگ درختان نبود - مثنوی :

گنج حق در خرابه جا کرده
چغد ویرانه را هما کرده

گرد صحرا ز جوش جذبهٔ ذوق
داشت، چون گرد باد، رقص بشوق

جاده اش بسکه درد خیز شده
کوچهٔ زخم تیغ تیز شده

نقل است که آن شاهین ملکوت شکار، برنگ دست بهله دار، پوست پوش بود، زیرا که از هجوم گرمیٔ شوق، بر تن مبارک آن ماه خورشید کلاه، پیراهن، مانند کتان، صبح، می سوخت - بلکه بار ها در طلوع نشأ وجد، آن سهیل یمن یمن پوستین قباهم، ادیم وار، بو در گرفت - و پوست جانوران صحرا به نسیم آن بودار گشته، قدر و قیمت نافه مشک یافت - لهذا اکثر اوقات آن چراغ دودهٔ قادری، که، برنگ مردم دیده، از سرمهٔ قبای عریانی ننگش نبود، طفل اشک وار، برهنه می ماند- اگرچه مصحف گل احتیاج جلد بلبلی(۲) ندارد، و پروانهٔ شمع محتاج لفافه(۳) نشود، چاک گریبان

---

(۱) سوای صاحب زراعت (ف) -
(۲) چرمیست معروف (بهار عجم)
(۳) لخشه (شعلهٔ آتش واخگر) ؟

صبح صادق لباسی نبود، و چراغ ماه پرده نشین فانوس نگردد، اما میوهٔ شاخسار کرامت خود را به برگ درختان پوشیده میداشت۔ مکاشفهٔ آن آفتاب دقیقه یاب آن قدر درجهٔ روز افزون داشت که هرگاه که یکی از مشتاقان سرگرم طلب بیاد ادراک حضور رشتهٔ جان بر انگشت می بست، که شمع وار، پا از سر و چشم کرده، باشک شوق قطره زن گردد، در عین خواب عقدهٔ مشکل او مانند، غنچه نرگس، کشایش می یافت، و هیچ کس را، از صغار و کبار، دران بار فیض بار رخصت بار نبود :

وجود تو در حضرت تنگ بار
کند پیک ادارک را سنگسار

رفته رفته خبر طلوع آن خورشید آفاق گرم تر گشته، ذره بذره اشتهار گرفت۔ اتفاقاً صاحب قصب السبق، سهم سعادت، تیر روی ترکش کیش ارادت آن طوطیٔ شیرین گفتار، زاهد فرید یادگار، که برنگ خط سبز، لب یار از گنج شکر زاده، و آن بلبل هزار داستان یگانه روزگار، که ترک تجرید او آوازهٔ شهرت سیمرغ برباد داده، یعنی فریدالدهر، و وحیدالعصر، رشک طاؤس بهشتی، شیخ محمد معروف چشتی، رزقنا الله ذوق عرفانه، برین مقدمه مطلع شد۔ لاچار دیدن آن مجموعه کرامت فرص عین دانسته، با خود گفتن گرفت که این مصرع برجسته دیوان سیادت، که در حاشیه بیت السعادت ما، چون اشعار هلالی، انگشت نمای شهرت گشته، آیا چه معنی دارد ۔ قصه کوتاه هرگاه آن مطلع قصیدهٔ عشق در سواد بار پرتو ورود گرفته، فی‌البدیهه سکتهٔ بیخودی و استغراق دامنگیر ایشان شد۔ آن معمّا شگاف نامی دریافت که فکر غیرت، چون دخل بیجا، پیش نخواهد رفت، از انجا که آن طوطی شیرین کلام، برنگ مگس طینتان، ناخوانده

مهمان نبود، در آئینه خاطر آن وارث گنج شکر پرتو افگن شد که چاشنئی چشتیه، بتصفیهٔ قادریه، قند دو باره کردن، دو بالا ذوق و شوق دارد، و تخم نیشکر را از طراوت ایمان حب نبات حلاوت عرفان نمودن، خالی از راست مزگی نبود، تا از محویت ترکیب این انبهٔ هندوی، دران نبات مصری، مربای مرتب گردد، که در خور ضیافت روحانی مشتاقان باشد - قصه کوتاه آن امیر معروف و مشهور، بارادهٔ تربیت این قران السعدین نور علی نور، در بار که کم از دربار شاه نبود، داخل گردیده، دورباش وحدت(۱)را ندیده، ملازمت بار یافتکان حضور دریافت - از زبان مبارک صادر شد که ای سالک عالی مقام، و ای عارف معروف نام، خود انصاف ده که درین درگاه عرش خرگاه، که ساق سدره‌اش ستون بارگاه است، چون فریاد مظلومان، نارسیده رسیدن از چه راه است - هر درخت خشک این بیشه چوبداری است مانع بار، و هر شیر مست این صحرا پاسبانیست بیدار - هر سبزهٔ خوابیدهٔ این بیابان تیغی است از مخلمین نیام بر جسته، و هر خاک نمناک این ریگستان نیشتری در سونش(۲) الماس نشسته - جادهٔ این بیدائی ناپیدا کنار، بسان کوچهٔ زخم کاری، بیم ناک است، و موج سراب این دشت بی آب، شمشیر وار، تشنه خون و بی باک بیم سموم این صحرای آتشبار شیر شرزه را، برنگ شیر علم، در تب لرزه دارد، و گرمی هوای این وادی جان سوز سمندر کباب میسازد - پروانه جان نثار، که از روی ادب مهر بر لب داشت، صورت حال خود التماس کرد، که مطابق پروانگی میر آتش داغ عشق، شمع وار، سر گرم ادراک شبستان حضور گشته، چشم در راه توجهات داشته ام، و بحکم تسلیم در بارگاه

---

(۱) خلوت ۱۲ (ف) -

(۲) بالضم و واو معروف و کسر نون و شین معجمه، براده که از سوهان فرو ریزد و برادهٔ آهن و الماس و مس وغیره (غیاث)

والا، از سر گزشته، سر بر کف دست گذاشته ام - من سبقت آموز، طفل اشک وار، از زندگانی گذشته قطره زن گردیده ام ، و از هجوم گریهٔ شوق، برنگ ناک، مشتاق یار گشته، از خود بریده ام، آنجا که دل دو نیم جادهٔ شاه راه تسلیم است، اول قدم عشق بازان گذشتن از دو راه امید و بیم است - بکیمیای سعادت سوگند! ! که عاشق بی تاب، مانند سیماب، پروای کشتن ندارد - بگنج شکر قسم! که مراد مرید صادق جز جان شیرین نذر پیر کردن نبود - بیت -

طائف فانوس خلوت خانه ام
بلبل باغی نیم، پروانه ام
ترک رشک و بیدماغی کرده ام
نقد جان نذر چراغی کرده ام

شاه قادری بمجرد اصغای این واقعه، آن امیرالامراء جانباز را، قبای خاصهٔ بغل گیریها در بر گرفت، و دستار دست بسر مالیدن بر سر بست - گویا دو مغز بادام در یک پوست نمایان شد، یا دو کتاب در یک جلد انضمام یافت : بیت -

گشت سرگرم سفر اندر وطن
شمع با پروانه در یک پیرهن
جلوه کرد از شیخ(۱) شمع گرم تاب
سوزش پروانه شامی کباب

(۱) سیخ -

رخصت شدن شاه معروف از حضور مبارک و کامیاب گردیدن بی بی جیونی

ازانجا که صبح دولت صاف دلان، برنگ بیضهٔ طاؤس، بهار بخت سبز در گره دارد، هرگاه بمجرد ضم آن سورهٔ اخلاص صدق ارادت بآن فاتحهٔ قران سیادت، قرأت نماز بقا باالله جلوهٔ اختتام یافت، معروف روزگار که فاتحهٔ فراغ تحصیل کمالات او از اول بسم الله جدا نبود، چند گاه بادراک خدمت عظمت اندوز گشته، امر برخصت یافت ـ هم دران اثناء بالمواجهه تصرفی از جناب پیر صبح نفس روشن شد که شیرازهٔ دیوان عنصری وجود مسعود معروف روزگار جعله الله فردوسیا گسستن گرفت : بیت :

حالتی رفت بر ایشان که خود ایشان دانند
حاشا لله که این جمع پریشان دانند

بعد معاودت آن همزهٔ قطعی و وصلی، بهمان حالت اصلی، امر مبارک بعطای خطاب شاهی بدین عنوان صادر شد، که درین عصر عصاری چرب دست سراپا، اعجاز که بعد اخراج روغن لذت و شهوات کنجد را بجا دارد، خال خال پیدا می شود، و لقب شاه، بی انقضای این حالت، جواز ندارد، لهذا، بسان گاو عصّار، سیر و سلوک این کوته نظران سرمایه سرگردانی و نارسائی میگردد :

ترا هر چند ای یار وفادار
چو جان نتوان جدا کردن بیک بار
و لیکن پای رخصت درمیانست
که در دست نصیب عاشقانست

کسی کش دست بوست پایهٔ یافت
تواند پنجهٔ خورشید بر تافت

نگاهت حکم فیض عام دارد
شراب بیخودی در جام دارد

علی‌الخصوص شیر زنی سراپا شکوه، کوه در دوکان اندوه، چراغ زیر دامن کهسار، یار غار اوتاد روزگار، سوسن آزاد بکنیزکیٔ او ممتاز، و سرو سهی بغلامیٔ او سرفراز، برنگ شرر، پیراهن خارا بر بدنش تنگست، و مانند مونث سماعی، آفتاب از پیرایه عاریتش ننگست، جاریه‌ای که پیوسته لبریز استغراق است ، هاجره‌ای که دمبدم سوخته فراق است ، گوهر شب تابی از دست ناخریداران تنگ، لعل خوش رنگی از کان بیچونی در دل سنگ، :

بذکر نام پاک آن کان اندوه
شده نقش نگین سنگ آن کوه

نمیداند که عالم را چه رنگ است
کدامین شیشه خاطر خواه سنگ است

بوحدت یار غار عشق گشته
دل و جانش شکار عشق گشته

گرفته، چون شرر، در سنگ مسکن
زده بر آتش کهسار دامن

هوای بالش و بستر ندارد
سر از بالین چو مستان بر ندارد

بصد مستی و مستوری دران کوه
ز فوج ناله کرده راست انبوه

نخستین ای چراغ دیدهٔ طور
بکن آن کوه را سر چشمهٔ نور

نظر بر حالت آن مستحق کن
به جذب التفاتش مست حق کن

آنگاه بسمت بار گوندلان، که صحرای ختن را هم چشم او دیدن عین خطاست، مانند آهوی چین، دو اسپه ترک و تاز کرده، مشکی سواران سودای عشق را بداغ تازه آشنا کرده، و سنگدلان سر بصحرای داده را، فلاخن وار، سر مشق وجد و رقص باید گردانید ـ قصه کوتاه! بنا بر اتباع امر جهان مطاع خورشید شعاع آن ابر رحمت قطره زن گشته، راه کوه گرفت :

نه کوه آن نو بهار جلوه ناموس
ز جوش سبزه و گل رشک طاؤس

دل جوزا ز تیغش چاک گشته
ز برقش آسمان غمناک(۱) گشته

ز بس رفعت که دارد در دل شب
شده سنگ ته دندان(۲) کوکب

ز دور چرخ تیغش بر گذشته
فسان خنجر خورشید گشته

---

(۱) اصل : نمناک ـ
(۲) سنگ در دندان آمدن کنایه از رنج و تشویش یافتن (بهار عجم)

به تیغش آسمان زنگار بوده
مه نو صیقلی آن را نموده

هرگاه بطلوع آن آفتاب والا درجهٔ کوه مسطور رتبهٔ جبل ثور یافت، بلکه بورود آن صحیفهٔ مرسله، مصداق ''و الطور و کتاب مسطور،، شده، شاه گوهر شناس کان ''کن فیکون،، در طلب آن شیرین کلام حلاوت ذوق که هر موی سفیدش کم از جوی شیر نبود، فرهاد وار، هر گنج کوه را کافتن گرفت، رفته رفته بر در غاری، که از سوراخ سوزن بیش نبود رسیده، سرشتهٔ مقصود یافت :

شده بر در غار وقت پناه
چو بسم الله سورهٔ کهف شاه

القصه ! ! آن آتش نیم مرده را از خار و خس بر آورده، از روی احتیاط در پنبه گرفت، تا از اختلاف هوا ضائع نشود ـ زیرا که آن معنیٔ معمّای وحدت نامی بیش نبود، و آن ماهی دریای فنا ماهیت نون تنوین داشت ـ
مثنوی :

برون آمد کهن سیپارهٔ عشق
همه اجزای او آوارهٔ عشق
نمایان چون شراری جسته از سنگ
سر و پای بقا بر قامتش تنگ
برآمد طرفه یاقوتی ز کهسار
نهان در پنبه‌اش کردند لاچار

ز جوش لاغری بود آن یگانه
درون پنبه گویا پنبه دانه

غلط کردم بزیر پنبه داغی
میان بیضهٔ طاؤس باغی

نهان(۱) در صبح، خورشید نظر باز
ته ابر تنک مه جلوه دمساز

هرگاه قوت امتیاز(۲) در پنجهٔ حواس خمسهٔ او حادث شد، اگرچه آن درد پرورد را، برنگ طفل اشک، خون جگر خوردن کم از شیر مادر نبود ـ اما حکیم خداقت(۳) پیشه وقت پرداز(۴) جهة(۵) ازالهٔ(۶) رنج باریک ضعف(۷) بدن آن رابعهٔ وقت را وقت ولادت(۸) در صدد(۹) ولادت ثانیه دیده، شیر غذا ساخت ـ هرگاه بقوت این قوت لایموت مزاج قدری اعتدال گرفت، بارادهٔ نوجوان کردن آن زلیخای مغرب کوهسار، حکمةالعین،نگاه چشم بیمار را، که طب یوسفی در مقابلهٔ آن چون نسخهٔ سقیم اعتبار(۱۰) ندارد، مد نظر داشته، بنوع دیگر ترکیب(۱۱) مفرح، نشأ وار(۱۲) سراپا اسرار نوشت، که بمجرد استعمال آن لبریز صحت روحانی گشته، در همان حال وجد و حالی یافت، که از کیفیت آن جز محول(۱۳) احوال آگاه نبود، : (بیت) (۱۴) :

---

(۱) از این جا نسخهٔ خطی دیگر آغاز می شود ـ اسم مختصر این نسخه 'گ' قرار داده ایم ـ

(۲) تمیز ۱۲ (ف)-

(۳) کمالیت ۱۲ (ف)- گ: صداقت ـ (۴) مشغول هونے والا ۱۲ (ف)- گ: پرواز-

(۵) گ : حبه ـ (۶) دور کردن ۱۲ (ف)- (۷) گ : ضعیف ـ

(۸) گ : 'وقت ولادت' ندارد ـ (۹) پس ۱۲ (ف) -

(۱۰) گ : 'اغیار' هم دارد ـ (۱۱) گ : ندارد ـ (۱۲) گ : از ـ

(۱۳) خدایتعالی ۱۲ (ف)- (۱۴) ش : ندارد

زلیخای ز یوسف کامران شد
پس از شور ضعیفی نوجوان شد
غلط کردم چه باشد نوجوانی
بقربانش هزاران زندگانی

نشأ (۱) تریاک مستیٔ آن مستورهٔ شیر گیر که از جناب شاه عالم پناه خطاب ''بی‌بی جیونی،، یافت، آنقدرها طلوع گرفت، که هیچ کس را تاب لقا بآن آفتاب والا درجه نبود - لهذا عرض احوال پروانهای خو کردهٔ مهر سکوت، چون شرح ضمن، از پس پشت مقرر شد، روشن است که شمع پشت و رو ندارد - یکی از سر افراز گردگان آن لیلةالقدر حافظ قرآن لسان الغیب '' شاه محمد شیرازی ،، بود که گرمیٔ باطن آن شمع فانوس خلوت در انجمن در سواد پنجاب روشنی دارد ، (۲) اگرچه روح مجسم او از شرافت آبا و اجداد عاری نبود، اما ولادت ثانیهٔ آن مسیحا نفس بفرزندی، بی واسطهٔ آن مریم روزگار شد - حدت جذب آن برق افروز اظهر من الشمس بوده،(۳) انشاء الله ذرهٔ ازان عنقریب روشن گردد : بیت(۴)

این سلسله سر مشق سیه مستان است
برهم زن زور رستم دستان است
از غلغلهٔ اوست جهان پر گشته
زنجیر درخدا اگر هست، آن است

---

(۱) گ : ندارد -
(۲) گ : '' روشنی ندارد '' نوشته شده - (۳) گ : بود -
(۴) گ : ندارد -

ورود شاه معروف در بهلوال

از انجا که قرعهٔ(۱) طالع جماعهٔ سعادت‌مندان بطریق فتح و نصرت اجماع دارد، شاه ضمیر آگاه آن شیر زن را، که برنگ مونث سماعی، آفتاب وار، از زوج فرد بوده، دران سواد، قائم مقام خود کرده، راه بار گوندلان گرفت - از هجوم کرامت نقش پایش دران ریگستان، چون اشکال رمل، خالی از حکمت نبود، و سیر(۲) آن نقطهٔ(۳) آتشی، مرکز سوز و گداز، در خیال دس راه نداشت - هر چند در اثنای سفر آن کیمیا گر اکسیر شمسی نوجهات نظر بر اخفا داشتند، چون گیاه کیمیا بویرانه های دور اقامت میگرفت، اما روشن است که گنج زر مغربی آفتاب در ویرانه پوشیدن امکان ندارد- بعد چندگاه ورود مسعود ذات کرامت آیات در موضع ملایک مسجود بهلوال، که در رفعت شان بامّ القری زادها شرفا، نسبت فرزندی دارد،(۴) اتفاق گرفت - از انجا که در مقام(۵) رشک عراق و حجاز آوازهٔ مهمان نوازیٔ ''میان منکو''، پدر برزگوار شاه سلیمان در شهرت، کم از لحن داؤد نبود، شبانگاه اقامت آن مضمون تازه کرامت در خانهٔ ایشان، که مانند بیت خالی بمزاج عشاق بینوا موافقت داشت، مقرر شد- آن شمع شبستان سعادت سرگرم خدمت گشته، تا صبح از پا نه(۶) نشست -

رباعی :-

هنگام سحر که خسرو(۷) چین برخاست
از بیضهٔ صبح مرغ زرین برخاست
شاهنشه روزگار بر جست بناز(۸)
یا(۹) سرو ز گلزار نهالین برخاست(۱۰)

---

(۱) گ: قرع - (۲) گ: دبیر - (۳) گ: ندارد -
(۴) گ: داشت - (۵) گ: مکان - (۶) گ: پایه -
(۷) گ: خسروی - (۸) گ: نیاز - (۹) گ: با -
(۱۰) گ: ''برخواست'' در هر سه مصرع همین طور نوشته شده -

دران هنگام، مردمک دیدهٔ باریک بینان، چراغ دودهٔ خلوت نشینان، مهر پروانهٔ(۱) ولایت بسم الله، سورهٔ هدایت، نرگس چمن عین الیقین، گل داؤدی گلشن دین، حضرت ,, شاه سلیمان ،، اورثنا الله ریاضتهٔ، از جوش طفولیت در صحن خانه بازی می کرد، لیکن فی‌الحقیقت بازی حجازیٔ آن کبوتر حرم بی نیازی، خالی از عشق بلند پروازی و یکه تازی نبود :

بطفلی اشک را درد آشنائیست
پریدن مرغ را صرف هوائیست

چو صبح از وحدت انجام و آغاز
شکسته بیضه بیند عین پرواز

سورهٔ اخلاص، که بر کتب سابقه خط نسخ کشیده، با اینقدر ایجاز اعجاز ثلث قرآن دارد ، و بسم الله که تاج قرآن گردیده، با این همه اختصار، حامل(۲) هفتاد بطن ام الکتاب می شود ـ مردمک دیده را خورد گفتن بر کوته نظری دلیل ساطع است، و خنجر تیز دم را کوتاه قد شمردن بر ناتراشیدگی حجت قاطع ـ اسم اعظم، که ملک سلیمان زیر نگین اوست، در ترکیب لفظی(۳) بسطی ندارد، و عرش الله قلوب، که مسجد اقصٰی گوشه نشین اوست ، در چشم حس صاحب وسعت نبود ـ قصه کوتاه! بیک نگاه ناگاه، شاه عالی جاه، خورشید بارگاه، آن ماه(۴) گردون، کلاه نور دوبالا گرفته روشن شد، که باعث طلوع ذات بیضا صفات درین سواد نور علی نور کردن این ماه است، و نزول آن سورهٔ والشمس

---

(۱) شاه سلیمان ۲ ۱ (ف) ـ
(۲) گ : روانه ـ
(۳) گ : عامل ـ
(۴) گ : ندارد ـ

مخصوص در شان آن خاصهٔ درگاه : بیت

کسی کز بخت (۱) برخوردار باشد
جبینش مطلع انوار باشد
بخواند صاحب باطن کما هی
ز لوح جبههاش سر الٰهی

شاه صبح نفس، که تفسیر بیضاوی از رشک نور باطن او سیپاره می شد،(۲) آن مصحف بغلی را به نعظیم تمام خوانده، پیشانیش بوسیده در کنار گرفت - آخرالامر آن مجموعهٔ آیات کرامت را بحافظ حقیقی سپرده، رخت سفر بر بست - هنگام فاتحهٔ خیر رخصت، که ختم دور صحبت بدان مقرر گشته، امر عالی پرتو ورود یافت که اگر ایاغ دماغ این دیوانه، به کار خود هشیار، ''کیف ما اتفق،، لبریز نشاء بیخودی و استغراق گردد، و بساقٔ شراب طهور قسم، که محمول بر سایه و آسیب نکرده باشید - زیرا که پری هر چند دیوانه باشد ، بر شیشهٔ سلیمان سنگ نتواند زد، هیکل قدسیٔ دل نشینش(۳) تعویذ دفع بلیات کافی است، و آیهٔ الکرسیٔ خط جبینش مصداق بسم الله شافی- از انجا که ایزد کار ساز آیهٔ ''و ان یکاد،، در(۴) سورهٔ نون ابروی او نوشته- این فرشتهٔ درد برشته، که در ابصار اهل انکار مظهر ''انه لمجنون،، و در دیدهٔ ارباب اقرار(۵) عین و '' ما هو الا ذکر للعلمین،، گردد، بهیچ وجه، مانند طفل اشک، ملاحظهٔ

(۱) گ : گر -
(۲) گ : باشد -
(۳) در نسخهٔ ش ''دلنشین'' -
(۴) گ : ''الذین'' علاوه بر کلمات سابق- ش : 'و' بجای، 'در' -
(۵) گ : اقرا' -

چشم زخم ندارد ـ انشا الله این کودک جوان بخت ، بعنایت پیران پاکباز، روزی مردی گردد، که مردان گرد او گردند(۱) ـ بیت :

مظهر کردگار خود گردد
قبلهٔ روزگار خود گردد

عاشقان گرد پیش خانهٔ او
مرغ گم کرده آشیانهٔ او

سبحان الله این طریقهٔ دست آویز ادراک سعادت چه رشتهٔ عالیست، که مانند تار سبحه، واسطهٔ جمعیت مشتاقان لا اوبالی است، کشش این سلسلهٔ عالیه، برنگ جذر و مد محیط اعظم، هرگز کمی نگیرد،(۲) و افزائش این شجرهٔ طیبه، روز بروز، چون نهال عشق پیچان، شاخ در شاخ می شود، بقسمی(۳) که فلیتهٔ پنبه(۴) بوساطت آتشی شیشه از پرتو خورشید آتش در گیرد ـ اینجا دل(۵) خشک مغزان افسرده، بوسیلهٔ پیر صافی ضمیر، قابل تجلیٔ نورالانوار گردد ـ فروغی که در جبهٔ شاه مبارک می تافت، ناصیهٔ همایون نوشه دیوان همان یافت، دلیل روشن پیدا کرده ام ـ شمعی، که از شمع در گیرد همان نور تابان است بنص قطعی ثابت نموده ام ـ مصحف، که از مصحف نقل کرده شود، همان قرآن است، اگرچه سد راه اعتقاد ساده لوحان تغائر اطوار و شیون ست ـ اما(۶) گرمی هنگامهٔ این آفتاب طلعتان روز افزونست، ''ما ننسخ من آیه'' او ننسهاء

---

(۱) ش : گروند ـ
(۲) گ : نگردد ـ (۳) گ : بدین قسمی ـ
(۴) گ : ''بلغه'' بجای ''فلیتهٔ پنبه'' ـ
(۵) گ : این حال در دل ـ
(۶) گ : اضافهٔ '' اگر'' ـ

نات بخیر منها''،(۱) گویا در شان(۲) این خاندان عالی شان نازل گشته، مثل(۳) ''مثل امتی کمثل المطر لا یدرك اوله خیر ام آخره''، همانا در بیان ترشح ابر رحمت این دودمان سراپا فیض وارد گردیده:

این دوده چراغ محفل نُه طاق است
پروانهٔ روشنائیٔ آفاق است
مانند سواد اعظم هندوستان
پیوسته ببحر(۴) شور استغراق است

رسیدن(۵) شاه سلیمان(۶) بجناب معروف روزگار

ازآن جا که کمند وحدت کشش روز افزون دارد، هرگاه شاه محیط اعظم کرامت، برنگ موج، آغوش وداع کشاد، و مانند ابر رحمت، قطره زن بادیهٔ سفر گشته، در صدف خوشاب چون آب گوهر قرار گرفت، بعد چندگاه، سلیمان روزکار، که خلعت تفویض امانت شمس آباد تجلیات یافت، جهة گردآورئی کان نمک شور عشق سرانجام سپاه ناله و آه لازم شمرد - پیداست که در موسم باشارت گریه دانهٔ دل زمین داران خطهٔ عشق تخم سنبل، دود آه، و لاله زار داغ می شود - بیت:

عشق زین گونه جوشها دارد
غارت رخت هوشها دارد

---

(۱) گ : اضافهٔ ''او مثلها'' -

(۲) گ : ''بساوران'' بجای ''گویا در شان'' -

(۳) ش : ندارد - (۴) گ : پیوستهٔ بحر -

(۵) گ : اضافهٔ ''حضرت'' - (۶) گ : اضافهٔ ''علیه الرحمة'' -

سینهٔ چاک جادهٔ راهش

بیخودیها غبار درگاهش

در اوقات بیخودی و استغراق، کف بر لب آن دریای شور شوق، بقدر یک تودهٔ طوفان، طغیان میکرد ـ و در هنگام وزیدن نسیم وجد، گردن آن شاخ گل کج گشته ـ چهرهٔ مبارک، برنگ گل، سرنگون، جانب کتف انحراف می یافت (که آئینهٔ رو و شانهٔ بازو بقدر یک موی از هم جدا نبود) ـ باغبان آن گلزار سراپا خار،(۱) یعنی(۲) معروف روزگار، اگر چه در آغاز نشو و نمای این بی خبریها، سر و برگ خبر گیریٔ آن نهال چمن قدس داشت، اما هرگاه آن نخل سر سبز، که صنوبر دلبستهٔ او بود، خرما خستهٔ او بدرجهٔ استقامت هوش و امتیاز فائز شد ـ ازان سرو ناز استغنا، که ثمرهٔ(۳) معشوقیست، گل کردن گرفت (بیت) (۴)

طلب شرط است در راه محبت

طلب دربان درگاه محبت

طلب خضر ره(۵) صحرای عشق است

طلب سرمایهٔ سودای عشق است

اگرچه نصیبهٔ خدا داد، چون مهمان ناخوانده، خود بخود گلوگیر می شود، امّا بقول خوان سالار روم، که سرپوش از طبق مدعا برداشته،

---

(۱) گ : خار خار ـ
(۲) گ : اضافهٔ ''حضرت'' ـ
(۳) گ : ثمر ـ
(۴) ش : ندارد ـ
(۵) گ : راه ـ

کاسهٔ چشم لبریز شوربای اشک نمودن مزهٔ دیگر دارد : (بیت)

تا نگرید کودک حلوا فروش
بحر بخشایش نمی آید بجوش

لاچار، سلیمان روزگار، سریر آرام و افسر دولت، چون تخت سلیمان و تاج هدهد، برباد داده، در هوای طلب از سینه چاکیهای بال پرواز کشاده، مانند تخت بلقیس، بسرعت طی مکان سعادت قدمبوس(۱) دریافت، معروف روزگار که سرمشق خانهٔ نقاش تقدیر گشته، قلمدان وار، از(۲) خود تهی گردیدن داشت :

افگند تا نگاهی بر روی لاله رنگش
چون بچهٔ(۳) قلمدان در بر گرفت تنگش

سبحان الله! بقسمی، که مرهم کافور صبح داغ خورشید را هر روز تازه می سازد، نفس سرد پیران صدق معمور، چراغ گرمیٔ شوق در خلوتخانهٔ دلها بر افروزد ـ القصه سلیمان روزگار، برنگ ماه روشن سواد، که حکم مردمک دیده شب دارد، در دو هفته تحصیل کمالات کرده، مسود (۴) تفسیر سوره (۵) نور شد ، (۶) معروف روزگار فرموده که هرگاه تفویض امانت از سائر وجوه جلوهٔ ظهور کرده، اقامت اینجا حکم تحصیل حاصل دارد ـ (بیت) (۷) :

بجای دگر کرده باید مقام
نگنجد دو شمشیر در یک نیام

---

(۱) گ : قدمبوسی ـ (۲) گ : 'از' ندارد ـ (۳) بچه ای ؟
(۴) گ : مسوده ـ (۵) گ : ندارد ـ (۶) گ : اضافهٔ حضرت ـ
(۷) نسخهٔ ش ندارد ـ

مصلحت آنست. که چند روز در موضع''شاه پور''، پیش کبوتر بام عشقبازی ''شاه محمد شیرازی''، استقامت باید گرفت۔ بعد ازان چندگاه مرغاییان بلند پرواز خطهٔ پنجاب را، بحری وار، شکار کرده، باز در وطن سعادت مسکن، که سرخاب کابل بجنب آن یک پل قیمت ندارد، بفوج جمعیت دل باید نشست، تا شور و فساد قطاع الطریق نمکسار،(۱) که بیداد ایشان، چون فرنگیان دریای شور، قاف تا قاف شهرت دارد، برنگ نمک در آب معدوم گردد۔ هنگام رخصت حکم والا بنگاه کردن جانب دست راست صادر شد ۔ نظم(۲) :

نگاهی کرد(۳) آن خورشید رخسار
نمایان دید ماهی برق رفتار
مجسم گشته روحانی سرشته
به ترکیب بنی آدم فرشته
جبینش لوح محفوظ سعادت
خطش سر مشق(۴) ارباب ارادت
صنوبر دست بیعت دادهٔ او
قیامت پیش پا افتادهٔ او
ز ابرو چشم آن شوخ جفا کیش
اتاقه(۵) زن چو ترک غارت اندیش

---

(۱) گ : ''سار'' ندارد ۔ (۲) گ : ابیات ۔
(۳) گ : ندارد ۔ (۴) ش : سر مشک ۔
(۵) گ : اماقه آتاقه بمعنی کلغی که پرهای بعض مرغان.سازند ۔ لفظ ایست ترکی (غیاث) ۔

مصفا چشمش از گرد کدورت
مرکب گشته معنی جای صورت

بزیر طاق ابرو جای خالش
هلالی(۱) محو محراب هلالش

هرگاه سلیمان زمان را بمعائنهٔ صورت آن جوان سکندر طالع، آئینه وار، حیرت دامن گیر شد - پیر خضر لقا، که دلش در صفای باطن از جام جم کم نبود، فرمود که این عیسٰی نفس نوشه حاجی(۲) نام، برنگ مهدیٔ آخرین دور بولایت سادر زاد ممتاز گردد، مشرق و مغرب. برنگ صبح، از صدق نفس او فروغ پذیرد، و گرمیٔ او در هند و حجاز از آفتاب روشن تر باشد - هرگاه این مجموعهٔ لطایف اشرفی تحویلدار خزانهٔ امانت الٰهی گردد، (۳) سکهٔ حالیٔ دارالضرب نامش، که درست بدر بجنب آن(۴) وفور قصور قابل خرج شب باشد، ناقص عیار آنرا(۵)، محک وار، روسیاه خواهد ساخت - سلیمان روزگار التماس نمود که شیرازهٔ کتاب بی نیازی، یعنی شاه محمد شیرازی، که این جزو ضعیف به پیوند رشتهٔ صحبت او مامور گشته، شنیده می شود که هر که در موافقت و انقیاد او، بقدر یک سر سوزن، روا دار(۶) تفاوت شد، گرفتار شکنجهٔ بلا گشته، سرش بریده گردد - و منکه از هجوم اشک بسوزن مژگان تار نگاه چشم از اغیار دوخته ام، و سوزن وار، چشم بر خرقهٔ مستعار دوختن عین عار و ننگ دانسته ام، صحبتم بآن گره در گره هرگز کوک(۷) نخواهد شد -

---

(۱) ش : بلای -
(۲) گ : هادی (۳) گ : اضافه ''و'' (۴) گ اضافهٔ ''به از''
(۵) ناقص عیاران را ؟ (۶) گ : و از -
(۷) گ : کودک (کوک موافق شد ن ساز بسازی : غیاث) -

پیداست(۱) که رشتهٔ جان(۲) تاب کشاکش سوزن ندارد، و سوزن مژگان منت کش رشته نبود ـ اگرچه مد نظر شاه این معنی است که دو رشته باتصال همدگر استحکام پذیرد، اما از ناهمواریٔ آن پیچ در پیچ معلوم می شود که تار و پود صحبت جانبین عنقریب گسسته گردد ـ حکم شاه عالیجاه، که خورشید در مقابلهٔ فروغ رخسارش از چراغ روز بیش نبود، پرتوهٔ صدور یافت که هرچند چراغ ماه غم طوفان باد ندارد، و آتش برق بآب باران خاموش نشود، امّا بر تقدیر اگر آن گردن کش مغرور، شمع وار، سرگرم (۳) زبان درازی گردد، رشتهٔ جانش طعمهٔ مقراض فنا (۴) خواهد شد ـ قصه کوتاه(۵) !! هنگام رخصت تازیانهٔ برق کردار، که کرهٔ نار (۶) تاب طراق آن نداشت، عنایت شد، که بعد ملاقات بآن فارس (۷) شیراز سپرده (۸) گردد ـ رباعی(۹) :

روان شد شیر صحرای محبت
نهنگ قعر دریای محبت(۱۰)
روان شد با هزاران حشمت و جاه
تجلی در رکاب و جلوه همراه

اقامت سلیمان روزگار(۱۱) پیش شاه محمد شیرازی و تنبیه او

از انجا که نگین دلها، بیمن اسم اعظم عشق صاحب یسار میگردد، هرگاه سلیمان روزگار(۱۲)، که آئینهٔ دلش پامال مورچهٔ غبار

---

(۱) گ : بیداست - (۲) گ : غمان - (۳) گ : میان دو لفظ 'و' دارد -
(۴) گ : فناه - (۵) تاهنگام - (۶) گ ; ناز -
(۷) گ : قارش - (۸) گ : پیرو - (۹) گ ندارد -
(۱۰) گ این مصرع را ندارد -
(۱۱) درگ این طور مرقوم است : و رسیدنِ استقامتِ حضرت سلیمانِ روزگار پیش........
(۱۲) از " ازآنجا...... تا...... روزگار" گ ندارد -

طبیعت نبود، برباد پای سفر نشست، در اثنای راه جماعهٔ رهزنان زنگی کردار، گرد آن سر چشمهٔ بقا، چون بخت خود سیاه، گرد (۱) آن سکندر طالع، که بخت سبز خضر راهش بود، گردیدند، (۲) - اما ازانجا که سالک جادهٔ ازخود رفتن و گرم رو راه ازخودی بریدن، برق وار، بیم رهزن ندارد، سلیمان روزگار(۳)، بیک نظرکرامت، آن دیو سرشتان را مسخرکرده، بسمت خوشاب، چون ابر بهار، قطره زن شد، و نسیم وار- در یک لحظه از دریا گذشته، بموضع شاهپور ملاقات شاه محمد شیرازی دریافت - بعد ابلاغ سلام تازیانه را تسلیم کرده، برنگ گل دستار جای خود خالی دیده، بالا دست نشست- از(۴) زبان آن شیر شیراز صادر شد که چابک(۵) سواری یکه تاز(۶) که تازیانهٔ شاهانه در دست داشته باشد، رهزنان توسن را باو حرویی کردن چگونه صورت بندد - قصه کوتاه! همدران گوشهٔ روز مصفاتر از دلهای چله نشینان، جهة اقامت آن قربانی (۷) میدان شوق، و مهمان (مهمانیٔ) خوان الوان ذوق، معین گشت، و مقررشد که هیچ کس، برنگ خانهٔ کمان، دران خانهٔ لامکان بنیاد، نرود - تا بتوارد معنیٔ (۸) بیگانه در آن بیت یگانه، قافیهٔ جمعیت بران جوهر فرد تنگ نشود .. اگرچه پیر صبح نفس مصاحبت آن دو نقطهٔ نور بر این معنی عین مصلحت دانسته، که دران دو مردمک دیده، وحدت رابطهٔ اتحاد نصب‌العین گردد، اما (۹) نوادر اتفاقات آنکه، دران هنگام سلیمان وقت که گرمئی بازار قرص خورشید از دور ملاحت حسن گندم گون او چون نان نمک سرد شد، بمصداق ''الصوفی یاکل سبعین

---

(۱) گ : کرده شده راه - ش : گروهِ -
(۲) گ : گردید -
(۳) گ : حضرت سلمان روزگار- (۴) گ : که از-
(۵) گ: جائیکه - (۶) گ : تازه- (۷) گ : قربای -
(۸) گ : یعنی- (۹) گ : اضافه ''از'' -

مرة،، آنقدر گرسنگی داشت، که اکثر اوقات تسکین اشتهای صادق آن صبح نفس بما حضر فقیرانه ممکن نبود - از انجا که آن مظهر اتم سنهٔ ابراهیم خلیل الله، که مانند کوه الله اکبر شیراز شهرت داشت، در مطبخ، از اول بسم الله غره تا سلخ هر روز رنگ عید قربان می ریخت، یعنی روی زمین را بخون گاو و گوسفند دمبدم گلگونه می بست، باری کله و پایچه بسیار در وجه افطار روزهٔ سلیمان روزگار مقررشد - بعد چندگاه اکثر کاسه (۱) لیسان آن شیر شیراز، که مانند سگ، قلادهٔ تقلید در گردن آنها بود، بسیار خوردن آن صاحب ذوق - حمل بر شکم پروری کردند، لهذا یکی از سگان دیوانهٔ، خندان گشته، معاینهٔ این حالت کرده، بوالعجب از آن کباب گرمئی شوق، مانند اصطلاحات ملا دو پیازهٔ شیرین گفتار، که حکم مزعفر قلیه دارد، باعث مضحکه پنداشت، و دیگری، ازان گرفتاران جوع الکلب، چار چشم گردیده، مشاهدهٔ این حال نادر ازان سیر چشم خوان ذوق، بسان اشعار ابو اسحاق طعمه (۲)، که ظرایف نمکین جمع کرده، وسیلهٔ تمسخر انگاشت - قصه کوتاه (۳) ! ! روز بروز دیگ سودای خام ایشان، بمصداق الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب، بیش تر جوشیدن گرفت - زیرا که آن پوستیان (۴) خشک مغز را کله و پایچه نخوردن از غلبه جوع البقر گوارا نبود، لهذا هر یکی ازان نمک حرامان خام کار، بنمک شور و فساد قسم خورده، پیش خوان سالار (۵) خود رنگ شکایت ریخت، اگرچه آن پخته کار، در مبادئ شورش سخن آن مکس (۶) طینتان را بی مزه دانسته، چون لقمهٔ ناگوار رد میکرد، امّا هرگاه، بقول مشهور همان آش در کاسه، هنگامهٔ فساد روز بروز افزایش گرفت،

---

(۱) کاسه لیسان یعنی لالچی و فقیر (ف)—گ: کاسه لبان - . (۲) اطعمه ؟
(۳) گ: القصه - (۴) گ: بوستان - (۵) گ: سالاران - (۶) آنکس-

لا علاج، رفته رفته مزاج آن حکیم کار آگاه، چون مزهٔ دهان بیمار، متغر شد، یعنی از هیزم کشی‌های آن فرقهٔ حمالهٔ الحطب، چراغ دودهٔ ابولهب، آتش بطش آن شیر شیرازی، برنگ آتش پارسی، اشتعال یافت، آن شور بختان بی نمک شادی کردند، که اکنون ترکی ازین ترک جوش (۱) نیم خام هم تمام شد (۲) -

آن حلاوت نماند در صحبت
گشت حلوای آشتی شکر آب

شور مستی و هم بپای کشی (۳)
بی مزه گشت چون نمک بشراب

این حکایت معلوم نبود که آن بلبل هزار داستان بوستان شیراز، با این طوطئی شکر زبان هندوستان اعجاز، هم پنجه (۴) نخواهد شد، و منصوبه بازیٔ آن کبوتر شیرازی بشهباز پیش نخوا هد رفت - پنجهٔ سلیمانی، که خاتم اسم اعظم در انگشت اوست، بزور مور برتافتن امکان ندارد - و دیوار قهقهه، که هر کنگره‌اش بر سد سکندر خندهٔ دندان نما دارد، بآب دهن لبریز فنا کردن ممکن نبود - القصه، هرگاه آن شهباز بلند پرواز شیراز، چشم پوشیده، بمقابلهٔ آن هدهد تاجدار کمر بست، سلیمان روزگار، برنگ خاتم، بتعظیم خم گشته، فرمود که ای شاه نامدار با من صاف دل، که نگین وار، نامزد شما گشته‌ام، خراشیدن مهر محضر (۵) بدنامیٔ شما می شود، اگرچه آن آیهٔ رحمت، همگی همت (۶) وقف سکون کرده، حرکت حریف

---

(۱) ک : جوششی - (۲) نسخهٔ ک این جا لفظ رباعی را دارد- بنده می‌گویم این رباعی که نیست فقط قطعه‌ای است (۳) ک : پالکیشی -
(۴) ک : هم بچه - (۵) منشور ۱۲ (ف)- (۶) نس : "محبت" -

را ''کان لم یکن،، دانست، اما آن غلط‌کار تطاول و زبان درازی مدنظر داشته، با وجود صدور حرف لیئن تسکین (۱) آشنا نشد، بلک عزم رزم جزم کرده، ارادهٔ آن داشت که آن دیوار قهقهه تمکین (۲) و وقار را بجنبش لب، چون صف دندان، زیر و زبر سازد، تا آن مصحف قالبی لبریز صحت (۳) و اعتبار بزخم زبان او سیپاره گردد - از بسکه چرب و نرمیٔ آن مرهم دلهای افگار موثر نبود، بلک گویا (۴) روغن بر آتش گرمیٔ غضب می ریخت - هرگاه اظهار انکسار ازان یگانه روزگار دو سه بار مکرر شد، لاچار آن ذوالفقار قبضهٔ یدالله، که مانند قلم، دل دو نیم از تقلیب (۵) اصابع الرحمن جدا نبود، بانگشت مبارک خطی مستقیم بر صفحهٔ خاک نوشته فرمود که ای سر مشق ساده لوحی هنوز این خط امان فرمان معافی گناه است، اما اگر ازین خط اعتدال، که در معنی خط استوای آسمان انصاف است، بقدر یک ذره عدول واقع شود، اظهر من الشمس است که روز عمرت زوال آشنا خواهد شد، اکنون سیلاب تند رشک پل تحمل ما را از جا برده، و کوه صبر و قرار کان گوگرد غضب گشته:

عبث ای دانه سپند مسوز
چشم بد دور، زین گزند مسوز

چند باشی بلطف ما مغرور
خندهٔ برق(۶) نیست جای سرور

---

(۱) گ: میان هر دو لفظ ''یافت،، هم درج است
(۲) گ: تکیں -
(۳) گ: صحبت
(۴) گ بجای ''بلک،، ''بلکه،، دارد -
(۵) گردش ۲، (ف) گ: تقلب -
(۶) گ: شیرق -

نرمی و عجز ما دو سر دارد
تیغ خم زخم کارگر دارد (۱)

الحذر از زبان درازیٔ ما
نیزه بازی ست راست بازیٔ ما

هرگاه آن فارس شیراز یک قلم رخصت کرده، از خطهٔ مسطور (۲) سبقت گرفت، فی الفور برنگ خامهٔ خامکار، بسر غلطیده بر زمین نقش بست، یعنی مانند سطر خط بطلان کشیده، حرف وجود آن غلط کار عین عدم شد، کیف ما اتفق ـ ''بی بی جیونی''، که برنگ دختر رز هیچ کس مرد میدان او نبود ، از راه طیٔ مکان، مانند نشأ صهبا، بغتهٔ طلوع کرده ـ سلیمان دریا دل را، که سکهٔ خاتم اعجاز او از ماه تا بماهی جریان داشت، فرمود که این ذرهٔ پا در هوا، بگرمئی صحبت مغرور گشته، از علو درجهٔ آن آفتاب عالمتاب مطلع نبود ـ اکنون این نوشق دبستان ایجاد، که مانند طفل اشک، از عدم شعور بر روی مردم می دوید، عبرت آشنا گشته، سزای پرده دریدن یافت ـ امیدوارم که بعطاء طاقت افاقت (رفاقت؟) از سر نو سر افراز و ممتاز گردد :

بده ای ابر رحمت آبرویش
که آب رفته باز آید بجویش

اگر بر کوه تمکین تو زد سنگ
سر خود را شکست آن سر بسرتنگ (۳)

---

(۱) گ : گردد -
(۲) گ : خط ستور -
(۳) گ : سنگ

ز حد خویشتن گر پیش رفته
باستقبال مرگ خویش رفته

سلیمان روزگار (۱) خرقهٔ مبارک خود را افشانده، سه حربهٔ آبدار، چون حرف، که او در حق ایشان گفته بود، یعنی خنجر زدن بود (۲)، حریف بر زمین زد (۳) نقاب از چهرهٔ شاهد راز برداشت، که من سراپا تحمل و وقار سر حملهٔ کاری در رد (۴) کرده ام، اما تاب ردکردن سخن شما ندارم - لا علاج بجای عرق ندامت آبی بروی کار آن قطره زن بادیه استغراق آورده، غبار بیخودی از صفحهٔ خاطر او فرو شست:

کرد سر گشته شاه را یک بار
خط به بینی کشیده چون پرکار

رفاقت شاه سلیمان(۵) بطایفه ملنگان و ورود مسعود در موضع جکالی

از انجا که سفر صحرا نوردان عشق، در تسخیر سواد اعظم دلها، خاصیت گرد نامه دارد، هرگاه سلیمان روز گار(۵) که شیر گردون قابل شکار او نبود، برنگ آفتاب، سرگرم جهان گردی گردیده، راه صحرا گرفت، اتفاقاً جماعه از ملنگان، که هر یکی بی مغز و پوست و خودپرست و خدا فراموش بود، هم سفرآن سالک عالی مقام شد - از انجا که آن شیر کردگار،

(۱) گ: حضرت سیلمانؒ روز گار-
(۲) گ: "که....تا....بود" ندارد
(۳) گ: 'و' میان هر دو لفظ -
(۴) گ: زد -
(۵) گ: حضرت شاه سیلمان رح -

که آوازهٔ انصاف او از گرگان تا(۱) بحلوان شهرت داشت، قابل صحبت آن جماعه نبود - رفته رفته خاطر آن آهوی حرم، از همسایگی آن سگان حرام خوار، وحشت گرفت، زیرا که گاو و گوسفند زمینداران نذر جوع البقر آن حرام خواران می شد - از گاؤ زوری(۲) آن گوساله منشان، که در مذهب آنها کشتن گاو بیچارگان کشاورزان، ثواب ادای شرائط اسلام، بلکه ایجاب قربانی بیت الحرام داشت رمهٔ جانوران گرفت(۳) "کانهم حمر مستنفرة فرت من قسوره"، و سردار انجمن(۴) پریشان کار، که ذبح حرام، چون تکبیر تحریمه، فرض وقت می دانست، دمی از تلقین این حجت قطعی غافل نبود، که "ان الله یامرکم ان تذبحوا البقره"- گاو زمین از بیم آن مرده دلان زنده در گور، و گاو گردون از بیداد آن نمک حرامان، چون گاو عنبر مستغرق بحر شور - قصه کوتاه(۵)! سلیمان روزگار(۱)، هنگام طلوع نشأ افیون سواد(۶) شب آن پوستیان نگونسار را، چون ستارهٔ طالع ایشان، بخواب گذاشته، خود بدولت و میمنت، چون سهیل یمانی، راه صحرا گرفت - سبحان الله! ادیم پوست پوتیهای آن طایفهٔ بی مغز، اولئک کالانعام، از پرتو(۷) صحبت بوی نیافت، و آن دیو نژادان خفته بخت را، خاتم سلیمانیٔ دام اسمهٔ که برنگ ماهی شکار اوست، مفت از دست رفت :

بود چون رنگ حنایش بی قرار
رفته رفته رفت از دست آن نگار

آن روزه‌داران محرومیٔ لذت دیدار، که در روزهای(۸) وصال شناسائی قدر آن

---

(۱) گ : یا بحلو آن -
(۲) گ : روزی - (۳) گ : رم وا گرفت - (۴) گ : آن جمع -
(۵) گ : القصه - (۶) گ : ندارد - (۷) گ : پر توه -
(۸) ش روزها -

لیلة القدر نصیب طالع خوابیدهٔ ایشان نبود - پگاه(۱) بیگاه(۲) سر از(۳) خواب برداشته، بفوت نماز صبح دولت بیدار آگاه گشته - هر یکی، چون مرغ بی هنگام، صدای قابل تکبیر بانگ(۴) ناله و افسوس برکشیدن گرفت - اگرچه خاک بر سرزنان(۵)، چون گردباد، بقدر یک میل گرد صحرا گردیدند، اما غباری ازان کاروان سرمهٔ بینش بچشم خود ندیدند - روشن است که هرگاه آن چشمهٔ فیض مطلق، که وضوی پاک روح القدس جز بدان جائز نبود، از چشم ایشان ناپدید شد، خاک بر سر زدن آن ناشسته رویان چون مسح (۶) سر در تیمم فایده(۷) نداشت - پیداست که هرگاه نعمت خدا دادی که جبرئیل در فاقه(۸) فراق او وقت پیغمبری دارد، مفت از دست رود، پشت دست نداست بدندان ناکامی گزیدن، و افسوس و حسرت خوردن مزه ندارد - قصه کوتاه(۹)! چند ماه از سرگروه شیران روزگار بصحرا سر گرم سفر گشته، آخر الامر بسمت دریای چناب، که محیط اعظم نمک پروردهٔ شور عشق اوست، برنگ ابر نیسان، قطره زن گشته، چون باران رحمت بموضع جوکالی ریخت، در اثناء مشق تماشا (ی) آن قطعهٔ دلپذیر مسجدی، که در معنی مکتب طفلان بی ادب نوخط بود، بورود آن آیهٔ رحمت سعادت جاوید گرفت - اطفال بی ادب، که زبان درازی ایشان در قفای استاد، چون گل نافرمان، رنگ شهرت دارد، ژولیدگیهای سنبلستان موی آن سوسن آزاد، که برنگ قلم نرگس، ترا شیدن آشنا نبود، مدنظر داشته، هر یکی، برنگ گل هزار زبان، التماس کرد که سبزه زار موی شاه سکندر جاه، مانند عمر خضر دراز گشته، یکقلم احتیاج اصلاح

---

(۱) بامداد ۱۲ (ف) - (۲) بیوقت ۱۲ (ف) - (۵) مارنے والا (ف) -
(۳) گ : گه بگاه - (۴) گ : تابک -
(۶) گ : ندارد - (۷) گ : فائده - (۸) گ : رفاقت -
(۹) گ : القصه -

دارد، اگر حکم سر مشق محققان ذکر خفی و جلی، که ابن مقله از حیرت استادیٔ او، چون مردم دیده، دست و پا گم کرده، و یاقوت، برنگ لب یار، بشاگردیٔ او خط بر آورده، صدور دریابد، این ریحان پیچ در پیچ، که بر زلف عروسان خط نسخ تعلیق نموده، پیراسته گردد۔ از انجا که وسعت مشرب صوفیا(ی) دریا دل است، حکم والا جریان یافت که تراشیدن این سر مشق خط گلزار، که سفیدی و سیاهی او خالی از نزاکت نیست، مضائقه ندارد۔ فی الفور هر یکی ازان ناتراشیدگان غلط‌کار، که برنگ طفل اشک، آن ساده لوحان را یکسر موی راه بعالم شعور نبود، سر آن ابر رحمت تر کرده، از روی بی باکی و ناپاکی بکارد و(۱) سفال خراشیدن گرفت۔ آن موسیٔ(۲) طور تجلیات نورالانوار، استره وار، سر نکون گشته، دم نزد۔ تا مرکبات(۳) وجود آن نوخطان شوخ دیده، از تخته هستی، یک قلم حک نشود۔ همدران اثنا ''میان(۴) کریم الدین،، ملای مکتب دار، چون بدیهته بر محل وارد(۵) گشته، دریافت که مسجد بورود سلیمان روزگار رتبهٔ مسجد اقصیٰ دارد، اطفال غلط کار را، که جای استاد خالی دیده، مصدر بی ادبی گردیده بودند، از اصلاح و تراش آن اشعار باریک مانع شد۔ (بیت) (۶)

گفت که کس طبع شاه رنجه ندارد
مصحف گل طاقت شکنجه ندارد

القصه! ''میان کریم الدین،، مانند طفل اشک، نقد هستی هدیه مصحف روی مبارک کرده، بمطالعهٔ غوثیهٔ تصور شاه قادریه، کلید مخازن فتوح

---

(۱) گ: بکار رود۔ (۲) گ: موسیٰ علیه‌السلام۔
(۳) گ: مرکبات عناصر۔ (۴) گ: میان حضرت۔ (۵) گ: وار۔
(۶) ''ش'' ندارد۔

الغیب دریافت، و چون انسان کامل، سبق شرح حقیقت محمدی، و اذن درس فتوحات(۱) گرفت ـ آری پله‌ٔ ثقیل جذبه‌ٔ ''من جذبات الله،، توازی(۲) عمل الثقلین(۳) موزونی‌ٔ دیگر دارد ـ القصه! شهباز بلند پرواز، با آن شکار جان باز(۴)، بسمل تکبیر اعجاز، هنگام شام، چون آواز(۵) اقامت و بانگ نماز از مسجد بهم برخاسته، بگوشهای دور دراز سرگرم تماشا شد ـ در اثناء راه ورود مسعود بخانه‌ٔ ''علاؤالدین،، نام ممسکی اتفاق افتاد ـ آن صائم الدهر محرومی لذت دنیا، که از قرآن جز ''لاتاکلوا اموالکم،، نخوانده، و نام سورهٔ مائده گوش کرده، بمصحف(۶) قسم خوردن حرام دانسته، قدوم ایام صیام، از درگاه مجیب‌الدعوات، بدعای سحرگهی خواسته، و مقدم عید را خمیر مایه غم شمرده، چون قرص خورشید ماه کاسته(۷) آن جزو(۸) اعظم ترکیب امساک، و آن نسخه‌ٔ حب تریاک، که نان جو، باوجود سرد و خشک گردیدن، در نظر او کم از قرص کافور جو دانه نبود، پیاده حاکم را ازان خانه‌ٔ منصوبه (۹) باز دو رنگی(۱۰)، چون خانه‌ٔ شطرنج، برخوردن از محالات، و شاه را از کشت آن فرزین، بساط کج آهنگی، خراج بدر رفتن(۱۱) بیرون از خیالات ـ ابیات (۱۲) :

ربودی دانه گر از خرمنش مور
شدی در جستجویش زنده در گور
نهادی غله آن سرمایه‌ٔ رشک
بچشم تنگ خود، چون دانه اشک

---

(۱) عبارت متقاضی است که این جا لفظی دیگر هم باشد بر وزن 'محمدی'
(۲) گ : تواری ـ (۳) گ : الیقینی ـ (۴) ش، ندارد ـ
(۵) گ : او از ـ (۶) قسم قرآن است ـ (ف)ـ (۷) گ : ناکاسته ـ
(۸) گ : جزم ـ (۹) گ : باز ـ (۱۰) گ : دوریکی ـ
(۱۱) 'بدر رفتن' ندارد ـ (۱۲) ش ندارد ـ

سیه کاسه تر از چشم لئیمان
سراپا تلخ چون (۱) جور غنیمان

اگر طوفان نوح آید دگر بار
نشوید کاسه‌اش روی سیه کار

ندیده روی فتح الباب خوانش
بلای ناگهانی میهمانش

ز خسّت فرض جمع برگ و سازش
لب نان گشته محراب نمازش

زن از امساک او در ناله (و) شور
پسر، چون طفل اشک،از(۲) رزق مهجور

چو سوزن، تنگ چشمی ها شعارش
گره نذر شکم، مقراض‌وارش

قصه کوتاه(۳) ! آن روسیاه ناتمام، از طمع خام،نیم گردۀ (قرص)(۴) نان،جهة افطار روزه، نیاز آن ماه تمام کرد ـ خود را، مانند هلال عید، بجود کرم انگشت نما انگاشت ـ شاه مظهر حکیم علی‌الاطلاق از غذای آن بیمار قبض و امساک پرهیز لازم دانسته، در صدد استرداد عطای ناگوار آن مگس افشار شد . اما اینقدر اشارۀ آن نبض شناس حوادث کون پرتوۀ صدور یافت، که درخور همت نصف ریاست این موضع مجموعهٔ برکت بتو تعلق خواهد گرفت ـ اگرچه آن مستسقیٔ آب شمشیر دولت تیز، ظاهر نظر بتمام

---

(۱) گ : جوز ـ
(۲) گ : بجای ''از رزق'' ''ارزق'' دارد- (۳) گ : القصه- (۴) گ : کردۀ-

سرداری داشته، قانع نشد - اما آن ناانصاف این قدر آگاه نبود که درد نیم سر از درد تمام سر، بقدر یکموی کمی ندارد - شبانگاه خانهٔ مجموعهٔ کرامت(۱) ''ملا کریم‌الدین،،که در فضیلت سخاوت و کرم، چون پندنامهٔ شیخ سعدی، شهرت داشت، بورود( ) آن بلبل هزار داستان(۳) گلستان عشق، چون بیت بوستان موزونی آشنا شد، بلک بطلوع آن دیباچهٔ گلشن راز رتبهٔ هشت بهشت یافت - اما افسوس صد هزار افسوس! ! که روزهای وصال اگرچه تعداد(۴) هزاران هزاری دارد، چون بساط عید بعشرت(۵) یکروزه طی می شود، و نیم شب فراق اگرچه بقوت آن یاسین(۶) خوانده گردد، کمتر از یک سال هجری نبود - نقطهٔ موهوم شب وصل چون وعدهٔ بوسه أز دهان یار ، هیچ در هیچ(۷) است، و روز سیاه هجر، مانند افسانهٔ زلف دلدار، پیچ در پیچ - سنة الوصال سنة، بلک خیال محال سنة الفراق سنة الابل هزار سال (بیت) (۸) :

عشق شاهی که شوق چاکر اوست
پر پروانه فرد دفتر اوست

داغ ناسور مهر نامهٔ او
سینهٔ چاک گشته، خامهٔ او

بصدای نقیب نالهٔ زار
همه مجرائیان این دربار

عاشقان فکر این سراغ کنند
تاکه گلگون اشک داغ کنند

---

(۱) گ : کرامت خواهد شد - (۲) گ : بورد - (۳) گ : دستان -
(۴) گ : نقد او - (۵) گ : عبرت - (۶) گ : یاسمین -
(۷) گ : پیچ در پیچ - (۸) ش: ندارد -

ماهیانه بشرح این درگاه
یک نگاهی بود پس از یک ماه

دارد افسون عشق زینسان زور
که سلیمان شود مسخر مور

قصه کوتاه(۱)! بعد از آنکه سعادت اندوزیٔ ساکنان آنجا، بزیارت آن کان صدق و کوه صفا، جلوهٔ ظهور یافت و(۲)، تعریف آن کعبهٔ امید قربانیان دیدار، در مواضع بعید، شائع شد۔ و هر یکی، آفتاب وار، سر و پا برهنه، احرام(۳) طواف بستند ۔ آن نور دیدهٔ عبرت و اعتبار، یعنی سلیمان روزگار(۴)، سرمهٔ سلیمانیٔ اخفا پری در چشم کشیدن عین مصلحت دیده، در پردهٔ شب کحلی، مانند اشک، قطره زن(۵) گردیده، بملاحظه(۶) دنباله گریٔ(۷) مردمان، خود را بگوشه کشیده، پنهان از نظر اغیار، یک دو میل راه بریده، یک(۸) لحظه از دریا، چون نگاه، از چشمهٔ عینک عبور فرموده، موضع ''منچر'' را، که بچیمه چٹهه(۹) اضافت دارد، برنگ خانهٔ چشم، نور آگین نموده(۱۰) ۔ چندگاه در خانهٔ کفش دوزی بسر برده، کفش دوز کشف(۱۱) اندوز، ارادهٔ آن داشت که سر (و) سامانم(۱۲) نثار آثار قدم مبارک گردد، بلکه پردهٔ دیده را، پا تا به نعلین، آن نورالعین گردانیدن، عین سعادت می پنداشت(۱۳)، و هنگام قدم بوس ۔ نعلین وار، قالب تهی کردن، محض کشایش می انگاشت ۔ اما سلیمان (۴) نامدارد، تنگی در رزق آن انگشت

---

(۱) گ : القصه ۔ (۲) گ : 'و' ندارد ۔ (۳) گ : اجرام ۔
(۴) گ : حضرت سلیمان رح ۔ (۵) گ : اشک قطران (یعنی قطره زن) ۔
(۶) گ : ملاحظهٔ ۔ (۷) گ : گیری ۔ (۸) گ : در یک ۔
(۹) گ : جبهته ۔ (۱۰) گ : فرمود ۔ (۱۱) گ : کفش ۔
(۱۲) گ : سامانش ۔ (۱۳) گ : انگاشت ۔

نمای تهیدستی، که مانند خاتم دهان یار، نامی بیش نبود، مدنظر داشته، بمصداق ''کل من کدیمنک،، عمل کردن گرفت، یعنی آن فارغ از ننگ و عار، شریک کسب و کار کفش (۱) دوز شد - کفش هنگام دوختن در کف شاه ید بیضا دستگاه، نمونهٔ بهلهٔ پنجهٔ خورشید می گشت - لیکن همسایگان خفته بخت بوم کردار را، خفاش وار، خبر آفتاب دولت بیدار آن همای ملکوت شکار نشد :

در گلشن وصل هم کلامت نشدم
گلچین بهار فیض عامت نشدم

مانند بموی که بود زیر نگین
آگاه باین قرب ز نامت نشدم

سزا یافتن بافندهٔ بد کردار بتقلید سلیمان(۲) روزگار و ورود آن آیهٔ(۳) رحمت بقصبهٔ جلال پور و هزاره

از انجا که رقم هستیٔ ارباب انکار، بیک نظر محاسبان دفتر اسرار، باطل و بیرون از شمار می شود، از زبان سررشته داران وقائع دربار(۴) نقلست که در جوار کفش دوز، بافندهٔ بود تار و پود عُجب و سرمایهٔ غرور، مرده دل زنده در گور، که از سررشتهٔ کار گاه فقر کار آگاه نبود، زیراکه (۵) اینجا سوال از آسمان (٦) و آنجا سوال از ریسمان، اینجا گره رشتهٔ جان باز کرده، مانند کاغذ گردباد، چرخ گردیدن، آنجا مسطر دل تار تار، مانند شانهٔ زلف یار، نمونهٔ یک سر و هزار(۷)

---

(۱) گ : کشف - (۲) گ : حضرت سلیمان ؑ - (۳) گ: ابر -
(۴) گ : بین السطور ''حضرت نوشه،، نوشته شده - (۵) گ : زیرانکه -
(٦) گ : آسمان است - (۷) گ : ''یک هزار،، بجای ''یک سر و هزار،، -

مطبوعۂ
پنجاب یونیورسٹی پریس
لاهور

اورینٹل کالج میگزین

مئی ۱۹۶۰ء

اورینٹل کالج

میگزین

مئی ۱۹۶۰ء

جلد ۳۶ عدد ۳ — عدد مسلسل ۱۴۱

ایڈیٹر :—

ڈاکٹر سیّد عبداللہ

باہتمام مسٹر احسان الحق، ہیڈ کلرک، یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور،
پرنٹر و پبلشر اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی پریس، لاہور،
میں طبع ہو کر اورینٹل کالج، لاہور، سے شائع ہوا۔

سالانہ چندہ : چار روپے

ترتیب مضامین

سی - ۲۹ء پنجاب یونیورسٹی پریس --- ۳۰۰---۶۰-۸-۲۵

ڈاکٹر نذیر احمد - علی گڑھ

نادر العصر استاد احمد، معمار تاج محل کے خاندان کے مصنفین کے مخطوطے علی گڑھ میں

استاد احمد، معمار تاج کی حیثیت سے جس شہرت کا حامل ہے وہ محتاج بیان نہیں، سنہ ۱۹۳۳ء(۱) سے استاد احمد اور اسکے خانوادے کے بارے میں برابر لکھا جا رہا ہے اوریئنٹل کالج میگزین کے فروری ۱۹۵۹ء کے شمارے میں راقم نے اس خاندان کے متعلق بعض نئی باتیں لکھی تھیں اور مئی ۱۹۵۹ء کے شمارے میں پروفیسر محمد شفیع نے استاد احمد کے بیٹے لطف‌اللہ مہندس کی بعض نئی کتابوں کا تعارف کرا کے ہماری معلومات میں بیش بہا اضافہ کیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے کتابخانے میں اس خانوادے سے متعلق کچھ مواد موجود ہے جس کا ذکر وقتاً فوقتاً ہوا بھی ہے، مگر بعض بیان میں کچھ غلطیاں بھی رہ گئی ہیں، ذیل کی سطور میں اس سلسلے کے چند خطی نسخوں کا تعارف دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

رسالہ احمد معمار۔

اگرچہ نادر العصر استاد احمد (م - ۱۰۵۹) کی علمی فضلیت مسلم ہے، لیکن اب تک اسکی کوئی تصنیف معلوم نہیں ہو سکی ہے۔ اتفاق سے مسلم یونیورسٹی کے کتابخانے میں (سبحان‌اللہ کلکشن) کے ایک مخطوطے کی پیشانی پر کسی نے دوسرے قلم سے ''رسالہ احمد معمار'' لکھدیا ہے، فہرست نگار نے اسی تحریر

---

(۱) سب سے پہلے علامہ سید سلیمان ندوی نے ادارۂ معارف اسلامیہ لاہور کے جلسے میں ۱۹۳۳ء میں ''لاہور کا ایک معمار خاندان'' کے عنوان سے ایک بلند پایہ مضمون پڑھا تھا۔

کی بنا پر فہرست کے صفحہ ۲۱ پر بغیر تشریح و توضیح کے اس رسالہ کو استاد احمد کی طرف منسوب کردیا ہے ۔ اس بیان کی رو سے مشہور مستشرق اسٹوری نے ''پرشین لٹریچر'' (۱) میں استاد احمد کو ایک مصنف کی حیثیت سے روشناس کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ بیان غلط ہے ۔ رسالہ مذکور استاد احمد کی تالیف نہیں - یہ رسالہ بہاء الدین عاملی (م - ۱۰۳۰ ھ) کی ''خلاصۃ الحساب'' کا فارسی ترجمہ ہے جو استاد احمد کے بیٹے لطف‌اللہ مہندس کی یادگار ہے اور جو عام طور پر ''منتخب'' کے نام سے مشہور ہے اور اسی عنوان سے ترجمہ کا سنہ یعنی ۱۰۹۲ ھ (۲) نکلتا ہے ۔ فہرست نگار کی اس بے احتیاطی سے اتنی بڑی غلطی ''پرشین لٹریچر'' جیسی اہم کتاب میں داخل ہو گئی۔ ان سطور کے لکھنے کی محرک اسی غلطی کے ازالے کا جذبہ ہے، بہر حال اس رسالے کے پہلے ہی صفحے پر مترجم کا نام اس طرح آیا ہے :

''اما بعد می گوید فقیر لطف‌اللہ مہندس ابن استاد احمد معمار لاہوری غفراللہ لہ و لوالدیہ و احسن الیہما و الیہ کہ کتاب حساب تصنیف استاد محقق شیخ بہاءالدین محمد بن حسین عاملی رحمۃاللہ را ترجمہ نمودم۔

اور نسخے کے آخر میں اسطرح کے اشعار موجود ہیں :

منکہ ہستم فقیر لطف‌اللہ
بہ مہندس شہیر در افواہ
خاکپای ہنروران کبار
پور استاد احمد معمار

---

(۱) جلد دوم ص ۱۴-۱۵
(۲) یہ اطلاع خود ترجمۂ کتاب میں پائی جاتی ہے جیسا آگے آئے گا۔

ان وجوہ سے صاف ظاہر ہے کہ استاد احمد سے اس رسالے کا کوئی تعلق نہیں ۔

رسائل لطف اللہ مہندس

لطف‌اللہ مہندس استاد احمد کا دوسرا نامور فرزند اور مختلف علوم کے ساتھ فن معماری میں بڑی دستگاہ رکھتا تھا ۔ فن معماری میں اس کے کمال کا اندازہ اس کے ایک رسالے سے ہو جاتا ہے جس کا تعارف پروفیسر محمد شفیع صاحب نے شمارہ مئی ۱۹۵۹ء میں کرایا ہے ۔ اس رسالے کے مطالب سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان باکمالوں کی کوشش صرف حسن کاری ھی پر مرکوز نہ ہوتی بلکہ فن کی پیروی ان کا اولین مقصد ہوتا تھا ۔ مہندس کی تصانیف کے حسب ذیل مخطوطے یونیورسٹی کے کتابخانے میں محفوظ ہیں :

ترجمۂ خلاصة الحساب ۔ مہندس نے بہاءالدین عاملی کی ''خلاصة الحساب'' کی عربی شرح لکھی تھی اور فارسی میں ''منتخب'' کے عنوان سے ۱۰۹۲ھ میں اس کا ترجمہ بھی کیا تھا ، اس ''منتخب'' کے تین نسخے یونیورسٹی کے کتابخانے میں موجود ہیں ،

پہلا نسخہ تو وھی ہے جو ''رسالہ احمد معمار'' کے نام سے غلط طور پر مشہور ہوگیا ہے اور جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ، سبحان‌اللہ کلکشن میں ذیل شمارہ ۵۱۱/۳ محفوظ ہے ، کاتب کالکا پرشاد ہے ، خط کچا اور سنہ کتابت ۱۸۳۶ء ہے ، املا کی غلطیاں بھی جا بجا موجود ہیں ، سطریں ۱۵ سے ۱۸ تک ہیں ، حجم : ۴۷ ورق ، تقطیع : ۸.۸" × ۵.۵" ۔

دوسرا نسخہ عبدالحئی کلکشن میں بشمارہ $\frac{۱۳۱}{۳۴}$ موجود ہے، یہ نسخہ پہلے نسخے سے بہت اچھا ہے، خط صاف اور واضح نستعلیق ہے، ۱۵ سطری، حجم : ۴۶ ورق، تقطیع : "۹ × "۶، لکھی ہوئی سطح : "۶.۵ × "۳.۲، حسب ذیل عبارت جو پہلے نسخے میں محذوف ہے، اس نسخے کے پہلے ہی صفحے پر موجود ہے :

''چون این نسخه ''خلاصه'' نام داشت ایں را ''منتخب'' نام نهادم و همیں تاریخ تالیف (۱۰۹۲ھ) این رساله است۔

تیسرا نسخہ لٹن میں زیر شمارہ ۷۷ فارسی علوم، محفوظ ہے، یہ مخطوطہ نستعلیق میں ہے، مگر آخری حصہ شکستہ آمیز ہوگیا ہے : ۱۸ تا ۲۰ سطری، حجم : ۴۲ ورق، تقطیع : "۹.۴ × "۶.۱ اور حوض : "۷.۵ × "۴.۲، کاتب ثناءاللہ مشہدی ساکن قصبہ جھجھر اور تاریخ کتابت ۱۴ شعبان ۱۲۴۲ھ ہے،

ترجمہ صور لکواکب۔ لطف‌اللہ مہندس نے ابوالحسین عبدالرحمٰن بن عمر صوفی (۲۹۱-۳۷۶ھ) کی کتاب ''صورالکواکب'' (۱) کو جو ''صور صوفی'' کے نام سے بھی مشہور ہے، اپنے والد استاد احمد کی فرمائش پر ۱۰۰۵ ھجری میں فارسی میں ترجمہ کیا تھا، مقدمہ میں ہے :

''اما بعد چنین می گوید محتاج الی اللہ القادر الغفار لطف‌اللہ ابن

---

(۱) یہ کتاب الکواکب الثابتة و الکواکب و الصور، صورالبروج، کتاب الکواکب مختلف عنوان سے موسوم ہے۔ اور عضدالدولہ ابوشجاع بن رکن الدولہ (۳۳۸-۳۷۲ھ) کے لیے لکھی گئی جس کا فرانسیسی ترجمہ ۱۸۷۴ میں پیٹرسبرگ سے شائع ہوا، اس کے ایک اور فارسی ترجمے کا نسخہ مجلس شورای ملی تہران کے کتابخانے میں محفوظ ہے۔ اصلی عربی کتاب جس کا متن قدیم ترین نسخوں پر مبنی ہے۔ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے ۱۹۵۴ میں شائع ہوئی ہے۔

احمد النادر المعمار مد الله ظله علی روس الاولاد بحرمت النبی و اله الامجاد که چون اشارت آن حضرت بسوی این فقیر حقیر شد که کتاب عمدة الاسلام قدوة الانام مولانا عبدالرحمٰن ابن صوفی .... بجهت عموم فایده کلام و سهولت فهم مرام بعبارت فارسی ساده ترجمه کرده اید تا بر ترغیب خاطر فارسی خوانان حقیقت طلب باعث تر شود، کمر اطاعت بر میان جان بسته .... الحمد لله و المنة که در فرصت اندکی همگی بوجه احسن و شایسته میسر شد و در سنه یکهزار و پنجاه هجری اتمام پذیرفت اما احسن و شایسته وقتی که از نظر مبارک والد بزرگوار من بگذرد و بعین عنایت و چشم مکرمت نگاه کنند و قبول فرمایند۔

خاتمے میں بھی ہے :

''هزار در هزار حمد ایزد دادار که ترجمهٔ کتاب ''صور صوفی'' حسب الحکم قبلهٔ صورت و معنی کعبهٔ ظاهر و باطن، خداوند حقیقت و مجاز ابویم اعنی باستاد احمد و المخاطب بنادر العصر سلمه الله تعالی من بلیات الزمان و آفات الدهر بآخر رسید و اتمام پذیرفت بعونه و حسن توفیقه۔

اس ترجمے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ لطف‌اللہ مہندس نے جابجا دوسری کتابوں سے اضافے کئے ہیں اور کہیں کہیں مصنف کی رائے سے اختلاف بھی کیا ہے۔ زیج الغ بیگ (م : ۸۵۳ھ) سے کافی استفادہ ہوا ہے اور اس کا جا بجا حوالہ بھی موجود ہے۔

''ترجمۂ صور صوفی'' کے نسخے کمیاب ہیں، اب تک دو نسخوں کا علم ہو سکا ہے، ایک نسخہ برلن میں اور دوسرا مسلم یونیورسٹی کے کتابخانے میں (لٹن فارسی علوم ۳۱) موجود ہے، مسلم یونیورسٹی کے اس نسخے کا ذکر سید سلیمان ندوی مرحوم نے ۱۹۳۳ء میں ادارۂ معارف اسلامیہ کے جلسے میں اپنے ایک مضمون میں کیا تھا۔ اس نسخے کی خصوصیت یہ ہے کہ خود مترجم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ ترقیمے میں واضح طور پر ہے :

''بقلم شکستہ رقم لطف‌اللہ کہ مؤلف این رسالہ و مترجم این مقالہ است کتاب باتمام رسید الحمد للہ الخ۔

اور خاتمے کی عبارت اس سے قبل نقل ہو چکی ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ ترجمہ خود استاد احمد کی حیات میں مکمل ہوا اور جس وقت نسخۂ پیش نظر لکھا گیا استاد احمد بقید حیات تھا۔ اس نسخے میں جا بجا مترجم کا اضافہ اور اصلاح موجود ہے۔ اس بنا پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ نسخہ اس ترجمے کے اولین نسخوں میں ہوگا۔

نسخے پر تاریخ کتابت درج نہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ۱۰۵۹ کے پہلے اس کی کتابت ہوئی ہوگی، اس سنہ میں استاد احمد معمار کا انتقال ہوا تھا اور خاتمے کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ استاد اس نسخے کی کتابت کے وقت زندہ تھا۔

نسخہ مصور ہے، حسب ذیل کواکب کی تصویریں (۱) قلم سے کھینچی گئی ہیں۔

---

(۱) ایرانی فارسی مخطوطے میں ۴۸ تصویریں موجود ہیں اور اسی کتابخانے کے دو عربی نسخوں میں ۵۸ اور ۴۱ تصویریں ہیں، لیکن اصل میں کل ۴۸ کواکب ہیں اور اسی اعتبار سے مطبوعہ عربی نسخے میں ۴۸ تصاویر اور بہت ہی جدولیں ہیں۔ انھیں کی مکمل پیروی مہندس نے بھی کی ہے۔

ا - صور(۱) شمالی، ۲۱ تصویریں : ورق ۸ تا ۴۳ ب دب اصغر - دب اکبر - تنّین - قیقاوس - عوّاء - فکّہ - جاثی - شلیاق - دجاجه یا طائر - ذات‌الکرسی - برشاوش - ممسک یا عنان - حوّاء و حیۃ(۲) - سہم - نسر طائر - دلفین - قطعۃ الفرس - فرس اعظم - مراۃالمسلسله - مثلث -

ب - صور منطقه بروج - ۱۲ تصویریں : ورق ۴۴ ا - ۷۳ ب حمل - ثور - جوزا - سرطان - اسد - عذرا یعنی سنبله - میزان - عقرب - قوس - جدی - دلو - حوت -

ج - صور جنوبی، ۱۵ تصویریں ورق ۷۷ ا - ۱۰۹ ا قیطیس - جبار - نہر - ارنب - کلب اکبر - کلب اصغر - سفینه - شجاع - باطیه - غراب - قنطورس(۳) - سبع - مجمره - اکلیل - حوت -

یه نسخه خط نستعلیق میں ہے، ۱۷ سطریں فی صفحه ہیں، حجم : ۱۱۱ ورق، تقطیع : "۱۰٫۴ × "۶٫۶، لکھی ہوئی سطح : "۶٫۲ × "۳٫۵ -

رسالۂ امام الدین ریاضی

امام‌الدین ریاضی استاد احمد کا پوتا اور لطف‌اللہ مہندس کا بیٹا تھا، باپ کی طرح مختلف علوم و فنون میں بڑی دستگاہ رکھتا تھا، ریاضی اور ہندسه کا عالم بےبدل تھا، شاعری سے بھی کافی دلچسپی رکھتا اور ریاضی تخلص کرتا تھا، عربی میں شرح چغمینی پر حاشیه لکھا تھا، اس حاشیه کے تین نسخے مسلم یونیورسٹی کے کتابخانے میں محفوظ ہیں، یه تینوں نسخے مولانا عبدالحیٌ کلکشن میں زیر شماره ۶۲۵/۲ ، ۶۲۷/۴ ، ۶۶۱/۳۸ موجود ہیں۔ ان میں دوسرا نسخه بظاہر مولانا عبدالحی ہی کا لکھا ہوا ہے مگر سنه کتابت درج نہیں -

---

(۱) مطبوعه نسخے کی تصاویر الغ بیگ کے نادر نسخے پر مبنی ہیں اور ہر اعتبار سے پیش نظر تصاویر سے قابل ترجیح ہیں -

(۲) یه دونوں تصویریں ایک ساتھ ہیں - اصل عربی مطبوعه کتاب میں بھی ایک ہی ساتھ ہیں (مقابل ص ۱۰۳)

(۳) مطبوعه کتاب میں قنطورس اور سبع ایک ہی ساتھ ہیں (مقابل ص ۲۳۲)

رسالۂ ابوالخیر

ابوالخیر عرف خیراللہ خان، لطف‌اللہ مہندس کا دوسرا بیٹا تھا ۔ اس کی پانچ تصانیف کا ذکر مختلف علماً نے کیا ہے، مسلم یونیورسٹی کے کتابخانے میں اس کے ایک فارسی رسالے ''قانون الوفق'' کے دو نسخے موجود ھیں ، پہلا نسخہ احسن کلکشن (زیر شمارہ ۵۲۰/۱) میں ھے اور دوسرا سبحان اللہ (زیر شمارہ ۲۹۷ء ۲۹/۶۶) میں ، پہلا ناقص‌الآخر اور ۱۷ صفحے پر مشتمل ھے، دوسرا کامل ھے اور صفحات کی تعداد پندرہ ھے،

''قانون الوفق''، ایک مقدمہ، دو باب اور خاتمے پر مشتمل ھے اور ۱۰۹۶ ھجری میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ، اس اعتبار سے یہ رسالہ ابوالخیر کی دریافت شدہ کتابوں میں سب سے قدیم قرار پاتا ھے۔ راقم نے ان دونوں نسخوں پر ایک نوٹ اوریئنٹل کالج میگزین کے مئی ۱۹۵۹ء کے شمارے میں شائع کیا ھے لیکن وھاں یہ غلطی ھوگئی ھے کہ ابوالخیر کی پانچوں دریافت‌شدہ کتابیں نثری تصنیف قرار دی گئی ھیں دراصل اسکا رسالہ '' مدخل فی النجوم'' نظم میں ھے چنانچہ اس رسالے کے ایک نسخے کا تعارف راقم نے اپنے ایک مضمون بعنوان''امام الدین ریاضی'' میں کرایا تھا اور اس کے اشعار بھی نقل کیے تھے ، مدخل کا ایک نسخہ حافظ احمد علی خاں رام‌پوری کے کتابخانے میں بھی ھے۔

رسالۂ محمد علی

محمد علی ابوالخیر کا بیٹا اور لطف‌اللہ مہندس کا پوتا تھا، اس کے ایک فارسی رسالے ''مقدمہ التقویم''، کا ایک نسخہ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی مرحوم کے کتابخانے (حبیب گنج) میں موجود ھے، اس کا کاتب محمد علی کا بیٹا زین العابدین عرف مکھو ھے۔ راقم حروف نے اس نسخے کا ''تعارف قانون الوفق''، کے ساتھ اوریئنٹل کالج میگزین میں کرا دیا ھے۔

کلب علیخاں فائق

آبرو

شیخ نجم‌الدین عرف شاہ مبارک آبرو تخلص، اردو زبان کے مشاہیر شعرا میں سے شمار ہوتے ہیں۔ ابھی تک آبرو کا دیوان طبع نہ ہو سکا۔اور کوئی تحقیقی مقالہ تفصیلی حالات پر مشتمل نہیں لکھا گیا۔ متفرق مضامین البتہ لکھے گئے ہیں جن میں قاضی عبدالودود صاحب کا مقالہ وفات کے متعلق تفصیلی ہے۔ اس مقالے میں کوشش کی گئی ہے کہ آبرو کے حالات کچھ تفصیل کے ساتھ پیش کر دیئے جائیں تاکہ آئندہ کام کرنے والوں کو سہولت ہو۔

نام۔ ان کا نام نجم‌الدین اور عرف شاہ مبارک [مجموعہ نغز جلد اول صفہ ۲] قدرت اللہ قاسم [نکات الشعرأ صفہ ۹] میر محمد تقی میر [خلاصہ طبقات الشعرأ صفہ ۱۱۵ ۔ شامل علیگڑھ میگزین سنہ ۱۹۳۸ء] قدرت اللہ شوق [گلشن بے خار صفہ ۶] مصطفی خاں شیفتہ [تذکرہ طور کلیم صفہ ۴] سید نورالحسن خاں [بزم سخن صفہ ۴] سید علی حسن خاں [گل رعنا طبع سوم صفہ ۱۰۲، ۱۰۳] مولوی عبدالحی [تاریخ ادب اردو۔ رام بابو سکسینہ ترجمہ از مرزا محمد عسکری طبع نولکشور صفہ ۹۹] [ترجمہ مخزن نکات از سید محسن علی محسن مخطوطہ رضا لائبریری رام پور] سید محسن علی محسن [جواہر سخن جلد اول صفہ ۴۹۱] کیفی [تذکرہ ہندی صفہ ۷] مصحفی [تذکرہ شعرائے اردو طبع جدید سنہ ۱۹۴۰ء] میر حسن دہلوی [قاموس المشاہیر جلد اول] نظامی بدایونی [خوش معرکہ زیبا مخطوطہ کتب خانہ ذات خاص ڈاکٹر عبدالحق صاحب] سعادت خاں ناصر اور امر اللہ الہ‌آبادی [تذکرہ

مسرت افزا صف ۱۴ معاصر جلد ۲ حصہ ٥] نے لکھا ہے۔ صرف نجم‌الدین نام، شفیق [چمنستان شعرا صف۸] اور علی ابراهیم خلیل [گلزار ابراهیم مخطوطه رضا لائبریری رام پور] نے لکھا ہے۔

شاه مبارک (۱) عرف سراج‌الدین علی خاں آرزو [مجمع النفائس صف۹۱٦ نسخه رضا لائبریری رامپور] اور شاه حاتم [دیباچه دیوان زاده عبدالسلام سکشن لٹن لائبریری علیگڑھ] اور قائم نے [مخزن نکات صف ۱۴] لکھا ہے۔ آرزو آبرو کے استاد بھی هیں اور رشته‌دار بھی اور حاتم رفیق اور هم طرح ره چکے هیں اسلیے عرف کی صحت تو هو جاتی ہے لیکن صاحب تاریخ محمدی نے [تاریخ محمدی صف ۱۰۹۰] شاه مبارک الله نام لکھا ہے۔ اگرچه مؤلف تاریخ محمدی هم عصر هیں، لیکن آرزو کے مقابل میں ان کا بیان قابل استناد نہیں اور دیوان آبرو مخطوطه مملوکه ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب پر محمد مبارک نام لکھا ہے۔ یه نسخه دیوان آبرو کا ۱۱۴۲ھ میں لکھا گیا تھا۔ محمد مبارک عرف هو سکتا ہے۔ کریم‌الدین [تذکره شعرائے هند طبع ۱۸۴۸ء] نے نام نجم‌الدین علی خاں لکھا ہے۔ غالباً سراج‌الدین علی خاں کے نام کی ترکیب پر غور کرکے مؤلف مذکور نے یه نام لکھ دیا ہے۔ آرزو قریبی رشته دار ضرور تھے، لیکن جب تک کوئی صحیح قدیمی ماخذ نه معلوم هو اس نام کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا (۲)۔

---

(۱) حکیم سید اعجاز احمد معجزسہسوانی کے مضمون اردو شاعری کی مختصر تاریخ (علیگڑھ میگزین اگست ۱۹۳۸ھ) میں شاه آبرو نام لکھا ہے جو قطعاً بے بنیاد ہے۔

(۲) آرزو نے مجمع النفائس میں صف ۱۰۸ (مخطوطه رامپور) اپنے اجداد پدری میں شیخ نصرالدین چراغ دهلوی کا اور اجداد مادری میں شیخ محمد غوث گوالیاری (جدا علی شیخ فریدالدین عطار) کا حواله دیا ہے اسطرح آبرو آزاد' کے ننھیالی رشته دار تھے سرو آزاد میں (صف ۲۲۷) آزاد بلگرامی بحواله آرزو لکھتے هیں نسب آرزو ازجانب پدر به شیخ کمال خواهر زاده شیخ نصیرالدین محمود نور الله ضریحه و از جهت مادر به شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری عطاری روح الله روحه, منتهی می شود , و نسب شیخ محمد غوث به شیخ فیریدالدین عطار نیشاپوری — می پیوندد لهذا ایشاں را عطاری گویند۔

ولادت ۱۰۹۶ھ: آبرو کی ولادت ۱۰۹۶ھ کے متصل گوالیار میں ہوئی، قدیمی تذکروں میں سے کسی عمر کی صراحت نہیں البتہ مصحفی نے گھوڑے کی لات لگنے سے پچاس سال سے زائد عمر میں انتقال ہونا بیان کیا ہے (تذکرہ ہندی صفہ ۷) آبرو کی تاریخ وفات ۲۴ رجب ۱۱۴۶ھ متعین ہے اگر پچاس سال سے عمر متجاوز مان لیں تو سنہ ولادت ۱۰۹۱ھ ہوتا ہے قاضی عبدالودود صاحب ۱۰۹۵ھ مانتے ہیں مصحفی کے بیان کو ہم مستند مان کر اگر ہم متجاوز سے مراد اکیاون سال کی عمر میں انتقال تسلیم کریں تو آغاز ۱۰۹۶ھ میں ولادت واقع ہوتی ہے اور یہ سال ولادت غلط نہیں کیا جا سکتا مصحفی کی روایت بظاہر شاہ حاتم سے ہوگی جس کے حوالے تذکرہ ہندی میں ملتے ہیں رہا یہ سوال کہ آبرو اپنے اسناد آرزو سے عمر مین بڑے ٹھہرینگے تو اس سے کوئی نقصان پیدا نہیں ہوتا ذوق اور ظفر یا مؤمن اور اسکے کم سن شاگرد کرم کی عمروں کا تفاوت اس شبہ کو دور کر دیتا ہے۔

مقام ولادت: میر سید فتح علی حسینی قائم شوق امر اللہ الہ آبادی نے متوطن گوالیار لکھا ہے اس لیے مقام ولادت گوالیار ہی ہے اور یہیں ابتدائی تربیت ہوئی۔

نسب: قائم [مخزن نکات صفہ۱۴] شوق [خلاصہ طبقات الشعراً صفہ۱۱۵] خلیل [گلزار ابراہیم مخطوطہ] شیفتہ [گلشن بیخار صفہ۶] نورالحسن صاحب [طور کلیم صفہ۴] نساخ [سخن شعراً صفہ۵] مولوی عبدالحی [گل رعنا صفہ۱۰۲] امر اللہ الہ آبادی [تذکرۂ مسرت افزا صفہ۱۴] کریم الدین [طبقات شعرائے ہند صفہ۱۷] حسن، مصحفی، ناصر اور کیفی نیز قاسم [مجموعہ نغز جلد نمبر ۱ صفہ ۲۱-۲۰] لطف [گلشن ہند صہ ۲۵، ۲۶] نے محمد غوث گوالیاری کا پوتا یا ان کی اولاد میں سے لکھا ہے۔

لیکن میر نے [نکات الشعرا صـ۹] نبیسه لکھا ھے اور سید محسن علی محسن نے ترجمه مخزن نکات [مخطوطه] میں بھی نواسا لکھا ھے ۔ محسن نے میر کی تقلید میں نواسا لکھ کر غلطی کی ھے ۔ تمام تذکرہ نویس اس پر متفق ھیں که سراج الدین علی خاں آرزو کی آبرو سے قرابت تھی ، لیکن کریم‌الدین نے آرزو کا بیٹا آبرو کو بنا کر لطیفه بنا دیا ۔ خود آرزو کا بیان ھے که آبرو اسکے رشته دار ھیں ۔ آبرو عطاری تھے ، چونکه آرزو نے مجمع‌النفائس میں لکھا ھے که میری والده شیخ فریدالدین عطار کی نسل سے ھیں اور میرے اجداد مادری عطاری کہلاتے ھیں مجمع‌النفائس صف۹،۷ نسخه رضا لائبریری رام پور ۔ مولانا نسبتی تھانسیری کے حالات کے ذیل میں لکھتے ھیں که میں نے بیس سال پہلے [تالیف مجمع النفائس قریبا ۱۱۶۳ھ] نسبتی کے دیوان سے تین سو شعر منتخب کیے تھے ، لیکن وہ انتخاب آبرو، جو میرا رشته‌دار اور شاگرد بھی ھے، مجھ سے لے گیا ۔ اور اس کے پاس تھا که انتقال ھوگیا ۔ مجھے اس کا بہت افسوس تھا ۔ اتفاقاً پندرہ سال بعد وھی انتخاب شیخ مبارک محی‌الدین کی کوشش سے مل گیا ۔ [مجمع النفائس صف۶، ۹ مخطوطه رضا لائبریری رام‌پور] ۔ آرزو بھی شیخ محمد غوث گوالیاری سے انتساب رکھتے تھے ، آرزو کی پرورش بھی گوالیار میں ھوئی اور آبرو کی بھی ،اس لیے دونوں ھموطن بھی ھیں اور قرابت‌دار بھی ۔

تعلیم : آبرو کے اساتذہ کا حال معلوم نہیں ۔ آرزو سے فارسی کی کتب درسی کی تکمیل کی ھوگی ۔ ان کا فارسی علم اس قدر تھا که مولانا نسبتی کے کلام کو پسند کرتے تھے ۔ اور ان کا انتخاب شدہ کلام آرزو سے دیکھنے کو لے گئے تھے ۔ وہ اپنے معاصیرین میں تعلیمی لحاظ سے زیادہ موزوں اور برتر نظر آتے ھیں ۔ اسی سے ان کی

وقعت ریختہ کے بعض استادوں سے زیادہ اہم ہے۔ غالباً رسمی عربی کی کتابیں بھی نظر سے گذری ہونگی۔ اردو کے تمام اساتذہ جو قدیم فارسی اساتذہ کے کلام پر گہری نظر رکھتے تھے اور اس لیے ان کا کلام فارسی اساتذہ کا ترجمہ کہا جا سکتا ہے یا ان ہی کی روش پر چلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ صائب اور کلیم کا انداز کلام زیادہ پسند کیا جاتا رہا ہے۔ اس لیے بقدر رواج آبرو کتب درسیہ سے با خبر تھے۔

سفر دهلی اور قیام: غالباً آبرو نے ۱۱۱۶/۱۱۱۷ھ میں دهلی کی طرف سفر کیا ہوگا، چونکہ میر نے لکھا ہے کہ آغاز جوانی دهلی میں رہا، چنانچہ مشق سخن بھی یہیں کی، کریم‌الدین نے لڑکپن میں دهلی آنا لکھا ہے۔ قدیم روایت میر کی ہے۔ یہ سفر آبرو نے کس وجہ سے کیا۔ اس کی تذکروں میں وضاحت نہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے بسلسلہ روزگار دهلی آئے ہوں۔ اور یہاں کے مستقل قیام کی وجہ سے دهلوی کہلائے ہوں۔

آبرو ملازمت شاهی سے منسلک رہ چکے ہیں، گلشن گفتار کے مصنف حمید اورنگ آبادی کا بیان ہے کہ محمد شاہ کے زمانہ میں منصب اور دنیا کو ترک کر چکے تھے، حسینی (تذکرۂ گردیزی صف ۸) کا بیان اگرچہ مجمل ہے، لیکن مستند ہے وہ لکھتا ہے کہ نارنول میں میرے والد کی رفاقت میں ایک مدت تک رہا اور اچھے صلے پائے، لچھمی نرائن شفیق [چمنستان شعرا صف ۸] نے بھی نارنول کے قیام کا ذکر کیا ہے غالباً تذکرۂ گردیزی سے یہ روایت نقل کی ہو یا شفیق کو معتبر خبر ملی ہو۔ اس طرح جوانی کا زمانہ آبرو نے ملازمت میں عزت کے ساتھ گذارا، چونکہ فقیری خانوادے سے تھے، غالباً اس لیے دنیا کے انقلابات

سے متاثر ہوکر جو انہوں نے مشاہدہ کیے، ترک دنیا پر آمادہ ہوگئے، شاہ مبارک کے نام سے شہرت ہونا ظاہر کرتا ہے کہ وہ شاعری سے زیادہ درویشی میں شہرت پا چکے تھے۔ آرزو نے مجمع النفائس میں شاہ مبارک سے انہیں یاد کیا ہے: قائم نے [مخزن نکات صفحہ ۱] بھی درویش منش اور قلندر مشرب لکھا ہے۔ عالم گیر بادشاہ کے انتقال سے مغل سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا، اور اسکے بیٹوں کی جنگ نے خاندان میں خون ریزی کا سلسلہ جاری کر دیا۔ شاہ عالم کے بعد جہاندار شاہ، فرخ سیر، رفیع الدرجات، و محمد شاہ کی یکے بعد دیگرے تخت نشینی نے ملک کے عوام اور خواص کو متاثر کر دیا۔ عوام کا اعتقاد ترک دنیا کی جانب بڑھنے لگا، چنانچہ محمد شاہ کے عہد میں فقرا کو لقب عطا کرنے کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا۔ فقرا کی سرپرستی امیروں کے ذمہ تھی اور بعض شاہی خزانہ سے وظیفہ پاتے یا بسلسلہ معاش اراضی معین ہو جاتی تھی، آبرو ترک منصب کے بعد درویشانہ زندگی گذارنے لگے تھے، اس لیے فکر معاش سے آزاد ہو چکے تھے، لیکن یہ صورت نہ تھی کہ وہ کسی مسجد یا خانقاہ میں زندگی گذارنے لگے ہوں، چونکہ آرزو نے آبرو کے پندرہ سال بعد نسبتی کا منتخب کلام آبرو کے یہاں سے حاصل کیا تھا اس سے ظاہر ہے کہ آبرو کا مکان معین تھا اس کی بیوی اور بچے بھی ہونگے، لیکن تذکرہ نویسوں کی کوتاہ قلمی سے حال نہ درج ہو سکا۔

شاعری: آبرو علمی خاندان سے تھے ان کے خاندان کے افراد شعر و سخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، آرزو اور ان کے والد شیخ حسام الدین حسامی فارسی کے اچھے شاعر تھے، آرزو کو چودہ سال کی عمر

سے شعر کا شوق ھوگیا تھا، گوالیار میں میر عبدالصمد سخن [۱۱۱۵ھ] خدمت اسراف جزیہ پر مامور تھے ، آرزو نے پندرہ سولہ سال کی عمر میں ان سے اصلاح حاصل کی، ایک دو ماہ بعد سخن گوالیار سے چلے گئے اتفاقاً میر غلام علی احسنی آرزو کے مکان پر مقیم ھوے اور آرزو نے اصلاح حاصل کی، رفیع خاں باذل ۱۱۱۶ھ میں قلعہ دار گوالیار تھے جن کی مثنوی حملۂ حیدری مشہور ھے، آرزو کے خالو [یا ماموں] نے جو امین اور داروغہ جزیہ گوالیار میں تھے آرزو کی ملاقات سترہ برس کی عمر میں باذل سے کرائی تھی، [صف ۶۴] اس سے ھمیں گوالیار کی علمی اور ادبی فضا کا اندازہ ھوتا ھے، آرزو اور آبرو کی عمر میں معمولی تفاوت ھے اس لیے دونوں کا ایک ھی زمانے میں شعر و شاعری میں حصہ لینا قیاس کیا جا سکتا ھے یعنی آبرو نے بھی فارسی میں شعر گوئی ۱۱۱۵ھ میں شروع کی ھوگی، جب دھلی سفر کیا، تو دھلی کی فضا کو اور بھی سازگار پایا۔ شعر و شاعری کا سلسلہ جاری رھا، لیکن ملازمت کی مصروفیت کے باعث زیادہ توجہ شاعری کی طرف نہ رھی، اسی سے فارسی شاعری میں نام نہ پیدا کر سکے۔ آرزو نے میر غلام علی آزاد بلگرامی کو ایک خط میں اپنے حالات لکھ کر بھیجے تھے [سرو آزاد صے۲۲] جس میں لکھا ھے کہ ۱۱۳۲ھ میں دھلی میں آیا اور اس وقت سے اب تک وھیں قیام ھے [مجمع النفائس صف۱۰۶] ۱۱۶۴ھ میں آرزو نے قیام دھلی کی مدت ۳۳ سال لکھی ھے، تذکرۂ ھندی [صف۸۰] میں مصحفی نے حاتم کا بیان نقل کیا ھے۔

حاتم ایک دن مجھ سے کہتا تھا کہ محمد شاہ کے جلوس کے سال دویم [۱۱۳۲ھ] میں ولی کا دیوان دھلی میں آیا اور اس کے

اشعار چھوٹے بڑے کی ورد زبان ہوگئے، دو تین شاعر کہ مراد ناجی، مضمون اور آبرو سے ہے، اردو شعر کی بنیاد ایہام گوئی پر رکھ کر معنی یابی اور مضمون تازہ کی تلاش سے خراج تحسین حاصل کرتے تھے :

لیکن ''دیوان زادہ'' کے دیباچے میں حاتم نے لکھا ہے کہ :-

> ۱۱۲۸ھ سے ۱۱٦۹ھ تک چالیس سال ہوتے ہیں نقد عمر اسی شاعری میں صرف کیا، لیکن ابھی اصلاح کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ فارسی شاعری میں مرزا صائب کا پیرو ہے اور اردو میں ولی کو استاد جانتا ہے، اول دیوان اسی نے ترتیب دیا، فقیر کا دیوان ۲۰ سال سے ہند میں مشہور ہے، اس کی ترتیب کے بعد آج تک کہ سنہ احد عزیزالدین عالم گیر ثانی ہے تمام رطب و یابس کلام کو جمع کر کے کلیات بنایا، لیکن کلیات کی نقل چونکہ دشوار تھی، ایک مختصر بیاض بنا کر دیوان زادہ نام رکھا تاکہ پڑھنے اور لکھنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ اور غزلوں کی سرخیاں تین ہیں، طرحی، فرمائشی، اورجوابی، تاکہ تمیز ہو سکے۔ فقیر شاہ مبارک، شرف‌الدین مضمون، مرزا جان جانان مظہر، شیخ احسن اللہ، میر شاکر ناجی اور غلام مصطفٰی یک رنگ کے معاصروں میں سے ہے [دیباچہ دیوان زادہ مخطوطہ]۔

اس دیباچہ سے ۱۱۲۸ھ کا سنہ متعین ہو جاتا ہے، مصحفی کی روایت کے مقابل دیباچہ دیوان زادہ مستند قرار پائے گا، پھر صدرالدین

محمد خاں فائز دھلوی کا اردو دیوان ۱۱۲۷ھ میں مرتب ھونا بیان کیا جاتا ھے [رسالہ سالنامہ آجکل ۱۹۵۱ء جلد ۹، نمبر ۱۰، صفحہ۸]، اگرچہ پروفیسر مسعود حسن صاحب کا خیال ھے کہ مصحفی کی روایت اور دیوان زادہ کے دیباچے کی روایت میں اس طرح مطابقت ھو جاتی ھے کہ حاتم ۱۱۲۸ھ سے فارسی میں شعر کہہ رھے تھے اور ۱۱۳۲ھ میں ولی کا دیوان آنے پر اردو میں شعر کہنا شروع کیا ۔ ھم اس رائے کو تسلیم نہیں کرتے، شمالی ھند میں اردو شاعری کا رواج بہت پہلے ھو چکا تھا اور اس عہد کی تصانیف بھی اس دعوی کا ثبوت ھیں، البتہ یہ بات صحیح ھے کہ ۱۱۳۲ھ میں سراج‌الدین علی خاں آرزو نے آ کر ان نوآموز شعراً کی ھمت افزائی کی اور سر پرستی قبول کرلی، مرزا جان جانان مظہر بھی سرپرستی کے لیے بڑھے، اور ان شعراً میں آبرو نے امتیازی شان پیدا کر لی، ولی نے اردو دیوان ترتیب دے کر ایک راستہ کھولا تھا، آبرو نے اس قدر جانفشانی سے کام کیا کہ دوسرے شعراً اس کے نقش قدم پر چلنے میں فخر محسوس کرنے لگے، دیوان زادہ میں چند غزلیں ملتی ھیں جن سے آبرو کی بعض غزلوں کی تاریخ تصنیف کا اندازہ ھوسکتا ھے، مطلع غزل حاتم صفحہ۱۱۶

زمین شاہ مبارک آبرو ۱۱۳۷ھ

۱۱۳۷ھ

چاند سے تارے کا ھوتا ھے کبھو جوں اتفاق
اس طرح مونہ پر ترے پیارے جھمکتا ھے بلاق

۱۱۴۰ھ

دماغ اتنا جو اب کرتے ہیں گلرو
یہ ان کے مغز میں کس کی گئی بو

۱۱۳۵ھ

اس دکھ میں ہائے یار یگانے کدھر گئے
سب چھوڑ ہم کو غم میں نہ جانے کدھر گئے

حلیہ: تذکرۂ شعرائے ہند [صفہ ۲۷] میں کریم الدین لکھتے ہیں :-

"میر لکھتا ہے کہ بسبب بے احتیاطی حفظ مراتب کے قسمت نے جو کہ مثل دجال کے برگزیدہ آدمیوں کے حق میں ہے ایک آنکھ اس کی غصب کر کے آبروریزی اس کی، مصحفی اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے: کہ آبرو کی ڈاڑھی لنبی تھی۔ اور اس کی عادت یہ تھی کہ اکثر لاٹھی ہاتھ میں لیے ہوے پھرا کرتا تھا :-

میر کے فقرات کا ترجمہ کریم الدین نے غلط کیا ہے، میر صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ :-

"دجال شعار زمانے کی چشم پوشی سے، آبرو کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔

مصحفی کی عبارت کی کریم الدین نے صورت بگاڑ دی ہے مصحفی کا بیان ہے :-

"آبرو کانا تھا، داڑھی اور لاٹھی والا، [شخصیے بود یک چشم با ریش و عصا]"۔

اس عبارت سے نہ داڑھی کی لمبائی ظاہر ہوتی ہے نہ اکڑ لاٹھی ہاتھ میں لے کر پھرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے، یہاں ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آبرو کے ہاتھ میں شرفا کی طرح لاٹھی یا چھڑی رہا کرتی تھی - اور داڑھی بھی تھی، ان کی یک چشمی کا معاصرین مذاق اڑایا کرتے تھے، چنانچہ قائم نے [مخزن نکات ص ۲۳] بینوا سنامی کے حالات میں لکھا ہے کہ :

محمد شاہ کے ابتدائی ایام حکومت میں دھلی آیا اور ہر ایک سے ملاقات کی، ایک دن مشاعرہ کی محفل میں گیا، میاں شاہ مبارک آبرو نے دیکھا، لیکن مزاج پرسی نہ کی کچھ دیر بعد جب بینوا سے مخاطب ہوئے تو بینوا نے کہا کہ میاں آبرو صاحب آپ مخلصوں کے احوال سے اس قدر تغافل کرتے ہیں جیسے آپ کی آنکھوں میں [یین چشم] ہماری جگہ ہی نہیں، چونکہ آبرو یک چشم تھے اس لیے یہ لطیفہ بر محل تھا حاضرین مجلس ہنس پڑے -

قائم نے ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ آبرو کے اس شعر کی تعریف میں کہا کہ "کانے"، [یکچشم] نے کیا اندھا شعر کہا ہے -

تمہاری لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے

سعادت خاں ناصر [تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا، صف ۹۶، نسخہ مخطوطہ کتاب‌خانہ ذات خاص ڈاکٹر عبدالحق صاحب] لکھتے ہیں چونکہ چشم راست بسبب کل کے نور بصارت سے عاری تھی، مرزا مظہر

میں اور اس میں مکابرہ ہوا یہ بیت اس کی مذمت میں مظہر نے کہی :

آبرو کی آنکھ میں اک گانٹھ ہے
آبرو سب شاعروں کی . . . . ہے

جواب آبرو :

جب ستی ست پر چڑھے تو پان کھانا رسم ہے
آبرو جگ میں رہے تو جان جانا پشم ہے

حسن پرستی : قاسم کی روایت ہے [مجموعہ نغز جلد اول صف۱۲] کہ آبرو :۔

''میر مکھن، پاکباز تخلص سے جو سید شاہ کمال بخاری کے بیٹے تھے، دلچسپی رکھتے تھے، چنانچہ بعض اشعار میں اس کا اظہار بھی کیا ہے :۔

مخزن نکات صف ۲۳ میں قائم لکھتے ہیں کہ :۔

''حسن پرستی میں بڑی شہرت تھی، چنانچہ حسینوں کی آرائش کے سلسلے میں ڈیڑھ سو اشعار کی مثنوی بھی لکھی ہے۔

کریم‌الدین کا بیان ہے [تذکرۂ شعرائے ہند]۔

''میاں مکھن، فرزند شاہ کمال بخاری سے بہت گھلا ملا رہتا تھا، چنانچہ اس نے آپ بھی اس مطلب کی طرف اشارہ اپنے کسی شعر میں کیا ہے :۔

مکھن میاں غضب ہیں فقیروں کے حال پر
آتا ہے ان کو جوش جمالی کمال پر

وفات : مصحفی نے وفات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ پچاس سال سے عمر متجاوز ہو گی کہ گھوڑے کی لات کی ضرب سے اس کی زندگی کا پاؤں اتر گیا۔

اس واقعہ کی تصدیق یا تکذیب کا کوئی اور ثبوت نہیں باقی تمام تذکرے اس واقعہ سے خالی ہیں نہ کسی نے عمر کا لکھا ہے کہ کس قدر عمر پائی، مصحفی نے روایت غالباً حاتم کی زبانی نقل کی ہے، میر، قائم، حسن، شفیق، قاسم، علی ابراهیم خلیل اور بعد کے تذکرہ نویس صرف یہی لکھتے ہیں کہ محمد شاہ کے عہد میں انتقال ہوا، سن وفات کسی نے نہیں لکھا، البتہ رام بابو سکسینہ [تاریخ ادب اردو ۱۹۵۰ء صفحہ۹۹، ۱۱۶۱ھ] اور نظامی [قاموس‌المشاهیر جلد اول] نے سنہ۱۱۶۱ھ سن وفات نقل کیا ہے، لیکن یہ تاریخ قیاسی ہے، قاضی عبدالودود [معاصر جلد ۲، حصہ ۸ مرتبہ عبدالمنان بیدل عظیم آباد تعیین زمانہ صفحہ۱۱۸] نے آبرو کی تاریخ وفات سے تفصیلی بحث کی ہے، وہ لکھتے ہیں: -

آبرو کا سال ولادت کسی نے نہیں لکھا، لیکن مصحفی نے یہ بتایا ہے کہ موت کے وقت عمر پچاس سے متجاوز تھی (تذکرۂ هندی) اس حساب سے زمانۂ پیدائش ۱۰۹۵ھ کے لگ بھگ ٹھہرتا ہے، اس کی تردید کی کوئی شکل نظر نہیں آتی، لیکن اس کے قبول کرنے سے یہ تسلیم کرنا لازم آتا ہے کہ یہ اپنے استاد آرزو (ولادت ۱۰۹۹ھ) سے کئی سال بڑے تھے، اس سلسلے میں یہ بات بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں] کہ مصحفی جو اپنا مأخذ نہیں بتاتے آبرو کی رحلت کے کم از کم ۱۰ برس قبل [قاضی صاحب نے قبل کا لفظ غالباً سہواً لکھا

ھے ۔ لفظ بعد صحیح ھے ۔] پیدا ھوے ھیں اور کم از کم ۲۰ برس کی عمر میں دھلی پہنچے ھیں ، [یہ رائے بے دلیل ھے قابل تسلیم نہیں مصحفی کے قول کی صحت متیقن نہیں ۔ عہد شاہ عالم تک جو شعرائے ریختہ کے تذکرے لکھے گئے ھیں ان میں آبرو کا سال وفات مندرج نہیں ، لیکن اشپرنگر نے ظاھراً محض اس بنا پر کہ لطف کے نزدیک یہ عہد محمد شاہ میں فوت ھوے ھیں ، یہ لکھ دیا کہ آبرو ۱۱۶۱ھ سے قبل مرے تھے ، یہ غلط نہیں ، مگر جن مآخذ سے اس نے کام لیا ھے [میر ، قائم ، گردیزی و لطف کے تذکرے] ان کی بنا پر یہ کہنے کا مجاز نہ تھا ۔ اس لیے کہ محمد شاہ کی وفات ۱۱۶۱ھ میں ۲۷ ربیع الثانی کو ھوئی ھے [ح ۔ و تاریخ مظفری وغیرہ] تاسی نے تو تقلیداً اشپرنگر پر قناعت کی ھے ، لیکن بیل نے اپنی بایوگریفی کل ڈکشنری میں ۱۱۶۱ھ ھی کو سال وفات قرار دیا ھے اور بعد کے مصنفین کیلیے یہ سند ھوگئی ھے چنانچہ ڈاکٹر سکسینہ اور بیل کی انگریزی تاریخ ادب اردو صفہ ۱۱۹ ، قاموس المشاھیر جلد ۱ اور دو نایاب زمانہ بیاض اور ان کا انتخاب [شائع کردہ ھندوستانی اکیڈیمی] کے حاشیہ (صفہ ۲۲) میں یہی سنہ مرقوم ھے ۔ یہ امر بھی قابل ذکر ھے کہ بعض نے اس کی فکر بھی نہیں کی کہ سن عیسوی ۱۱۶۱ھ کے مطابق پڑتا ھے یا نہیں [مثلاً ڈاکٹر سکسینہ ۱۷۵۰ء لکھتے ھیں] صحیح تاریخ وفات ۲۴ رجب ۱۱۴۶ھ جس کے متعلق میں نے ایک مختصر سا مضمون معیار مارچ ۱۹۳۶ء میں شائع کیا تھا ۔ یہ تاریخ سفینہ خوشگو اور (ح) میں ھے اور مقدم الذکر میں یہ بھی مرقوم ھے کہ آبرو کی قبر دھلی میں مزار سید حسن رسول نما کے نزدیک ھے ۔ خوشگو و حازنی کے قول کی صحت میں تامل روا

نہیں - پہلا آبرو کا دوست اور استاد بھائی ہے اور دوسرا باشندۂ دھلی، اور آبرو کا هم عصر ہے بعد کے بعض فارسی تذکروں میں بھی یہ سنہ ہے ، (مثلاً گل رعنا اور صحف] جہاں تک میرا علم ہے اردو کا صرف ایک تذکرۂ شعراً ایسا ہے جس میں [بہ تقلید] یہ سنہ دیا ہے یہ خیراتی لعل ''بے جگر'' کا تذکرہ ہے جو عہد اکبر ثانی کی تصنیف اور جس کا واحد نسخہ لندن میں ہے ''بے جگر'' نے تاریخ بھی کہی ہے ''سخن را آبرو کو'' - رام‌پور میں ''محسن'' مصنف سراپا سخن کا لکھا ہوا ایک تذکرہ ہے جس کے متعلق اس کا بیان ہے کہ یہ تذکرۂ قائم کا اردو ترجمہ ہے [اس میں بکثرت ایسی باتیں ھیں جو قائم کے مروجہ نسخوں میں نہیں] اس تذکرے میں بھی ایک بیت ہے جس سے سنہ وفات نکلتا ہے صاحب تذکرہ نے یہ تو بتایا ہے کہ یہ بیت بیدار کی ہے، مگر یہ نہیں لکھا کہ یہ سنہ کیا ہے :-

هاتف از دیده آب ریخته گفت

آبرو بود ، آبروے سخن

بیدار غالباً سناتھ سنگھ بیدار تاریخ گو ھیں جن کا ذکر تذکرۂ حسن، اور ''خلاصتہ الافکار'' میں ہے - مصرع آخر سے ۱۱۵۰ھ نکلتا ہے اس میں سے آب کا ''۳'' خارج کیا جائے تو ''۱۱۴۷ھ'' بچتا ہے، اس صورت میں بیدار، خوش گو و حارثی میں اختلاف ہے، لیکن اس کا امکان ہے کہ بیدار نے ''آب'' کا ''۳'' لیا ھو اس شکل میں اختلاف باقی نہیں رہتا - محسن کی پوری عبارت قاضی صاحب کی نظر سے نہیں گذری، محسن نے بیدار کا پورا قطعہ نقل کیا ہے :-

تاریخ وفات آبرو، کہی ہوئی بیدار کی —

رفت چوں شاہ آبرو ز جہاں
خشک شد بحر شعر و جوے سخن
شد معانی سیاہ پوش ز لفظ
از غمش سوخت مو بموے سخن
سال آں سروے باغ شطاری
کہ ازو بود رنگ و بوے سخن
ہاتف از دیدہ آب ریختہ گفت
۴
آبرو بود آبروے سخن

یک ہزار و یک صد و پنجاہ ہجری نبوی صلعم

بیدار نے آب کے چار عدد مان کر تاریخ ۱۱۴۶ھ ہی کہی ہے، پھر تاریخ محمدی میں صراحتاً ۲۴ رجب، ۱۱۴۶ھ تاریخ وفات مرقوم ہے، خوشگو نے بھی اسی تاریخ کی صراحت کی ہے، سناتھ سنگھ بیدار کی کہی ہوئی تاریخ سے ۱۱۴۶ھ ہی برآمد ہوتے ہیں محسن نے ۱۱۵۰ھ نقل کر کے غلطی کی ہے اس نے تخرجہ آب نظر انداز کر دیا ہے۔

قبر: خوش گو نے صراحت کر دی ہے کہ سید حسن رسول نما کے مزار کے پاس آبرو دفن ہے۔ دھلی سے جو وابستگی زندگی بھر رہی تھی وہ مرنے کے بعد بھی باقی رہی اور خاک دھلی نے اپنے پہلو میں جگہ دی۔ آج آبرو کی قبر کا نشان نمایاں نہ سہی، لیکن مقام ضرور معین ہے۔

کلام کے متعلق رائیں :

(۱) ۔ آرزو : شاہ مبارک آبرو تخلص میرا رشتہ دار بھی اور شاگرد بھی، فن ریختہ گوئی میں بے مثل استاد ہے ۔ (مجمع النفائس)

(۲) ۔ میر : ریختہ کا نادرہ گو شاعر کہتے ہیں ۔ [نکات شعرا] ۔

(۳) ۔ خواجہ خان حمید اورنگ آبادی : اس کے اشعار پورے ملک میں مشہور اور معروف [گلشن گلنار گلشن گفتار] ۔

(۴) ۔ فتح علی گردیزی : سچ یہ ہے کہ معنی تلاشی کو بلند مقام پر پہنچایا ۔ اور شاعری کے ملک کی فتح کیلیے شاہی جھنڈا بلند کیا [تذکرۂ گردیزی] ۔

(۵) ۔ قائم : شعر ریختہ اپنی طرز پر بہت اچھا کہتا ہے، مثنوی (۱۰۰) اشعار کی مثنوی حسینان جہاں کی آرائش کے سلسلے میں بہت بہتر موزوں کی ہے ۔

(۶) ۔ حارثی : آبرو مشاہیر ریختہ گویاں سے تھا ۔ [تاریخ محمدی] ۔

(۷) ۔ شفیق : معنی یابی میں، موزوں خیالی کے دیوان میں داد سخن دیتا ہے.... متانت الفاظ اور نزاکت معنی اس کی انصاف پسند شاعروں پر ظاہر ہے، ایہام کے اشعار بہت رکھتا ہے، سودا اسے مقطع میں یاد کرتا ہے ۔

نہ مل کم ظرف سے ہرگز بقول آبرو سودا
کسے برداشت ہے ناحق اٹھاوے کون نکتوڑا

مثنوی اس کی متضمن ترغیب آراستگی معشوق (۱۰۵ اشعار)
دیکھی اس کا مطلع [اول بیت] یہ ہے :-

ہے سزاوار ثنا وہ باکمال
جلوہ گر جس نے کیا حسن اور جمال

حق یہ ہے کہ شاعر شیریں بیان، اور معنی یاب متین خیال ہے، منتخب دیوان اس کا نظر سے گذرا [چمنستان شعرا]۔

(۸) - علی ابراھیم خان خلیل : طرز ایہام کا رواج دینے والا ہے دیوان ریختہ رکھتا ہے [گلزار ابراھیم مخطوطہ رامپور]،

(۹) - شوق : طبع رسا اور ذھن سلیم رکھتا تھا ، ایہام گوئی میں استاد بے نظیر ہے۔ اور اپنے زمانے کا یکتا تھا۔
[طبقات الشعرا]۔

(۱۰) - شعر کو اس زمانے کے رواج کے مطابق اچھا کہا ہے خصوصاً مثنوی موعظ آرائش معشوق بہت ھی بہتر ہے
(تذکرۂ ھندی)۔

(۱۱) - حسن : اپنے زمانے کا خوش گو شاعر تھا۔
[تذکرۂ شعرائے اردو]۔

(۱۲) - قاسم : اس عہد کے مذاق کے موافق زیادہ تر ایہام گوئی پر توجہ کی تنقید کلام اور مکروہ الفاظ کا استعمال، اور سین اور صاد کا قافیہ لانا اور ایسی ھی بہت خامیاں اس کے اشعار میں معاصرین سے زیادہ ھیں، لیکن ان بزرگوں کی استادی مین شک نہیں۔ [مجموعہ نغز]۔

(۱۳) ۔ لطف: آبرو صاحب دیوان تھے زبان ریختہ کی ترکیب میں بیشتر اشعار انہوں نے ایہام کے کہے ہیں یعنی اکثر وہ الفاظ شعر میں لاتے ہیں کہ جن لفظوں کے دو معنی ہیں اگرچہ با معنی یا لا معنی ۔(گلشن ہند)

(۱۴) ۔ شیفتہ: متقدمین کے مشہور شاعروں میں سے ہے صنعت ایہام پر مائل تھا ۔ [گلشن بیخار] ۔

(۱۵) ۔ نساخ: بیشتر ایہام میں شعر کہتے تھے ۔ [سخن شعرا] ۔

(۱۶) ۔ سید نورالحسن خان: صنعت ایہام پر مائل تھا ۔ [طورکلیم] ۔

(۱۷) ۔ سید علی حسن خان: صنعت کا رسیا تھا اور موزوں طور پر شعر کہتا ۔ [بزم سخن] ۔

(۱۸) ۔ ناصر سعادت خان: اپنے وقت میں مشہور اور نامور تھا [تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا قلمی] ۔

(۱۹) ۔ کریم الدین: صاحب دیوان ریختہ ہے جس میں کہ اکثر اچھی اچھی تشبیہات اور صنعت ایہام مندرج ہیں، مگر استعمال الفاظ مکروہ کا، اور نہ پرواہ کرنا باریک باتوں کا، یعنی، جائز رکھنا قافیہ سین اور صاد کا اس کے کلام سے دریافت ہوتا ہے۔۔۔اور مثنویات اس کی میں سے خصوصاً مثنوی ''موعظہ آرائش معشوق،، قابل انتخاب ہے ۔

[تذکرۂ شعرائے ہند] ۔

(۲۰) ۔ مولوی عبدالحی : حق یہ ہے کہ دلی میں اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز ان ہی سے ہوا ہے۔ طبیعت رسا اور فکر معنی یاب تھی۔ اس زمانے کے دستور کے موافق تشبیہ اور ایہام میں کلام الجھا ہوا ہے، مگر محاوروں کی چاشنی نے با مزہ کر دیا ہے، دیوان ان کا غدر میں [موجود ہے] ضائع ہوگیا۔ ایک مختصر دیوان اب بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے، شاید اسی کا انتخاب ہو۔ [گل رعنا]۔

(۲۱) ۔ امر اللہ الہ‌آبادی : اشعار دل پذیر اس کے، عاشقوں کیلیے سرمایہ گفتگو ، مشق سخن آرزو سے کی اور میدان شاعری میں یکتائی کا نقارہ بجایا۔ [تذکرۂ مسرت افزا]۔

(۲۲) ۔ کیفی : دیوان مختصر ہے، لیکن بہتر ہے ۔ اس کا ایک نسخہ ''الاصلاح'' لائبریری دیسنہ ضلع پٹنہ میں موجود ہے۔ کلام میں گو سلاست نہیں، لیکن درد ہے۔ محاورات میں لطف موحود ہے۔ زبان کا زیادہ خیال کرتے ہیں۔ خان آرزو سے تلمذ تھا۔ [جواہر سخن جلد اول] ۔

(۲۳) ۔ لالہ سری رام : ریختہ گوئی کی بنیاد میں حصہ لیا، باوحود مشاق خان آرزو سے اصلاح لیتے تھے، دیوان یادگار ہے ۔ [خمخانہ جاوید جلد اول]۔

(۲۴) ۔ سید اعجاز حسین : کلام میں صفائی ضرور ہے، مگر رعایت لفظی کا اس قدر چسکا ہے کہ تخیل میں وسعت پیدا نہیں ہوتی۔ الفاظ سادے اور ملائم ہیں، مگر زمانۂ حال کے لحاظ سے بہت سے ایسے ہیں جو ثقیل اور

اور بھدے ھیں، مصنف گل رعنا نے ان کو شاھجہاں آباد کا متوطن بتایا ہے اور لکھا ہے کہ عین جوانی میں انتقال ھوگیا۔ اگر عمر طبعی کو پہنچ جاتے تو تبدیلی مزاج کے ساتھ کلام کی گرمی بہت بڑھ جاتی۔

[مختصر تاریخ ادب اردو صفحہ ۶۴، ۶۵]۔

(۲۵) ۔ مولانا عبد السلام ندوی : شاہ مبارک آبرو، آرزو کے شاگرد ھیں اور ھمارے تذکرہ نویسوں نے ان کو سردفتر و سرآمد ایہام گو کا خطاب دیا ہے، اور میر صاحب ان کو شاعر نادرہ گوے ریختہ کہتے ھیں۔شاہ صاحب نے جو نازک خیالیاں کی ھیں ان کی مثالیں اوپر گذر چکی ھیں . . . . . . قدماً کے دور کی ایک خصوصیت تشبیہات کی لطافت اور جدت ہے اور شاہ مبارک آبرو میں بھی جیسا کہ ان کے اشعار سے معلوم ھوا ھوگا یہ خصوصیت نمایاں طور پر پائی جاتی ہے اور ھمارے تذکرہ نویس بھی اس کو تسلیم کرتے ھیں۔ [شعرالہند حصہ اول صفحہ ۱۰۷] ۔

آبرو کے متعلق مختلف تذکرہ نویسوں کی رائے آپ ملاحظہ کرچکے ھیں۔ بعض باتیں تذکرہ نویسوں کی صحیح بھی ھیں، لیکن بعض اطلاعات غلط بھی ھیں، اس کا کلام ایہام گوئی سے جدا بھی ایسا ہے کہ آج بھی اس کا کیف اور اثر، اور سوز و گداز دل پر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے۔ میر کے تین اشعار ایک ھی مضمون کے ھیں، انہیں پڑھیے :

کتنی باتیں بنا کے لاؤں، لیک
یاد رھتی ترے حضور نہیں

جی میں تھا اس سے ملئے تو کیا کیا نہ کہیے میر
پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر
(۷۰ کلیات میر)

کہتے تو ہو یوں کہتے ، یوں کہتے جو وہ آتا
یہ کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا
(حاشیہ صف ۷۰)

کہتے تھے اس سے ملتے تو کیا کیا نہ کہتے لیک
وہ آ گیا تو سامنے اس کے نہ آئی بات
(حاشیہ صف ۷۰)

اب آبرو کا یہ مقطع پڑھکر انصاف کیجیے کہ نقش اول سے نقش ثانی بہتر ہے یا نہیں :

اب روبرو ہے یار نہیں بولتا سو کیوں
قصے وے آبرو کے بنانے کدھر گئے

میر نے عاشقی میں استادی کا دعویٰ کر کے فرہاد سے اپنے آپ کو اونچا ثابت کیا ۔ایک اور شعر میں جنون عشق میں مجنون کے چچا بن گئے:

خوف ہم کو نہیں، جنون سے کچھ
یوں تو مجنوں کے بھی چچا ہیں ہم
میرے سنگ مزار پر فرہاد
رکھ کے تیشہ کہے ہے یا استاد

میر خیالی دنیا کی باتیں کرتے ھیں۔ مرنے کے بعد فرہاد کا زندہ ہوکر انکے مزار پر تیشہ رکھ کر یا استاد کہنا درجۂ فضیلت کو ظاہر کر رہا ہے۔ خلاف واقعہ بیان کتنا ھی شگفتہ کیوں نہو درد و اثر پیدا نہیں کر سکتا۔ اب آبرو کا شعر پڑھیے :

میں گم ھوا جو عشق کی رہ میں تو کیا عجب
مجنوں، کوہ کن سے نجانے کدھر گئے

آبرو مجنوں اور کوھکن کی برتری مانتے ھوے اپنی حالت گم گشتگی کا اظہار کرتا ہے، جس میں سوز و گداز پنہاں ہے۔

میر کا مطلع ہے :

اب کچھ ھمارے حال پہ تم کو نظر نہیں
یعنی تمہاری ہم سے وے آنکھیں نہیں رھیں

ایک اور مطلع ملاحظہ ھو :

کیا کہوں کیا رکھتے تھے تجھ سے ترے بیمار چشم
تجھ کو بالیں پر نہ دیکھا، کھولی سو سو بار چشم

میر محبوب کی بےرخی کے نالاں ھیں۔ آبرو بھی معشوق کی بےاعتنائی پر شکوہ سنج ھیں، لیکن درد بھرا بیان ہے :

پیارے ترے پیار کوں کس کی نظر لگی
آنکھوں سے وہ آنکھوں کے ملانے کدھر گئے

آبرو کا یہ شعر بےمثال ہے۔ انتظار یار کی تصویر کشی اس سے زیادہ لطیف ممکن نہیں :

ھاتھ آوے اگر جو عمر خضر
بیٹھ کر اس کا انتظار کروں

میر اور قائم متقدمین پر معترض ہیں کہ تلاش لفظ تازہ اور معنی یابی ان کا مطمح نظر تھا۔ تشبیہات میں جدت کے قائل تھے، ایہام گو شاعروں کا سب سے بڑا جرم یہی مانا گیا ہے ۔ اب میر کی یہ غزل پڑھئیے اور فیصلہ کیجئیے کہ آبرو کا رنگ ایہام اور میر کی غزل کا طرز یکسانیت رکھتا ہے یا نہیں :

خوش حال نہ آئی تمہاری چال ہمیں
یوں نہ کرنا تھا پائمال ہمیں
حال کیا پوچھ پوچھ جاتے ہو
کبھو پاتے بھی ہو بحال ہمیں
وہ دہاں وہ کمر ہی ہے مقصود
اور کچھ اب نہیں خیال ہمیں
اس مہ چار دہ کی دوری نے
دس ہی دن میں کیا ہلال ہمیں
نظر آتے ہیں ہوتے جی کے وبال
حلقہ حلقہ تمہارے بال ہمیں
تنگی اس جا کی، نقل کیا کریے
یہاں سے واجب ہے انتقال ہمیں
صرف للہ، خم کے خم کرتے
نہ کیا چرخ نے کلال ہمیں
مغبچے مال مست، ہم درویش
کون کرتا ہے مشت مال ہمیں
کب تک اس تنگ نا میں کھینچیے رنج
یہاں سے یارب تو ہی نکال ہمیں

ترک سبزان شہر کرئیے اب
بس بہت کر چکے نہال ہمین
وجہ کیا ہے کہ میر منہ پہ تیرے
نظر آتا ہے کچھ ملال ہمیں

اب آبرو جو متقدم ہے اور جس نے اردو شاعروں کو چلنا سکھایا ہے اگر وہ یہی بات کہے تو ناجائز ہو جائے :-

یہ شعلہ عشق کا، حسن ازل کا نور ہے گویا
جلا ہے جب سیں سینا، تب سے کوہ طور ہے گویا
نظر آتی ہے رخسارے پہ مجکو حشر کی صورت
دمیدن ہائے خط یار، نفخ صور ہے گویا
لب شیریں میں، ہرجائی کے نیش رشک پنہاں ہے
دہان شیریں اس کا خانۂ زنبور ہے گویا

معاصرین: حاتم نے شیخ شرف‌الدین مضمون، غلام مصطفی خاں یک رنگ، احسن اللہ احسن، میر محمد شاکر ناجی، مرزا جان جان مظہر اور آبرو کو اپنا معاصر قرار دیا ہے، اس طرح قدیم شعرأ جو آبرو کے ہم عصر تھے معلوم ہو جاتے ہیں شرف‌الدین مضمون، غلام مصطفی خاں یکرنگ، احسن اللہ احسن، میر محمد شاکر ناجی، مظہر اور خود آرزو جو آبرو کے استاد تھے۔ آبرو کے درجہ تک اردو شاعری میں نہ پہنچے، اس مسئلہ میں کسی تذکرۂ نویس کو اختلاف نہیں ۔آبرو کا درجہ ان تمام معاصرین سے بلند ہے۔ مظہر اور آرزو دونوں علمی مرتبہ میں بہت بلند اور استاد عہد ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آبرو کے مقام تک دونوں نہیں پہنچے، دونوں کے کلام

میں وہ زور بیان، بندشوں کی چستی، روانی اور سلاست نہیں جو آبرو کے یہاں ہے۔ پیر خاں کمترین بینوا سنامی، خواجہ برہان‌الدین عاصمی، سعادت علی سعادت امروہوی، بیدل، ٹیک چند بہار، انند رام مخلص وغیرہ بھی معاصرین آبرو میں ہیں، لیکن اردو میں درجہ استادی تک نہ پہنچے، اس لیے مقابلہ عبث ہے۔

شاگرد: مختلف تذکرہ نگاروں کی رائے میں میر سجاد، شہاب‌الدین ثاقب، محمد محسن قدوی، عبدالوہاب یکرو، محمد عارف وغیرہ شاگرد تھے، ان میں سجاد کا مرتبہ اپنے استاد بھائیوں سے بلند ہے۔

(۱) ۔ ثاقب شہاب‌الدین ساکن قصبہ سیوہارا، درویش، متوکل، شاعر پر گو اور خوش‌گو شاگرد آبرو کا، کبھی اپنے اشعار سراج‌الدین علی خاں آرزو کو بھی دکھاتا تھا، اکثر فنون میں مہارت تھی، باوجود ہمہ دانی اور قابلیت انسانی اپنے آپ کو ہیچمداں جانتا تھا، رسائی فکر کی اس کے تخلص سے واضح ہے —— جس گھڑی کہ افواج افاغنہ مرہٹوں سے شکست کھاکر نانک متہ کے جنگل کی طرف فرار ہوئی تھی ثاقب (۱) اللہ کو پیارا ہوا (ذی‌الحجہ ۱۱۸۰ھ)۔

(۲) ۔ سجاد میر سجاد اکبرآباد کا رہنے والا، مرد طالب علم، ریختہ کا اچھا شاعر، شاگرد میاں آبرو، اس کی شاعری درجۂ استادی تک پہنچی ہوئی، خوش‌گو، اور معنی یاب، اگرچہ لفظ تازہ کی فکر میں ہے (۲)۔

---

(۱) خلاصہ طبقات الشعرا شوق صف ۱۲۰۔۱۲۱ شامل علیگڑھ میگزین ۱۹۳۸ھ۔

(۲) نکات الشعرا صفہ ۹۰ میر۔

(۳) ۔ فدوی محمد محسن ولد غلام مصطفٰی خاں، قوم سید حسینی، لاھور میں پیدا ھوئے، سولہ سال کی عمر میں ۱۱۲۴ھ میں فرخ سیر کی آمد دھلی کے سنہ میں دھلی آیا ۔ فدوی قدیم یہی ھے، شعر میں شاہ مبارک آبرو کا شاگرد تھا، طرز شعر قدماء کے طور ایہام گوئی کی ھے، اور چونکہ اکثر بزرگ اسکے درویش گذرے ھیں اپنا وقت درویشی ھی میں گذارا، کبھی نوکری نہ کی، ستار اچھا بجاتا ھے ۔ جب تک میں(۱) دھلی میں تھا [۱۱۹۸ھ] کبھی کبھی گلی بازار مں مل جاتا ۔ ۱۱۹۶ھ میں بہار میں وفات پائی ۔

(۴) ۔ عارف (۲) محمد عارف مرحوم، کشمیری النسل تھا اور دھلی مولد تھا ۔ شیخ نجم‌الدین آبرو کے شاگردوں میں سے نیک مزاج ، یار باش، پاکیزہ معاش شخص تھا، رفوگری پر گزارا تھا، کتب نائکہ بھید پر نظر تھی، اکثر ھندی کے دوھرہ وغیرہ بھی کہے، جو لوگ بھاشا کتب پر نظر نہیں رکھتے ان کی نظر میں اس کے اشعار میں تازہ مضمون معلوم ھوتا ۔

(۵) ۔ عبدالوھاب یکرو ، اس کا تفصیلی حال کسی تذکرہ میں نہیں ملتا ۔ معلوم ھوتا ھے کہ آبرو سے بھی پہلے انتقال ھو چکا تھا اس لیے تذکرہ نویسوں کو حال اور سنہ وفات نہ

---

(۱) تذکرہ ھندی صف ۱۶۵ ۱۶۶' مصحفی ۔

(۲) مجموعہ‌نغز ج ۔ ۱ صف ۳۷۸ میر اور حسینی نے شاگرد مضمون لکھا ھے ۔ مصحفی نے ۱۱۸۰ھ کے متصل ملاقات کی تھی ۔

معلوم ہو سکا۔ آبرو نے خود ان کو ایک مقطع میں یاد کیا ہے :

دعا کرتا ہوں سن کر آبرو یک رو کا یہ مصرع
تری پیوستہ ابرو کیوں نہ ہوویں، مسجد جامع

(۶) - پاکباز صلاح الدین عرف میاں مکھن، پسر شاہ کمال، نبیرہ شاہ جلال، ان کی شاگردی مصطفیٰ خان یکرنگ سے ظاہر کی گئی ہے، لیکن اکثر تذکرہ نگار متفق ہیں کہ آبرو کی ان پر نظر تھی، بعض اشعار میں ان کا ذکر بھی ہے جیسے۔

مکھن میاں غضب ہیں فقیروں کے حال پر
آتا ہے ان کو جوش جمالی کمال پر

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتداء میں آبرو سے اصلاح حاصل کی ہوگی اور پھر یک رنگ سے وابستہ ہو گئے۔

(باقی دارد)

تبصرے

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف : معراج الدین، ایم اے

طابع : احمد حسن

ناشر : مکتبہ عزیزیہ، ھڑپہ، منٹگمری (پاکستان)

حضرت شیخ احمد سرھندی المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ ان نوارد روزگار شخصیتوں میں سے ھیں جن پر صرف مسلمانوں ھی کو نہیں بلکہ خود اسلام کو بھی فخر و ناز ہے کیوں کہ ان کا مقصود بالذات اسلام کی خدمت اور مقصود بالعرض مسلمانوں کی خدمت تھی - اکبر کے عہد حکومت میں جب کہ شریعت محمدیہ کو فیضی و ابوالفضل جیسے موقع پرست اور دنیاساز و دیں باز علماء کے ھاتھوں ایک عجیب و غریب آزمائش و مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تو اس وقت خدانخواستہ یہ بات نہ تھی کہ ھندوستان کی سر زمین علماء و فضلاء سے خالی ھوگئی تھی بلکہ اس کے برعکس تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ھوتا ہے کہ جس قدر تعداد اس دور میں علماء کی موجود تھی شاید ھی کسی دور میں موجود رھی ھو - لیکن پھر کیا بات تھی کہ حظیرۂ دین کی طرف سے دفاع کے لیے ساری زبانیں یکسر گنگ ھوگئیں کیا ھم یہ فرض کرلیں کہ جو کچھ اس دور میں اسلام کے نام پر اسلام کے خلاف ھو رھا تھا اس کے دیکھنے سے علماء کی آنکھیں اندھی ھوگئی تھیں یا پھر سب کچھ دیکھتی تھیں لیکن اکبری رعب و ھیبت کے سامنے انھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سارے تقاضے بھول گئے تھے یا یہ دونوں باتیں نہ تھیں بلکہ بات یہ تھی کہ اپنی بعض ذاتی و جزوی مصالح و منافع کی خاطر انھیں اپنی زبانوں پر خود اپنے ھی ھاتھوں سے قفل لگا دینے پڑے تھے - غرضیکہ وجوہ و اسباب کچھ بھی

هوں لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس دور پر فتن میں جو اکبر سے شروع ہو کر جہانگیر تک باقی رہا صرف ایک ھی غفلت شکن آواز بار بار اٹھتی رہی جس نے جسموں کو لرزا دیا، جس نے روحوں کو تڑپا دیا اور جس کی گونج سے اورنگ اکبری و تخت جہانگیری تو کیا پوری سر زمین ھند تھرا اٹھی ۔ یہ لاھوتی آواز ایک مرد لاثانی مجاھد ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جنھوں نے علوم ظاھریہ میں وہ تبحر اور وہ مہارت و کمال پیدا کیا کہ ایک سے زائد مرتبہ فیضی و ابوالفضل جیسے مدعیان علم و آگہی کے چہروں پر فلسفیانہ حجج و دلائل کے بھرپور طمانچے مارے اور علوم باطنیہ میں اس درجہ کو پہنچے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃاللہ علیہ کے حلقۂ ارادت سے ترقی کر کے حلقۂ ارادت اللہ باقی تک جا پہنچے ۔ لیکن روایتی علماء کی طرح نہ تو کسی مدرسہ کی مسند مشیخت پر بیٹھ کر شرح مواقف اور شرح مقاصد کی یبوست پرور ابحاث میں مغز زنی پر اکتفاء کیا اور نہ ھی روایتی صوفیہ کی طرح کسی خانقاہ کے زاویہ میں بیٹھ کر مریدان باصفاء کے تزکیۂ نفس و قلب ھی کو مایۂ فخر و مباھات سمجھا بلکہ مدرسہ و خانقاہ دونوں سے گزر کر وہ کام کیا کہ جس کے لیے امم سالفہ میں انبیاء و رسل مبعوث ہوا کرتے تھے۔ یہ کام، کیا تھا ؟ اور حضرت مجدد ؒ نے اسے کہاں تک انجام دیا اس کی شرح بہت طولانی ھے اور آپ کے سیرت نگاروں نے اسے اپنے اپنے رنگ و اسلوب میں بوضاحت بیان کیا ھے۔ اس وقت ھمارے پیش نظر ان سیر میں سے جناب معراج الدین صاحب ایم اے کی مرتبہ سیرۃ ”مجدد الف ثانی“ ھے کتاب گو قامت میں کہتر ھے لیکن قیمت میں واقعی بہتر ھے ۔ مرتب چوں کہ خود سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مین منسلک ھیں لہذا اس سلسلے سے جو دلچسپی اور تعلق خاطر انہیں ھو سکتا ھے وہ ظاھر ھے کہ کسی غیر کو نہیں ھوسکتا ۔ نیز اس سے آپ یہ اندازہ بھی کرسکتے ھیں کہ انہوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ

کی سیرت مرتب کرتے وقت کیا کیا کاوشیں اٹھائی ہوگی - ۳۵۳ صفحات پر مشتمل کتاب میں انہوں نے جہاں ایک طرف محمد بن قاسم سے لے کر عہد جہانگیری تک جستہ جستہ مختلف سلاطین ہند کے مختلف عہود و ادوار کا مختصر مگر جامع جائزہ لیا ہے اور بوضاحت بتایا ہے کہ کن کن اوقات میں سرزمین ہند ' نظم اسلامیہ کی بحالی و تمکین کے لیے سازگار رہی ہے اور کن کن اوقات میں ناسازگار، وہاں حضرت مجدد کی زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جسے تشنۂ تسوید و تحریر چھوڑا ہو- ہماری رائے میں یہ کتاب بہت قابل قدر ہے اور اس سے تشنہ کامان شریعت و طریقت دونوں کو خوب جی بھر کر استفادہ کرنا چاہیے -

نور الحسن خاں

جدید فارسی شاعری

مصنف . . . منیب الرحمان

پبلشرز. . . . ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اشاعت اول . . ۱۹۵۹ء

قیمت . . . . . ۲ روپے اور ۵۰ نئے پیسے -

صفحات ۱۳۲

جدید فارسی شاعری کا یہ جائزہ ۱۳۲ اوراق پر مشتمل ہے - ۱۹ ویں صدی کے آخر سے شروع ہو کر عصر حاضر تک کی شعری تحریکات و تخلیقات کا مجمل طور پر جائزہ لیا گیا ہے - اس سے پیشتر اس موضوع پر ڈاکٹر اسحاق کی کتاب ماڈرن پرشین پوئٹری لاہور سے چھپ چکی ہے - لاہور ھی سے " نیا ایرانی ادب " کے نام سے ڈاکٹر ظہورالدین کی کتاب دو چار سال ہوئے شائع ہو چکی ہے - اس کے علاوہ رشید یاسمی

کی کتاب ” ادبیات معاصر ،، کا ایک حصه بهی اس موضوع پر مشتمل تها ۔ لیکن یه سب کتابیں محض تذکرے هیں جن میں شعرا کے حالات کو اهمیت دی گئی هے اور کچھ انتخاب کلام بهی دے دیا گیا هے ۔ اس لحاظ سے ضرورت تهی که فارسی شاعری کا تنقیدی نظر سے بهی جائزہ لیا جائے ۔ ڈاکٹر منیب الرحمن صاحب نے یه ڈول ڈالا هے ۔

” جدید فارسی شاعری ،، میں شعرا کے حالات کا حصه بہت مختصر هے ۔ انهوں نے زیادہ توجه ادوار کے تجزئیے اور شعرا کے کلام کے تنقیدی جائزے پر مرکوز کی هے اور واقعاتی حصے کو بہت مجمل کر دیا هے ۔ یه بڑی اچهی بات هے ورنه اب تک فارسی شاعری کو تنقیدی نقطهٔ نظر سے درخور اعتنا نہیں سمجها گیا ۔ اچهے بهلے لکهنے والوں نے بهی جب کبهی فارسی شعرا کا جائزہ لیا تو ان کے حالات پر هی اکتفا کی هے اور اگر تنقید میں پڑے بهی هیں تو دوچار تنقیدی اصطلاحوں کے جا و بیجا استعمال کے سوا کچھ نہیں کیا ۔

فارسی شاعری پر غالباً یه پہلی کتاب هے جس میں شعرا کے کلام کا باقاعدہ تجزیه کیا گیا هے ۔ ڈاکٹر منیب الرحمن اردو کے بہت منجهے هوئے شاعر هیں اور آزاد نظم کے سلسلے میں اب سے کوئی دس برس پہلے انهوں نے ایک نئی روایت قائم کی تهی ۔ وہ جدید رجحانات کے طرفدار هیں اور تنقیدی شعور بهی رکهتے هیں، اس لیے ایران کے بعض عظیم شعرا مثلاً نیما یوشیخ، فروغ فرخ زاد، فریدوں توللی وغیرہ کی شاعری کے بارے میں ان کے بیانات بڑے جاندار اور وقیع هیں ۔ ان شعراء کو ایران کے ارباب ذوق کا کلاسیکی مزاج درخور اعتنا نہیں سمجهتا ۔ لیکن ان کی شاعری دوسرے ممالک

کے شعراء کے مقابلے میں پیش کی جا سکتی ہے ۔ نظم آزاد اور تجزیاتی انداز کو ایران میں رائج کرنے میں ان لوگوں کا بڑا ھاتھ ہے ۔ اب تک جدید شاعری پر جو کتابیں چھپتی رھی ھیں ان میں جدید تر شعراء سے عموماً زیادتی کی گئی ہے ۔ ڈاکٹر منیب الرحمن نے اس پہلو پر خاص طور پر توجہ کی ہے اور ان کی بنیادی خصوصیات کو نمایاں کیا ہے ۔

کتاب کا تحقیقی حصہ مختصر ہے لیکن اس اختصار کے باوجود اس میں کہیں کہیں بعض معمولی غلطیاں ھو گئی ھیں ۔ مثلاً صفحہ ۱۴ پر علامہ عبدالوھاب قزوینی کی وفات کا ذکر ہے ۔ لیکن ۱۹۵۱ء میں عبدالوھاب نہیں بلکہ ان کے بیٹے علامہ محمد بن عبدالوھاب کا انتقال ھوا تھا اور ملک شعرا بہار کی نظم انہی محمد بن عبدالوھاب کے بارے میں ہے ۔

صفحہ ۲۰ پر ابوالقاسم لاھوتی کے مختصر سے حالات دیے گئے ھیں ۔ اس سلسلے میں بھی مختلف کتابوں میں اختلاف ہے ۔ ڈاکٹر ظھورالدین نے لاھوتی کا سال ولادت ۱۸۸۵ء دیا ہے ۔ منیب الرحمن ۱۸۸۷ء دیتے ھیں ۔ ڈاکٹر صاحب کی رائے میں لاھوتی ۱۹۰۹ء میں فوجی پولیس میں ملازم ھوئے اور ڈاکٹر ظھورالدین کی رائے میں ۱۹۰۶ء میں ۔

لاھوتی کے حالات میں افغانستان کے سفر کا ذکر بھی بعض لوگوں نے کیا ہے ۔ اور ” زندگانیٔ من ،، بھی ان سے منسوب کی ہے ۔ یہ متنازع فیہ مسائل ھیں ۔ اس میں ڈاکٹر صاحب کو اپنی رائے دینی چاھیئے تھی ۔

لاھوتی کی کتابوں میں سے وہ ۳ مجموعوں سے واقف ھیں لیکن حقیقت یہ ھے کہ لاھوتی ۴ مجموعوں کے مصنف ھیں ۔

صفحہ ۳۱ پر انھوں نے ابوالقاسم عارف کا ذکر کیا ھے اور لکھا ھے کہ عارف کچھ عرصہ ندیم کی حیثیت سے قاچاری فرماں روا کے دربار سے وابستہ رھے ۔ یہاں ندیم کی جگہ فراشیٔ خلوت ھونا چاھیئے تھا ۔

عشقی کے حالات کے سلسلے میں بھی ڈاکٹر صاحب نے اختصار کی خاطر کچھ غلط فہمی پیدا کر دی ھے ۔ ان کا اقتباس یہ ھے ۔

"مئی ۱۹۲۱ء میں انھوں نے روزنامۂ "قرن بیستم" کا اجراء کیا، لیکن سترہ شماروں کے بعد حکومت نے اسے بند کر دیا ۔ ۱۹۲۴ء میں پھر اسے جاری کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس کا صرف ایک نمبر نکل پایا اور یہ بھی سرکاری حکم سے ضبط کیا گیا"

(ص، ۴۲)

اس اقتباس میں کچھ غلطیاں ھیں ۔ اصل میں "قرن بیستم" انھوں نے ۱۹۲۰ء میں جاری کیا تھا ۔ ۱۹۲۱ء میں نہیں ۔ اس کے بعد ۱۹۲۲ء میں چند شمارے نکلے ۔ ۴ ماہ کے بعد تیسری مرتبہ پرچہ شائع ھوا تو اس دفعہ صرف ایک نمبر نکلا ۔

تحقیقی حصے سے قطع نظر، کتاب کی اصل قدر و قیمت شعرا کے کلام کے تجزیئے پر منحصر ھے ۔ ڈاکٹر منیب‌الرحمان ایک خاص مکتب فکر سے تعلق رکھتے ھیں ۔ اس لیے ایک آدھ غیر اھم پہلو پر زیادہ زور دے گئے ھیں ۔ تاھم شعرا کے کلام کی ادبی خصوصیات کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ۔ معلوم نہیں ڈاکٹر صاحب نے عصر حاضر

کے مشہور اور اچھے شاعر صادق سرمد کا ذکر کیوں نہیں کیا ۔ اگر س کی شاعری کا تجزیہ بھی کر لیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا ۔ بہر کیف بدید فارسی شاعری کے نفسیاتی رجحان پر جو صفحات لکھے گئے ہیں وہ س کتاب کا بہترین حصہ ہیں ۔ مثلاً :

" عشقیہ شاعری فارسی ادب کا ایک بیش بہا سرمایہ رہی ہے ۔ محبت کے جو گیت حافظ، رومی اور سعدی جیسے شعرا نے گائے ہیں ان پر دنیا کی کوئی بھی زبان بجا طور پر رشک کر سکتی ہے ۔ پہلے کی طرح ایرانی شاعر آج بھی حسن و عشق کے موضوعات کا دلدادہ ہے ۔ لیکن وہ اپنے پیش رو کی طرح محبت کو روحانی اغراض کا وسیلہ نہیں بناتا، بلکہ اس کے ارضی اور جسمانی پیکر میں اپنی خواہشات کی تکمیل ڈھونڈتا ہے ۔ یہ رجحان ان بدلتے ہوئے نفسیاتی اور سماجی حالات کا رہین منت ہے جو آزادی نسواں نے ملک میں پیدا کر دیے ہیں ۔ عورت اور مرد کی علیحدگی اور ماحول کی سخت گیری نے پرانے شاعر کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ صاف طور پر جنسی محبت کو اپنا موضوع بنا سکے ۔ اس کی تخیئل نفسانی خصوصیات کی حامل ضرور تھی، لیکن اس کے پس پردہ ایک روحانی حقیقت کا وجود جھلکتا تھا ۔ عورت کے حسن کا فطری ادراک، اور جنسی محبت کا واضح شعور، فارسی کی عشقیہ شاعری میں ایک نیا قدم ہے ۔ اس کی نمایندگی کرتے ہوئے جو نظمیں لکھی گئی ہیں انہیں دو اہم خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ پہلی قسم ان نظموں پر مشتمل ہے جو شاعر کے جذبے کو رومانوی

لطافت کے ساتھ پیش کرتی ہیں ۔ اس کی مثال ورزی کی نظم ''آرزوھا،، سے دی جا سکتی ہے ۔ جو اس طرح شروع ہوتی ہے :

من اگر باد نو بہار شوم
همچو موی تو مشکبار شوم

دامن افشان روم بهر سوئی
که بدزدم ز هر گلی بوئی

همه را جا دهم بدامانم
بامیدی که بر تو افشانم

دوسری قسم ان عشقیہ نظموں کی ہےجن میں تحلیل نفسی کے اشارے پائے جاتے ہیں۔ جیسے ہوشنگ ابتہاج سایہ کی نظم قصہ میں . . .

جدید شعرا نے فطرت کی جس طرح عکاسی کی ہے اس کی چند مثالیں گذشتہ صفحات میں دی جا چکی ہیں ۔ یہ منظر نگاری دو اہم خصوصیات کی حامل ہے ۔ اول یہ کہ اس میں فطرت کے مختلف اور گوناگوں پہلو دکھانے کی کوشش کی گئی ہے اور دوسری یہ کہ اس کا اکثر شاعر کے جذبات سے گہرا ربط ہوتا ہے۔ کلاسکی شاعری میں فطری منظر نگاری کا بذات خود کوئی الگ وجود نہیں تھا ۔ وہ عموماً کسی نظم کا حصہ ہوتی تھی ۔ مثلاً قصیدے میں اسے تشبیب کے طور پر اکثر استعمال کیا جاتا تھا ۔ جدید شاعری میں فطرت کی عکاسی کو اپنا علیحدہ مقام حاصل ہے ، اور رشید یاسمی ، پرویز ناتل خلری، فریدوں توللی اور نیما یوشیج جیسے شعرا کے کلام میں ایسی

نظمیں ملتی ھیں جن میں فطرت کی ترجمانی کو بنیادی مقصد بنایا گیا ھے ۔ رشید یاسمی کی منظر کشی میں روایتی اثرات زیادہ ھیں اور ان کا انداز عموما تخیئلی ھے ۔ اس کی نمایندہ مثال ان کی نظم "آئینۂ سیال" ھے ۔

چه خوش باشد بروی آب دیدن
برو رقصیدن مهتاب دیدن
به بیداری چنان خاطر فریبد
که شام وصل یاران خواب دیدن

پرویز ناتل خانلری کے یہاں فطرت کا بیان تاثراتی رنگ لیے ہوئے ھے۔ اپنی نظم "ظہر" میں وہ دوپہر کا سماں اس طرح پیش کرتے ھیں :

بنگر، آن کوه دیو بیمار است
تن ز دردی نهان به رنج و گداز
پشت بر آسمان درمان بخش
پای در رود خانه کرده دراز

فریدون توللی منظر کشی سے ایک مخصوص فضا کی تعمیر کا کام لیتے ھیں، جیسے "سایه های شب" میں جس کا ابتدائی بند یہ ھے :

جغد میخواند و کابوس شب از وحشت خویش
چشمها دوخته بر شعلهٔ شمعی بی نور
باد می‌غرد و میاورد آهسته بگوش
ناله جانوری گرسنه از جنگل دور"
(صفحه ۹۱ - ۹۲ و ۹۴ - ۹۵)

اس کتاب کا دوسرا قابل قدر حصہ نیما یوشیج اور فریدون توللی کی شاعری کا تجزیہ ہے ۔ جس میں نہ صرف ان دونوں کے کلام کے بعض بہترین حصے آ گئے ہیں ،بلکہ ہمیں ایران کی جدید شاعری میں ایک نئے رجحان کا پتا بھی چلتا ہے ۔ فریدون توللی کے بارے میں لکھتے ہیں :

" فریدون توللی کا محبوب میلان منظر نگاری کی طرف ہے ۔جس میں مرکزی خیال کا وجود محض ضمنی حیثیت رکھتا ہے ۔ ان کا مجموعۂ کلام جو " رہا " کے نام سے ۱۹۵۰ء میں شایع ہو چکا ہے زیادہ تر اسی انداز کی نظموں پر مشتمل ہے ۔ شاعر عام طور پر رات کے مناظر پیش کرتا ہے ،جو سایہ و روشنی اور صدا و سکوت کا احساس دلاتے ہیں ۔ اس کی نمایندہ مثال " مریم " میں ملتی ہے جس کا پہلا بند یہ ہے :

درنیمه های شامگهان آن زمان که ماه
زرد و شکسته میدمد از طرف خاوران
استاده در سیاهی شب مریم سپید
آرام و سر گران

اس قسم کی منظر نگاری میں یہ کوشش نظر آتی ہے کہ فطرت کو کسی جذباتی آمیزش کے بغیر، اس کی خالص شکل میں پیش کیا جائے ۔ دوسرے الفاظ میں شاعر اپنے مشاہدے کو مقصود بالذات سمجھتا ہے اور اسے کسی اور تاثر کا ذریعہ نہیں بناتا ۔ اس طرز ادا نے متعدد لکھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔لیکن اس کی بنیادی خامی بمشاہدات کا عدم

تنوع ہے ۔ توللی کی بیشتر نظمیں اس کا شکار ہیں اور اپنی فضا کے اعتبار سے اکتا دینے والی حد تک یکساں معلوم ہوتی ہیں ۔ ،،

(صفحہ ۶۶ - ۶۷)

مجموعی اعتبار سے ڈاکٹر صاحب کی یہ کوشش بڑی قابل قدر ہے اور ہمارا مشورہ ہے کہ وہ اسی تنقیدی نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر قدیم فارسی شعرا کے کلام کا جائزہ بھی لیں ۔

سر زمین ایران ابھی تک تحقیق کی منزل میں ہے اور تنقیدی شعور کی ابتدا ہے ،اس لیے یہ ضروری ہے کہ فارسی شعرا کے کلام کو جدید تنقیدی نقطہ' نظر سے بھی دیکھا جائے ۔

ڈاکٹر صاحب نے ایک بڑی اچھی روایت کا آغاز کیا ہے، جس کے لیے وہ قابل مبارک باد ہیں ۔

(وحید قریشی)

سی ۹۳۶ پنجاب یونیورسٹی پریس ۳۰۵—۶۰-۸-۲۴

حِمالةُ بن عوف من الأزْدِ، و امّ فاطمةَ طَرِيفَةُ (١) بنت قيس بن ذی الرّأسَيْنِ من نهم بن عمرو و كان يُقال لقُريشٍ بنو النَّضْر فلمّا جمعهم قُصَيٌّ كان يُدْعَى مُجَمِّعاً و ذلك قولُ حُذافةَ بن غانمٍ لأبی لَهَب : [من الطّويل]

أَبُوكُمْ قُصَيٌّ كَانَ يُدْعَى مُجَمِّعاً بِهِ جَمَعَ اللهُ القَبَائِلَ مِنْ فِهْرِ

فولد قُصَيٌّ بن كلابٍ عَبْدَ مَنَافٍ و هو المُغيرة (٢) و عَبْدَاللهِ و هو عبدُالدّار و عَبْدَ العُزّى و عَبداً و بَرَّةَ امراة و تَخْمُرَ و امّهم حُبّی بنت حُلَيْلِ ابن حَبَشِيّةَ (٣) بن سَلُولِ بن كعب بن عمرٍو من خُزاعةَ (٤) فولد عبدُ مناف ابن قصیٍ هاشماً (٥) و هو عمرو و سُمّی هاشما لأنّه هَشَمَ الثَّرِيدَ وله يقول الشّاعر (٦) [من الكامل]

عَمْرُو العُلَى (٧) هَشَمَ الثَّرِيدَ لِقَوْمِهِ وَ رِجَالُ مَكَّةَ مُسْنِتُونَ عِجَافُ (٨)

والمطّلبَ و عبدَ شمسٍ (٩) وتُماضِرَ وقلابَةَ وامّهم عاتِكَةُ بنت

---

(١) قيل و امّ فاطمة سَوْدة بنت عمرو بن تميم (ابن دريد، ص ٢٥)

(٢) ابن هشام، ص ٦٨ و ٨٩؛ و قيل اسمه المغيرة و القمر (النويری، ج ٢، ص ٣٣٠)

(٣) قيل هو حُبْشِيّة : ابن دريد، ص٣٢؛ والمقتضب، ورق ٦٨ و

(٤) و امّا عمرو هو خزاعة نفسه (المقتضب، ورق ٦٨ و؛ النويری، ج ٢، ص ٣٠١)

(٥) و بالحاشية ''هاشم من ولده علّی و العبّاس رضی الله عنهما''

(٦) و قائله مطرود بن كعب الخزاعیّ (ابن دريد، ص ٩؛ المحبّر، ص ١٦٣)؛ و قيل بل قائله [عبدالله] بن الزِبَعْرَی (النويری، ج ٢، ص ٣٣٩)

(٧) ''عمروالعلا'' (معجم البلدان، ج ٣، ص ٦٢١؛ النويری، ج ٢، ص ٣٣٩)

(٨) الاصل: ''عجافُ'' —— إقواء

(٩) وبالحاشية : ''عبد شمس من ولده عثمان و معاوية وبنو اُميّة فيجتمعون مع رسول الله صلّی الله عليه وسلّم فی عبد مناف'' ١٢
مصعب الزبيری نے عبد شمس بن عبد مناف اور هاشم بن عبد مناف كو جڑواں بيان كيا ہے (ص ١٢)

مُرَّةَ (۱) بن هِلال بن فالج بن ذَكوانَ بن ثعلبَة [ ] (۲) بن بُهثَة بن سُليم ابن منصور بن عِكرِمة بن خَصَفَة بن قيس بن عَيْلان بن مُضَر و هی أوّل العَواتک (۳) اللّای ولدنَ رسولَ الله صلّی الله علیه و سلّم؛ وأمّها (۴) ماويّةُ (۵) بنت حَوْزةَ بن عمرو بن مُرّة بن صعصعة ونَوفَلَ بن عبد مناف وأبا عَمرو بن عبد مناف و اسمه عُبَید درج وأَمَیمَةَ وامّهم واقدةُ بنت أبی عدیّ بن عبد نُهمٍ من بنی مازنٍ بن صعصعة و رَيطَةَ بنت عبد مناف ولدتْ فی بنی هلال بن مُعَيطٍ من كِنانة وأمّها (٦) من ثقیفٍ (۷). فولد هاشمُ بن عبد منافٍ عبدَالمطّلب وهو شَيبَةَ الحَمْد (۸) وكان سيّدَ قريشٍ حتّی هلک وأمّه سلمی بنت عمرو بن زید بنَ لبید بن خداش بن عامر بن غَنْم بن عدیّ بن

---

(۱) مصعب، ص ۱۴ ؛ المحبّر، ص ۴۸ ؛ الطبری، ج ۱، ص ۱۰۸۹ -

وقیل هی عاتكة بنت مُرّ .. الخ (ابن درید، ص ۲۳) وهو سهو -

(۲) الاصل : بن الحرث ؛ والتصحیح من ابن هشام، ص ۶۸ ؛ ابن سعد، ۱/۱، ص ۳۳ ؛ مصعب، ص ۱۴ ؛ المحبّر، ص ۴۸ -

(۳) وبالحاشية : قلت قد تقدمت اوّل العواتک فكانه اعتمد بنا علی القول بان اسم تلک سلمی كماتقدّم ۱۲ -

(۴) الاصل : وامهما -

(۵) وقیل هی مارية بنت حوزة بن عمرو بن سلول (مصعب، ص ۱۴ ؛ ق ب المقتضب، ورق ۱۴ و) -

(٦) الاصل : وامهما -

واسم امّها هند بنت كعب بن سعد بن عوف (مصعب، ص ۱۵)

(۷) مصعب الزبیری نے عبد مناف کی تین اور بیٹیوں کے نام گنوائے ہیں : حيّة، امّ الاخثم (= هالة) اور امّ سفيان (ص ۱۴-۱۵) -

(۸) المحبّر، ص ۲۹۷ ؛ ابن درید، ص ۸ ؛ وانه سمّی عبدالمطّلب لانّه كان بالمدينة عندأخواله فقدم به المطّلب بن عبد مناف عمّه فدخل مكّة وهو خلفه فقالوا هذا عبدالمطّلب فلزمه الاسم وغلب علیه واسمه عامر (المعارف، ص ۳۳ ; المقتضب، ورق ۲ ظ حاشیه) -

النّجّار (١) وهو تَيمُاللّه بن ثعلبة بن عمرو بن الخَزْرَج (٢) وأخَوَاهُ لأُمّه عمروٌ ومَعْبَد ابنا أُحَيْحَةَ بن الجُلاحِ (٣) قال هشام : وحدّثنى أبومِسْكِين قال : قالت امّ عبدالمطّلب حين اقبل عمّه فحمله من المدينة إلى مكّة : [من الرّجز]

كُنّا ذَوِي ثَمّه وَرَمِّهِ حَتّى إذَا قَامَ عَلَى اَتمِّه
اُنتَزَعوهُ عَنْوَةً مِنْ اُمّهِ وَغَلَبَ الأخْوالَ حَقُّ عَمِّه

ونَضْلَةَ بن هاشم والشّفاءَ (٤) وامّهما ابنة (٥) عديّ بن عبدالله من قضاعة من بنى سلامانَ (٦) وأخواهما لأمهمّا نُفَيْلُ بنُ (٧) عبدالعُزّى بن رِياح (٨) بن عبدالله بن قُرْط بن رِزاحِ (٩) بن عديّ بن كعب و عمرو بن ربيعةَ [بن الحارث](١٠) بن حُبَيّب (١١) بن جَذِيمَة بن مالك بن حِسْل بن عامر بن

(١) وبالحاشية : مطلب لذلک كان بنوالنّجّار بالمدينة من الخزرج اخوالَ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم ١٢ -

(٢) المحبّر ، ص ٣٩٨ -

(٣) وُلد لامّ عبدالمطّلب عمرو ومعبد وأُنَيسة بنوأحيحة بن الجُلاح (مصعب، ص ١٦) -

(٤) وقيل : وامّ الشفاء سلمى بنت عمرو بن زيد بن لبيد اُمّ عبدالمطّلب (مصعب ، ص ١٥) -

(٥) الاصل : بنت -

(٦) قيل وهى اُميمة بنت اُدّ بن علّى من بنى سلامان (مصعب، ص ١٦) ؛ وقيل: امّ نضلة والشّفاء صهال، حبشية كانت لهاشم بن عبد مناف (المحبّر، ص ٣٠٦) -

(٧) الاصل : بنِ -

(٨) الاصل : رَباحٌ -

(٩) الاصل : رَزاح (ق ب - ابن دريد، ص ٣٢) -

(١٠) الزيادة من مصعب ، ص ١٦ ؛ والمحبّر ، ص ٣٠٦ -

(١١) الاصل : حَبيب ، (بفتح الحاء وكسر الباء). وقرأه ليفى پروفنشال "حُبَيْبًا"

لُويّ وأَسَدَ بن هاشم وأمه قَيْلَةُ وهي الجَزْوَرُ بنت عامر بن مالک بن جذيمة وهو المُصطلقُ من خُزاعةَ وأباصَيْفيّ(١) بنَ هاشم واسمه عمرو(٢) وصَيْفيّاً(٣) وامّهما هندٌ بنت عمرو بن ثعلبةَ من بنى عوفِ بن الخَزْرَج وأخوهما لأمّهما مَخْرمةَ بن المطّلب بن عبدمناف بن قُصيٍّ (٤)۔ فولد عبدُالمطّلب بن هاشمٍ عَبْدَالله (٥) و عبدَمناف و هوابوطالبٍ (٦) والزُّبَيْرَ كان شريفاً شاعراً

بقيه حاشيه صفحه نمبر ١٣

(مضموم الحاء خفيفاً) ۔ مصعب، ص ١٩ ؛ ق ب ابن حبيب، مختلف القبائل، ص ٦ ۔

قد ذكره حسّان بن ثابت (رض) فى بيتٍ له وأورده ابن بكّار فى كتابه (مخطوط بأوكسفورڈ رقم Marsh 384) ورق ١٩٣ ظ، س ٣٥ وهو [من الكامل] :

مِنْ مَعْشَرٍ لَا يَغْدُرُونَ بِجارِهِم

الحارثِ بن حُبَيِّبِ بن شَحَامِ

(١) الاصل : اماصيفىّ ۔

(٢) وقيل اسمه عبد عمرٍو (ابن دريد، ص ٤٣)۔

(٣) قال ابن دريد (ص، ٤٣) : زعموا وصيفىّ بن هاشم وكان من رجالهم وهوأحد من حَضَرَ من بنى هاشم حِلْفَ عبدالمطّلب و خُزاعة ۔

(٤) و قيل واخواهما لامّهما مخرمة وابورُهْم واسمه أُنيس ابنا المطّلب بن عبد مناف بن قصىّ ۔ و من بنات هاشم بن عبد مناف ضعيفةُ وخالدة وكانت تُسمّى قَبّة الدِّيباج وامّهما واقدة بنت ابى عدىّ و حَيّةُ بنت هاشم امّها امّ عدىّ بنت حُبَيِّب بن الحارث الثّقفيّة (انظر مصعب، ص ١٦) ۔

(٥) وبالحاشية : هو والد النّبىّ صلّى الله عليه و سلّم ١٢ ۔

(٦) وبالحاشية : هو عمّ النّبىّ عليه الصّلاة والسّلام وأبو علّى رضى الله عنه ۔

وعبدَالكعبة (١) وامّهم فاطمةُ بنت عمرو بن عائذ بن عمرانَ بن مخزومٍ، وامّها صَخرةَ (٢) بنت عبد بن عمران بن مخزومٍ، وامّ صخرةَ تَخمُرُ بنت عبد بن قُصيّ بن كلابٍ والعبّاسَ وضِراراً وامّهما نُتَيْلةُ وهى امّ سليمان بنت جَنابِ (٣) ابن كُليب ابن مالك بن عمرو بن عامرٍ وهو الضَّحْيانُ بن سعد بن الخزرَج بن تَيْم الله ابن النَّمِر بن قاسط بن هِنْبٍ وإنّما سُمّى الضّحيانَ لأنّه كان يحكم بينهم يجلس لهم فى وقت الضُّحَى (٤) وامُّ نُتَيلة امّ حُجْرٍ بنتُ الأزَبِّ بن الحارث بن بَكيلٍ من هَمْدانَ وحَمْزَةَ أسدَ الله وأسدَ رسوله استُشْهِدَ يوم أُحُدٍ و المُقَوَّمَ و جَحْلاً (٥)

---

(١) الطبرى، ج ١، ص ١٠٧٣ -

مصعب اور ابن قتیبة نے عبدالکعبة کا نام عبدالمطّلب کی اولاد کی فہرست میں درج نہیں کیا (مصعب، ص ١٧، ١٨؛ المعارف، ص ٥٢) - مصعب نے البتہ فاطمة بنت عمرو المخزومیّة کے بطن سے عبدالمطّلب کی پانچ بیٹیوں کے نام بھی گنوائے ہیں :- عاتکة، امیمة، البیضاء، بَرّة (جسے لیفی پروفنشال نے غلطی سے مُرّة ضبط کیا ہے - مصعب، ص ١٧)، اور أرْوَى (جس کا ذکر ابن قتیبة نے نہیں کیا) - انظر ابن هشام، ص ٩٨؛ المحبّر، ص ٦٢-٦٣، ١٧٣؛ المعارف، ص ٥٢، ٥٦-٥٧ -

(٢) المحبّر، ص ١٤؛ ق ب مصعب، ص ١٧ جہاں فاطمة بنت عمرو المخزومیّة کی ماں کا نام سہواً تخمربنت عبدبن قصیّ وارد ہوا ہے -

(٣) ابن هشام، ص ٦٩؛ الطبرى، ج ٣، ص ٢٣١١؛ الاستیعاب، ص ٧٩٤، رقم ٢٠٣٤؛ الاصابة، ج ٢، ص ٦٦٨، رقم ٨٩٨٣ - وذكرها ابن قتيبة بحذف اسم ابيها جناب (المعارف، ص ٥٢) -

(٤) المحبّر، ص ١٣٥؛ ابن درید، ص ٢٠٢ -

(٥) جحل بتقديم الجيم المفتوحة لقب مصعب بن عبدالمطّلب (ابن درید، ص ٢٩)؛ وقيل لقب مصعب بن عبدالمطّلب الغَيْداق. (مصعب، ص ١٨) - وقيل هو حجل بتقديم الحاء المفتوحة وهو لقَب المغيرة بن عبدالمطّلب (مصعب، ص ١٧؛ القاموس، ص ١١٧) - وقال ابن قتيبة انّ حجلاً اسم الغيداق بن عبدالمطّلب (المعارف، ص ٥٢) -

واسمه المُغيرةُ والعوّامَ (١) وأمّهم هالَةُ بنت أهيب (٢) بن عبد مناف بن زُهْرَةَ بن كلابٍ (٣) وأبا لَهَب واسمه عبدُالعُزّى وكان جَوادًا وكناهُ عبدُالمطلب أبالهب لحُسْنِ وجهه (٤) وامّه لُبْنَى بنت هاجر بن عبد مناف بن ضاطِر بن حَبَشِيّةَ (٥) من خُزاعةَ والحارث بن عبدالمطّلب وكان أكبرَ ولده وبه كان يُكنّى وقُثَمَ درج صغيراً وأمّهما صَفيّة أو أسماء بنت جُنَيْدب (٦) بن حُجَيْر بن [رِئاب] (٧) /بن حَبيب (٨) بن سُوَآءَةَ بن عامر بن صعصعةَ النّوْفَلِيّون يقولون صَفيّة وأخوالحارث لأمّه الأسوَدُ بن حُذيفةَ بن أُقيْشٍ (٩) بن عامر بن بَياضةَ بن سُبَيْع بن

---

(١) مصعب ، ابن درید ، الطبری اور ابن قتیبة نے بظاهر العوّام بن عبدالمطّلب کا ذکر نهیں کیا -

(٢) علماء کو اس نام کی املاء میں بهت اضطراب هے - بعض نے أهیب لکها هے بعض نے وُهیب اور بعض نے وَهْب -

(٣) ابن قتیبة نے حمزه اور المقوم کی ماں هالة کے بطن سے صفیة بنت عبدالمطّلب کا ذکر کیا هے (المعارف ، ص ٥٢ ؛ ق ب الاستیعاب، ص ١٠٤، رقم ٧٩٤) -

(٤) قال ابن درید : وزعم قوم انّه کُنِیَ ابالهب لجماله وقال قوم فی ذلک شیئاً لا أحبّ أنْ أتکلّم به (ص ٢٩) -

(٥) قال محمد بن حبیب (مختلفُ القبائل ، ص ٤) : فی خزاعة حَبَشِیّة بفتح الحاء والباء ابن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعة بن حارثة بن عمرو بن عامر ماء السّماء ق ب - مصعب، ص ١٨ ؛ ابن درید ص ٢٧٦) -

(٦) وقیل هی صفیّة بنت جُنْدَب بن حجیر ...الخ (مصعب ١٨ ، الاستیعاب ، ص ١٠٤ رقم ٧٩٤) -

(٧) الزّیادة من مصعب ، ص ١٨ -

(٨) کذا بفتح الحاء وکسر الباء (انظر مختلف القبائل ، ص ٦) ؛ و فی نسب قریش لمصعب (ص ١٨) : "حُبَیْب" مضموم الحاء خفیفاً -

(٩) کذا بضمّ الاوّل و فتح الثّانی - و فی نسب قریش (ص ١٨) : "أُقَیش" بفتح الاوّل و سکون الثّانی (ق ب - ابن درید ، ص ٢٦٣) -

جُعْثمةَ (١) بن سعد بن مُلَيح الخُزاعيّ وهو جَدُّ كُثَيِّر عَزَّة والغَيْداق واسمه نَوْفَلٌ (٢) وأمّه مُمْتَعَةُ بنت عمرو بن مالك بن مُؤَمَّلِ بن سُوَيد بن أَسْعد بن مَشْنُوء بن عبد بن حَبْتَرٍ من خُزاعةَ واخوه لأمّه عوفُ بن عبدعوف بن عبد بن الحارث بن زُهرةَ ابو عبدالرّحمان بن عوفٍ فولد عبدُاللّه بن عبدالمطّلب سَيِّدَ ولد آدمَ مُحمَّداً (٣) صلّى الله عليه وسلّم وامّه آمِنَةُ بنت (٣) وَهْب بن عبد مناف بن زُهرةَ بن كلابٍ وامّها بَرَّةُ بنت عبدالعُزّى بن عثمان بن عبدالدّار وامها امّ حَبيبِ بنت اسَد بن عبدالعُزّى وامّها بَرّة بنت عوف (٥) بن عُبيد (٦) ابن عُوَيجِ (٧) بن عَديّ بن كعبٍ وامّها (٨) قِلابةُ (٩) بنت الحارث من

---

(١) وبالحاشية : قال الكلبيّ حبشمه ١٢ -

(٢) وقيل اسمه مصعب (مصعب ، ص ١٨ : ق ب ابن دريد، ص ٢٩ ، ٣٠) ؛ وقيل اسمه حَجْل (ابن هشام ، ص ٦٩ ؛ المعارف ، ص ٥٢) -

(٣) بالحاشية : هو سيّدنا و حبيبنا و نبيّنا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم - اللهمّ امننا على ملته و ادخلنا (؟) فى زمرته و ارزقنا عودة زيارته ولاتحرمنا نعمة شفاعته يا ارحم الراحمين آمين آمين ١٢ -

(٤) الاصل : اُبِنْتُ -

(٥) وقيل هى بَرّه بنت عدىّ بن عُبيد بن عُوَيج ... الخ (مصعب،ص ٢١) -

(٦) مصعب، ص ٢١ ؛ وفى المحبّر (ص ٩) : عَبيد -

(٧) مصعب، ص ٢١ ؛ ق ب- المحبّر، ص ٩ -

(٨) وقيل : وامّ برّة بنت عدىّ بن عبيد اميمة بنت مالك بن غَنْم بن حَنَش بن عادية بن صعصعة بن كعب بن طابخة بن لحيان بن هُذيل (مصعب، ص ٢١). وقيل : وكانت اميمة بنت مالك بن غنم بن لحيان بن غادية بن صعصعة أمّ قِلابة بنت الحاث (المحبّر، ص ٩) -

(٩) الاصل : قُلابة -

هُذيل بن مُدْركَةَ وأمّها آسنةُ (١) بنت غَنْم بن مالكٍ من بني لِحْيان من هُذَيْلٍ وأمّ أبى النّبىّ صلّى الله عليه وسلّم فاطمة بنت عمرو بن عائذ بن عِمْرانَ بن مخزومٍ وأمّها (٢) تَخْمُرُ (٣) بنت عبد بن قصىّ بن كلابٍ وأمّها سلمى بنت عامرة (٤) بن عَميرةَ (٥) بن وَدِيعةَ بن الحارث بن فهرٍ وأمّ وَهْبٍ جدّ النّبىّ صلّى الله عليه وسلّم [لأمّه] (٦) قَيْلَةُ (٧) بنت أبى قيلةَ وهو وَجْزُ بن غالب [بن عامر] (٨) بن الحارث (٩) [ابن عبد] (١٠) بن عمرو بن بُوَيّ بن مِلْكان بن أَفْصَى بن حارثةَ

---

(١) وقيل : امّ قلابة اميمة بنت مالك بن غنم بن لحيان بن غادية بن صعصعة (المحبّر ، ص ٩). وقيل : وامّ قلابة هند بنت يربوع من ثقيف (المعارف ، ص ٥٨). وقيل : امّ قلابة دَبّة بنت الحارث بن تميم (مصعب ، ص ٢١).

(٢) مصعب ، ص ١٧. وقيل : وامّ فاطمة بنت عمرو بن عائذ صخرة بنت عمران ابن مخزوم (المحبّر ، ص ٤٩) و فى الطّبقات لابن سعد (١/١ ، ص ٣٣) هى صخرة بنت عبد بن عمران.

(٣) وقيل : وامّ صخرة بنت عبد بن عمران تخمر بنت عبد بن قصىّ (المحبّر ، ص ٤٩).

(٤) الاصل : عامر والتصحيح من مصعب , المحبّر ، ص ٤٩.

(٥) الاصل : عُمَيْرة.

(٦) الزيادة من المعارف ، ص ٥٨.

(٧) وقيل هى عاتكة بنت الاوقص بن مرّة بن هلال بن فالج بن ذكوان بن سليم (المعارف ، ص ٥٨).

(٨) الزيادة من مصعب ، ص ٢٦٥ ، وابن بكّار (مخطوط باوكسفورد رقم Marsh 384) ورق ٩٠ و سطر ٢٩-٣٠.

(٩) الحارث فهو غُبْشان (مصعب ، ص ٢٦٥ ؛ المحبّر ، ص ١٢٩).

(١٠) الزيادة من المقتضب ، ورق ٦٩ و ، ابن حزم ، ص ٢٣٠ : ق ب. المحبّر ، ص ١٢٩.

من خزاعة يقول خزاعةُ أبوقيلةَ هوأبوكَبْشةَ وقال هشامٌ : قال أبي : هو عمرو بن زيد بن لَبيد بن خِداشٍ جدّ عبدالمطّلب الأنصاريّ (١) فولد النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم القاسمَ وعبدَالله وهوالطّيّبُ وهوالطّاهراسمٌ واحدٌ (٢) لأنّه وُلِد بعد ما اوحِيَ [اليه] (٣) صلّى الله عليه وسلّم وكُلّ ولده وُلد قبل الوَحْيِ غير عبدالله وفاطمةَ وزَيْنَبَ وأمَّ كُلْثومٍ ورُقَيَّةَ (٣) وأمّهم خَديجةُ بنت خُوَيْلِدِ بن أسد ابن عبدالعُزّى بن قُصيّ وأمُّ خديجةَ فاطمة بنت زائدة بن الأَصَمّ (٥) من بني مَعيص ابن عامر بن لُؤَيٍّ وإبْراهيمَ وأمّه مارِيةُ القِبْطيّةُ .

وولد أبوطالب بن عبد المطّلب طالباً لا عَقبَ له وجعفراً ذا الجناحَيْنِ قُتل يوم مُؤْتَة وعَقيلاً و عَليّاً (٦) عليهم السّلام وأمّهم فاطمة بنت أسد بن هاشم بن عبد مناف فكان بين طالبٍ و [ ] (٧) عقيلٍ عشر سنين و بين عقيل و جعفر عشر سنين و بين جعفر و علّي عشر سنين . فولد علّي عليه السّلام

---

(١) المحبّر ، ص ١٢٩ ؛ الطبري ، ج ١ ، ص ١٠٨٢ .

(٢) و بالحاشية :" فائدة : الطيّب و الطّاهر اسم ولد لأنّه ولد بعد الوَحْي " ١٢ .

(٣) الزيادة من المقتضب ، ورق ٣ و .

(٣) أوّل ولد ولد له صلعم زينب، ثمّ القاسم، ثمّ أمّ كلثوم، ثم فاطمة، ثم رقيّة، ثم عبدالله ... (المحبّر، ص٥٢ تا ٥٣). و قيل : القاسم وهو أكبر ولده، ثم زينب، ثم عبدالله، ثم أمّ كلثوم، ثم فاطمة، ثم رقيّة ... (مصعب ، ص ٢١).

(٥) الأصمّ و اسمه جُنْدَب (مصعب ، ص ٢١، ٢٣٠).

(٦) أوّل ولد ولد لأبي طالب طالب، ثم عقيل ،ثم جعفر، ثم علي ،و أمهم فاطمة بنت أسد بن هاشم و ولدت أيضاً لابي طالب ابنةً يقال لها أمّ هانئ واسمها هند (مصعب، ص ٢٩؛ المحبّر، ص ٤٧) .

(٧) الأصل : " من " (؟)

الحسنَ و الحُسينَ عليهما السّلام ، وأُمّهما (١) فاطمة صلواتُ الله عليها ابنة رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم سَيّدةُ النّساء و محمّداً (٢) وامّهُ الحَنَفِيّةُ وأسمها خَوْلة بنت جعفر (٣) بن قيس بن مَسْلَمَةَ من بنى حنيفةَ بن لُجَيْمٍ والعبّاسَ و عثمانَ و جعفراً و عبدَالله قُتلوا مع الحسين عليهم السّلام ، و أُمّهم أُمُّ البَنِينَ بنت حِزام بن خالد بن ربيعة بن الوحيد من بنى كِلابٍ وعُبيدَالله (٤) و أبابَكْرٍ درجا، وأُمّهما ليلى بنت مسعود بن خالد بن مالک بن رِبْعِيّ النَّهْشَلِيّ (٥) و يَحيىَ و عَوْناً (٦) درجا، وأُمّها أسماء بنت عُمَيْسٍ الخَثْعمىّ ومحمّداً (٧) لأمّ [ولدٍ] (٨) ، قُتل مع الحسين عليه السّلام و عُمَرَ بن علىّ وأُمّه سَبِيّة من بني تَغْلِبَ يُقال لها الصَّهْباءُ سُبِيتْ أيّامَ خالد بن الوليد فى ولاية أبى بكرٍ بعَيْنِ

(١) و من ولد علىّ بن أبى طالب فاطمة بنت رسول الله صلعم و زينب الكبرى (مصعب ، ص ٤١)؛ و أمّ كلثوم (المحبّر ، ص٥٣) ؛ و مُحَسّن (المعارف ، ص ٩١، ٩٢؛ الطبرى ، ج١ ، ص ٣٤٧٠).

(٢) و هو محمّد الأكبر ابن الحنفيّة (الطبرى ، ج ١ ، ص ١١٢٦).

(٣) و قيل هى خولة بنت إياس بن جعفر . . . (المعارف ، ص ٩١) .

(٤) الأصل : "عبدالله" والتصحيح عن مصعب ، ص ٤٣ و المعارف ، ص ٩٢ و الطبرى ، ج ١ ، ص ٣٤٧١ .

(٥) الأصل : "النّهْشَلِيّ" و هو سهو .

(٦) المحبّر ، ص ١٠٨ ؛ الطبرى ، ج ١ ، ص ٣٤٧١؛ و قيل عون هذا ابن جعفر بن أبى‌طالب (مصعب ، ص ٤٤) ؛ و قيل هو عوف بن على بن أبى‌طالب (المقتضب ، ورق ٣ ظ) و لعلّه تحريف .

(٧) وهو محمّد الأصغر (الطبرى ، ج١ ، ص٣٤٧١) ؛ و كان من ولد على بن أبى‌طالب محمّد الأوسط أيضاً (الطبرى ، ج ١ ، ص ٣٤٧٢).

(٨) الزيادة من المقتضب ، ورق ٣ ظ.

التمْر (١) . فهؤلاء ولد عليّ (٢) فالعقِب منهم للحسن والحسين والعبّاس ومحمّد بن الحنفيّة وعمر عليهم السّلام *

وولد العبّاس بن عبدالمطّلب الفضلَ أردفه رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بمنيً (٣) ، مات بطاعون عَمْواس زمن عمر [رض] (٤) وكان من أجمل النّاس وعبدالله بن العبّاس (٥) دعاله النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم فقال : " اللّهمّ

---

(١) البلاذري ، فتوح ، ص ١١٠ .

(٢) ولد علّي بن أبي‌طالب : الحسن و الحسين و محسّن و زينب الكبرى و أمّ كلثوم الكبرى و أمّهم فاطمة بنت رسول الله صلعم ؛ و محمّد الاكبر و امّه خولة بنت جعفر؛ و عمر ورقيّة الكبرى وهما توْأم و امّهما الصّهباء ؛ و العبّاس وعثمان وجعفر و عبدالله و امهم أمّ البنين ؛ و عُبيدالله و أبو بكر وأمّهما ليلى بنت مسعود ؛ و يحيى و عون وامّهما أسماء بنت عُمَيس ؛ و محمّد الأوسط لأمّ ولدٍ ؛ و محمّد الاصغر لامّ ولدٍ ؛وأمّ‌الحسين و رملة الكبرى و امّهما امّ‌سعيد بنت عروة ؛ و زينب‌الصغرى و امّ‌كلثوم‌الصغرى ، و رقيّة‌الصغرى (؟) ،و أمّ هانئ و أمّ‌الكرام و أمّ‌جعفر (=جُمانة) ، و ميمونة ، و خديجة ، و فاطمة ، و أمامة و نفيسة وأم‌سلَمَة ، و رمْلة‌الصغرى هؤلاء من ولد علّي بن أبي‌طالب لأمّهاتٍ أولادٍ شتّى (مصعب ص ٤٠ - ٤٤ ؛ الطبري ، ج ١ ،ص ٣٤٧٠-٣٤٧٣) .

(٣) الفضل الرّدْف (=أردفه‌النّبي صلعم في حجّة‌الوداع وراءه) انظر المحبّر ، ص ١٠٧ ، ٤٥٥-٤٥٦ ؛ ابن هشام ، ١٠٨ ؛ الأغاني ج ٤ ،ص ٣٣ .

(٤) وذلك في سنة ثمان عشرة (البلاذري ، فتوح ، ١٤٠ ؛ الاستيعاب ، ص ٥٣٥ رقم ٢٢٢٤ .

(٥) الأصل ، عبّاس ١٢ .

فقّهْهُ فى الدّين وعلّمه التّأويلَ واجعْله من عِبادكَ الصّالحين" (١) ، وكان كماذكر صلّى الله عليه وسلّم مات/بالطّائف وصلّى عليه محمّدُ بن الحنفيّةِ وكبّر عليه أربعاً وضرب على قبره فُسطاطاً وعبيدالله بن العبّاس كان أجْوَدَ العرب مات بالمدينة(٢) وقُثَم مات بسمرقند زمن معاوية (٣) وكان يشبّه برسولِالله صلّىالله عليه وسلّم (٤) وعبدالرّحمان قتل بالشّام زمن عمر (٥) ومَعْبداً قتل بافريقية (٦) زمن عثمان شهيداً (٧) وأمّهم لُبابة (٨) بنت الحارث بن حَزْن بن بُجَيْر بن الهُزَمِ (٩) ابن رُوَيْبَة بن عبدالله بن هلال بن عامر بن صَعْصعةَ وكانت أوّلَ امرأةٍ أسلمتْ بمكّة بعد خديجةَ وكان رسولُ الله صلّى الله عليه وسلّم يَقيلُ فى بيتها وتمّامَ بن العبّاس

---

(١) كذا أورده ابن عبدالبرّ فى الاستيعاب و قال مصعب فى نسب قريش انّ رسول الله صلعم دعا له فقال : " اللّهمّ اعْطه الحكمة و علّمْه التّأويل" و فى الصّحيح للبخارى : " اللّهمّ علّمه الكحمة ، و فىرواية : اللّهمّ علّمه الكتاب " (كتاب ٦٢، باب ١٩)؛ ق ب ابن سعد، ٢/٢ ص ١١٩ - ١٢٠ ؛ الاصابة، ج ٣، ص ٨٠٥ رقم ٩١٣٩ .

(٢) ق ب . الاستيعاب، ص ٣١٦، رقم ١٧٥٦؛ الاصابة، ج ٣،ص ١٠٣٦-١٠٣٩ رقم ٩٦٧٠ .

(٣) البلاذرى، فتوح ، ص ٣١٢ ؛ الاستيعاب ، ص ٥٥١ رقم ٢٣٠٧ .

(٤) المحبّر، ص ٣٦ .

(٥) المحبّر، ص ١٠٧ .

وقيل مات بافريقية زمن عثمان رض (الاستيعاب، ص ٣٠٦ رقم ١٦٨٣) .

(٦) الاصل : بأفريقيه ١٢ .

(٧) البلاذرى، فتوح، ص ٢٢٨ ؛ الاستيعاب، ص ٢٨٣ رقم ١١٩٥ .

(٨) هى أمّالفضل لُبابة ؛ و كانت لها ابنة يقال لها أمّ حبيب بنت العبّاس بن عبدالمطّلب (مصعب، ص ٢٧ ؛ الطبرى ، ج ١، ص ١٧٧٧) .

(٩) قيل هو" ابن هَرِم " (الاستيعاب ،ص ٧٨٠ رقم ٣٣٣١) .

و كثيراً وكان فقيهاً صالحاً وهما لأمّ ولدٍ (١) و الحارثُ بن العبّاس وأمّه من هُذيلٍ (٢) • فولد عبدُالله بن العبّاس العبّاسَ (٣) وبه كان يكنى لا عقب له وعَليّاً (٤) وهو السّجّادُ وكان أفضلَ أهلِ زمانه وعُبيدَالله والفَضْلَ و محمّداً (٥) وأمّهم زُرْعةُ بنت مِشْرَح (٦) بن مَعْديكَرِبَ بن وَليعةَ بن شُرَحْبِيلَ بن مُعاوية من كِنْدَةَ (٧) فولد محمّدُ بن عبدالله العبّاسَ وهو المُذْهَبُ(٨) كان أحْسنَ النّاس وأسخاهم وهوالّذى مدحه الأَخْطَلُ فقضى عن الاخطل ألف دينارٍ ركب فرساً فصرعه فمات لا عقب له وأمّه أمّ إبراهيم بنت

---

(١) قيل وكانت هى روميّة و يقال لها سبأ (الاستيعاب، ص ٣٧ - ٣٤ رقم ٢٣٠ ؛ ص ٢٣٢ رقم ٩٣٢) .

(٢) ابن دريدنے الاشتقاق (ص ٢٠) ميں العبّاس بن عبدالمطّلب كے دو اور بيٹوں كے نام گنوائے هيں : "صُبَيح" اور "مُشْهر"- اورمصعب نے العبّاس كى دو بيٹيوں كا ذكر بهى كيا هے : آمنة لأمّ ولدٍ و صَفّيةِ لأمّ ولدٍ (المعارف، ٥٣؛ الطبرى ، ج ٢ ، ص ١٧٠٨) .

(٣) وهو اكبر ولده و كان يقال له " الأَعْنَق " (مصعب، ص ٢٨).

(٤) وهوعلى بن عبدالله و كنيتهُ أبو محمّد ، و كان أصغر ولد عبدالله سِنّاً (مصعب، ص ٢٨).

(٥) و البقيّة من ولد عبدالله بن العبّاس من بطن زُرْعة بنت مشرح عبدالرّحمان ولُبابة (مصعب ، ص ٢٨)، وأسماء بنت عبدالله بن العبّاس لأمّ ولدٍ (مصعب، ص ٢٩ ؛ المعارف، ص ٥٣ ؛ الطبرى، ج ٣، ص ٢٣٣٥).

(٦) الاصل : مَشْرَح (بفتح الاوّل، و التّصحيح عن ابن دُريد، ص ٢٢٠) .

(٧) وقيل هى زُرْعة بنت مُنْشَرِح بن معديكرب بن وليعة (ابن حزم ، ص ١٧).

(٨) ويقال له المذهب لحسنه (المقتضب ، ورق ٣ ب).

المِسْوَرِ بن مَخْرَمَةَ الزُّهْرِىّ • (و من بنى عُبيدالله) (١) بن العباس حسَنٌ (٢) بن عبدالله بن عبيدالله بن العبّاس كان فقيهاً وامّه أسْماء بنت عبدالله بن العبّاس و قُثَم بن العبّاس بن عُبيد الله بن العبّاس ولاّه أبو جعفرٍ المنصورُ اليمامةَ وكان جواداً (٣) وله يقول ابن المَوْلَى (٤) [من السّريع]

عَتَقْتِ مِنْ حِلِّي (٥) وَمِنْ رِحْلَتِى
يَا نَاقُ(٦) اِنْ(٧) اَدْنَيْتِنِي مِنْ قُثَمْ
فِى وَجْهِهِ نُورٌ وَفِي بَاعِهِ
طُولٌ وَفِي العِرْنِيْنِ مِنْهُ شَمَمْ

وابنه عبيدُالله بن قثم ولى مكّةَ لهارونَ و محمّدُ بن جعفر بن عبيدالله كان سَخيّاً . (ومن نبى مَعْبَدِ بن العبّاس) محمّدُ بن ابراهيمَ ابن عبدالله بن معبد بن العبّاس والعبّاس بن عبدالله بن معبد ولاّه أبوالعبّاس مكّة و الطّائفَ (٨) (ومن بنى الحارث بن العبّاس)

---

(١) وقال ابن قتيبة : فأمّا عبيدالله والفضل ومحمّد فلا عقب لهم (المعارف، ص ٥٤).

(٢) واخوه الحسين بن عبدالله بن عُبيدالله بن العبّاس الرّاوى المتوفّى ١٤١هـ.

(٣) الطبرى ؛ ج ٣، ص ١٣١، ١٤٢.

(٤) وهو ابن المولى محمّد بن عبدالله (الاغاني : ج ٣، ص ٨٨ ببعد) والشعر منسوب الى داود بن سَلْم (الاغاني : ج ٥، ص ١٤٠).

(٥) الاصل : حَلِّي.

(٦) الاصل : يا نَاقَ.

(٧) الاصل : إذ.

(٨) الطبرى : ج ٣، ص ٨٤.

السّرِيّ بن عبدالله بن الحارث ولاّه المنصور اليمامةَ ومكّة (١) .

وولد تمام بن العبّاس بن عبدالمُطّلِب (٢) جعفراً وقثَم وكانت لأبي جعفر ابنة عند قثم بن تَمّامٍ ، وكان آخر من بقى منهم يحيى بن جعفر بن تمّامٍ (٣) -

وكان لحمزةَ بن عبدالمُطّلب يَعْلَى به كان يكنى (٤) درج وعامرٌ درج وامهما (٥) من الأنصار وعُمارةُ درج وأمّه خَوْلة بنت قيس بن قَهْدٍ الأنصاريّ وأُمامةُ (٦) وامّهما سلمى بنت عُميسٍ (٧) من خَثْعم (٨) وهى الّتى زوجها رسول الله صلّى الله عليه وسلّم سَلَمَةَ بن أبي سلمةَ المَخْزوميّ فهلكت (٩) قبل

---

(١) الطبرى : ج ٣ ، ص ١٣٨ ، ٢١٧ تا ٢٢١ .

(٢) وقيل ليس لتّمام عقب (مصعب ، ص ٢٧) .

(٣) الطبرى : ج ٣ ، ص ٢٧ ببعد

(٤) وقيل كان حمزة يكنى ابا عمارة ايضاً (ابن دريد ، الاشتقاق ، ص ٣٤ ؛ المعارف ، ص ٥٤ ؛ الاستيعاب ، ص ٥٨٧ ، رقم ٣٣٣٧) .

(٥) بعض نے يعلى اور عامر كى ماں كا نام خولة بنت قيس بن قهد بتلايا هے (الاستيعاب ، ص ، ٢٤٧ ، رقم ٣٢٧٤) .

(٦) أُمامة أَمَة الله (المحبّر ، ص ١٠٧) .

وقيل هى اُمّ ابيها (المعارف ، ص ٥٥ ؛ وستنفلد ، جد اول Z. 22).

(٧) وقال ابن قتيبة : و له ابنة يقال لها امّ ابيها و امّها زينب بنت عميس الخثعميّة(المعارف، ص ٥٥).

(٨) الاصل : حتعم .

(٩) الاصل : فهلك ؛ والتصحيح عن ابن حبيب، المحبّر، ص ٦٤ .

أن يجتمعا واخواها لأمّها عبدُالله و عبدالرّحمان ابنا شدّاد بن الهاد (١) اللّيثيّ -

وكان للمقوّم بن عبدالمطّلب بكر و به كان يكنى درج لأمّ ولدٍ (٢)

وكان للزّبير بن عبدالمطّلب (٣) الطّاهر و جحل وقرّة و عبدالله (٤) قتل يوم أجْنادَيْنِ (٥) وأمّهم عاتكة بنت أبى وهب بن عمرو بن عائذ (٦) ابن عِمْران بن مخزومٍ -

وولد الحارث بن عبدالمطّلب المغيرةَ وهو أبوسُفيانَ (٧) بن الحارث الشّاعُركان شريفا خيّرا وكان يشبه بالنبىّ صلّى الله عليه وسلّم (٨) ونَوْفلَ

---

(١) وهو شدّاد بن أسامة بن عمرو (=الهاد' كان يوقد ليهتدى إليه الأضياف) ابن عبدالله بن جابر بن بربن عتّوارة (المحبّر' ص ١٠٨ ؛ الطَّبَرى ؛ ج ٣' ص ٢٣٦٢).

(٢) وامّاالمقوم فلم يدرک الاسلام و كانت له ابنة تسمّى هند (المعارف' ص ٥٥). وقيل له بنتان اخروان اروى بنت المقّوم و امّ عمرو بنت المقّوم=فاختة (المحبّر' ص ٦٥).

(٣) الطبرى : ج ا' ص ١٠٧٣ ؛ وكان الزّبير بن عبدالمطّلب من فتيان قريش (المحبر' ص ١٧٦).

(٤) وكانت للزبير بنتان—امّ الحكم وضباعة (المحبّر' ص ٦٤).

(٥) البلاذرى ؛ ص ١١٣.

(٦) الاصل : عايد ؛ والتصحيح عن ابن حبيب (مختلف القبائل : ص ٤٤).

(٧) مصعب ؛ ص ٨٥ ؛ ابن هشام' ٤٦١' ٨١١ ؛ الاغاني ؛ ج ٤' ص ٤ ؛ الاستيعاب ؛ ص ٧٠٧ تا ٧٠٩ رقم ٣١١٥ و قال ابن قتيبة : و امّا الحارث بن عبدالمطّلب . . . فولد له ابوسُفيان بن الحارث والمغيرة بن الحارث (المعارف' ص ٥٥ ؛قب وستنفلد' *Tabellen* [-جداول] X 22) وهو سهو.

(٨) المحبّر' ص ٣٦.

سودا گردانیدن، اینجا، چون نوای نی، از تنگنای فنا پرواز نمودن، آنجا در هوای برگ و نوا دمساز نی بودن ـ اینجا صدق و ''الصبح اذا تنفس'' آشکار، آنجا بنیاد ''و جعلنا اللیل لباسا'' استوار، اینجا بشکست بیضهٔ دل یار غار کبوتران اعلیٰ علیین ملکوت گردیدن ـ آنجا بکشاکش تار، چون عنکبوت، باسفل السافلین ناسوت رسیدن، اینجا سر از گریبان فلک بلند نمودن ـ آنجا پابند دامن زمین بودن ـ اینجا، پروانه وار، بال و پر (۱) افشاندن، آنجا مانند شمع، رشته در پا ماندن ـ قصه کوتاه (۲)! که این رشتهٔ دراز پایانی ندارد ـ لهذا عنان شبدیز خامه، ازین کوچهٔ تنگ و تار ماشوره (۳) واپس کشیدن ناگزیر است ـ پیداست که قوم جولاهه، (۴) 'وقتی که مایه دار شد' از بد (۵) قماشی بقسمی مغرور گردد که پانصدی پیش او در هیچ شمار نبود ـ دریاب که این سخن باریک پرکار ته (۶) دارد ـ خونهای (۷) خوکرده‌ام که پارچهٔ لعل را بی برگ کرده‌ام ـ از انجا که هنگام طغیان سیلاب شوق، سلیمان خاتم، (۸) برنگ ماهی دام، مستغرق طپش گشته، موج وار دست (۹) بالا کرده، کف زدن داشت، و گردن، آن هالک الرقاب، بعنوانی که سابقا مذکورشد، چون طبع ارباب انکار، انحراف می یافت ـ بافندهٔ مذکور برکیف (۱۰) جوش و خروش آن مدهوش بادهٔ عشق، که شرح اسرار آن جزو اعظم مفرح القلوب، بر ورق الخیال نتوان نوشت، مطلع گشته، گاه بیگاه بطلوع نشأ افیون بخت سیاه، از روی تقلید و تمسخر، چون کوکناریان نگون طالع، گردن کج کردن گرفت ـ بارها آن سراپا پوست بی مغز، از زرد روی ها، زعفران وار، مضحکهٔ (۱۱) بدمستان لوزهٔ (۱۲) غفلت و انکار شد ـ سبحان الله آن حایک (۱۳) لایعقل اینقدر هوش

---

(۱) ش : پرواز ـ (۲) گ : القصه ـ (۳) گ : ما سوره ـ (۴) گ : جولاه ـ
(۵) ش : بهر ـ (۶) گ : پرکاونه ـ (۷) گ : چه خونهای ـ
(۸) گ : خام بولایت ـ (۹) گ : داست ـ (۱۰) گ : کیفیت ـ
(۱۱) خنده (ف) ـ (۱۲) باطل کننده (ف)ـ گ : 'نوره ـ (۱۳) با فنده (ف) ـ

نداشت که رفته رفته خمار عشرت بی اختیار این کیف ناپایدار منجر بجوز اماثل و سم قاتل خواهد شد ـ العظمته‌الله آن لباسیٔ غلط کار که آتش بخود زد، نمیدانست که تقلید و نقل پروانهٔ شمع آسانی ندارد ـ روشن است که گل هزاری منصب و صاحب زرا گر سرنگون شود، چون تواضع دولتمندان و تعظیم سربلندان دو بالا موزون گردد ـ اما کج گردیدن خار بی شوکت زبان دراز، مانند رکوع مرائی و سلام روستائی، نامعتبر باشد ـ قصه کوتاه(۱) روزی سلیمان(۲) روزگار، در اثنای راه، آن دیو مردود را، که از روی تقلید (۳) متشکل باشکال مختلفه می شد، دریافت، (۴) و بنا بر تسخیر، از قبیل (۵) کونوا قردة، امر فرمود ـ از انجا که آن سگ بیقدر، تقلید را کسب کمال دانست، از بخت نگون و طالع نامیمون، مانند خرس، بدستور معهود بازی کردن گرفت ـ فی الفور بنگاه غضب آن شیر کردگار، گردن آن خوک مردار انحراف اصلی یافت، و بقیتة العمر (۶) هرگز، چون دم سگ، راست نشد:

رگ گردن سلامت را وداع است
مسلمانی ریایٔ اختراع است (۷)
هر آن کافر که این رگ جمع دارد
عذاب زندگی، چون شمع، دارد

هرگاه پرتوهٔ صدق و صفایٔ آن صبح کرامت، باعث روسیاهیٔ آن چراغ کشتهٔ بزم شامت شد ـ آن شیر خدا، از دریای چناب، که بجای نیستان (۸) قصبات دلکشا بر لب اوست، عبور فرموده بقصبهٔ جلالپور ـ مانند صدای جان نواز، در کوچهٔ نی مسکن گرفت ـ از انجا که "علی سهاری"(۹) نامی، از فقرای نقشبندیه، (۱۰) دران سواد اقامت داشت، که هیچ

(۱) گ: القصه ـ (۲) گ: حضرت سلیمان؏ ـ
(۳) نقل کردن (ف) ـ (۴) گ: 'و' ندارد ـ (۵) گ: قیل ـ
(۶) گ: بقیة عمر ـ (۷) یعنی مسلمان ریائی دارند (ف) ـ
(۸) گ: نه ستان ـ (۹) گ: علی شهبازی ـ (۱۰) گ: نقشبندیا ـ

کس از جذب و سلب او ایمن نبود ـ بعد ازانکه نقش صحبت سلیمان روزگار، که مصور قضا، آتش یاقوت، بآب گوهر در صدف حل کرده، رنگ چهرهٔ او را صورت بست ـ بآن دو رنگ نیرنگ پرداز درست نشست ـ نام برده خواست که بدستور خود، آن نقاش مجلس بیرنگی را، از عالم معنی بعالم صورت کشد ـ فی‌الفور صورت ما فی الضمیر او، در آئینهٔ باطن آن مانیٔ معنی (۱) نگار، چون نقش چینیان، انعکاس گرفت ـ اما پرده از روی کار برداشتن مصلحت نبود ـ سبحان‌الله! ! آن سر مشق مذلت آگهی نداشت که گردهٔ (۲) نقش پا را با تصویر کامل پرداز چهره (۳) گردیدن، بهیچ وجه صورت نه بندد ـ شاه بهزاد (۴) روزگار، که برنگ خامهٔ مصور، در بن هر موی او، عالمی دیگر پنهان بود، از نیرنگ آن مرقع پوش صورت، خاطر جمع داشت، که این شیر شکار تصویر، که مانند خون مرده، دمبدم رنگ می بازد، چه جان دارد که با زنده دلان طرف گردد ـ بهر صورت ما را فکر جذب و سلب او(۵) کردن از عار و ننگ لاغر کشیهای (۶) خالی نبود ـ اما عاقبت الامر، مقرر شد که امتحان حسن استعداد صورتگران، که مو قلم ایشان، چون مژگان لیلی، دلها میکشد، بکشیدن نقش مجنون لاغر شهرت دارد، و معهذا دشمن مو بمو نیرنگ را، سهل نباید شمرد، که خامهٔ مو، با اینهمه ناتوانی، قوت و قدرت فیل کشیدن دارد، لهذا خواست که غبار چشم خاکیٔ آن نو مشق ناقص عیار گرد (۷) وار، بتحریک نفسی از جا برد ـ تا نقش کرامت آن نادر

---

(۱) گ : یعنی ـ
(۲) گ : گرد ـ
(۳) گ : چهر ـ
(۴) گ : شاهزاده ـ
(۵) ش : ادا ـ
(۶) گ : کشید ـ
(۷) گ : کرده ـ

زمان ، برنگ نقشهٔ فرنگ ، حیرت افزای باریک بینان گردد :

یک نگه (۲) جمعیت عاقل (۳) پریشان میکند

قطره ای (۱) در عالم تصویر طوفان میکند

القصه بیک نگاه غضب، سلیمان (۴) روزگار، چون پیکر تصویر، خشک بر جا مانده، هستیٔ موهومش چشم در راه پرواز رنگ داشت ـ لاعلاج، مثل شبیه نیم رخ (۵) مفلوج فنا گشته ـ مستقبل آن قبلهٔ روزگار بزبان بی زبانی (٦) که حکم ''رنگش به بین و حالش مپرس،، دارد، نالیدن گرفت ـ که بنیاد هستیٔ من لبریز انفعال، برنگ تصویر نم دیده، خراب است ـ و پیکر چشم در راه فنا، چون عکس آئینه، نقش آئینه بر آب ـ اکنون بعین عنایت نگاه کرم چشم دارد که ، مردمک وار، روز سیاه من فروغ آشنا گردد ـ تا باری در مردمان آبرو یافته، چون طفل اشک، سراپا غرق ندامت نشوم ـ دریاب که پیمانهٔ هستیٔ خود بگردش چشمت پر دیده، عبرت آشنا گردیده ام، و برنگ زلف خوبان چینی، مو بموی خود لبریز شکست دانسته ، بسرمهٔ بخت سیاه ، بی صدا گشته ام :

فلک سنگ حوادث بر سرم ریخت

شرارش یکقلم در بسترم ریخت

نمژگانست بر چشمم نمودار

که چینی کاسه گردیده نمودار (۷)

سلیمان (۱) روزگار، که تعویذ بازوی کرامت و خاتم پنجهٔ استقامت بود، کف گرم، که راحت دلها نام دارد، کشاده، بمصداق ''و اما السایل فلا تنهر،، کشتیٔ طوفان دیدهٔ او را ببادبان حرکت زبان، از گرداب

---

(۱) گ : قطره - (۲) ش : نگاه - (۳) ش : غافل -
(۴) گ : حضرت سلیمانؑ - (۵) گ : بی رخ -
(٦) گ : امانی - (۷) ش : مو دار -

کامَ نهنگ بساحل نجات رسانیده ـ من بعد، آن مستغرق خانه خرابی، که مانند مردم آبی ، قابل انس نبود، ترک شوخ چشمی‌ها کرده، طفل اشک وار، در پای دردمندان افتاده، گوهر جان نثار کردن، عین سعادت می دانست ـ و دود(۱) آه مانند، گرد سر مشتاقان گردیده، نقد هستی برباد دادن ، محض قبولیت می انگاشت ـ سلیمان (۲) روزگار خاطر پریشان آن گل باغی، غنچه وار، جمع گردانیده، آن غنچهٔ دلتنگ را ، بیک نفس، گل‌گل شگفانیده (شگفتانیده) (۳) ، برنگ بلبل هزار داستان ، بهزاران هزار گلبانگ شوق، راه قصبهٔ ''هزاره''، که تیر روی ترکش (۴) دیگر قصبات است، گرفت ـ آن هزارهٔ رنگین بهار، که در چار چمن پنجاب، حکم گل سرسبز دارد، گل آفتابیٔ ''شمس‌آباد'' بدعوی برابری او، چون اشرفِ گلشن آبادْ ، سرخ رو نشود ـ آن تخت هزاره ، که (۵) اگر تختگاه خسروگل گویمش بیجا نبود ، و اگر وطن بلبل خوانمش جا دارد :

بشوق وصف او تاریک کاغذ را گلی کردم
ز برگ گل مهیا زیر مشق(۶) بلبلی کردم
عجب نبود سخن، چون مصرع کاکل رسا گردد
دوات لاله را لبریز صوف سنبلی کردم
مگر منقار(۷) طوطی بهر آن جدول قلم گردد
سخن را از حلاوت چار نقل کابلی(۸) کردم

قصه کوتاه(۹) و عمر و فکر دراز ! ! ! یکطرف قصبه ، خندق بود ، مجمع قارورات(۱۰) و مطرح نجاسات ـ چون دامن معصیت آلودگان ،ناپاک، و مانند

---

(۱) گ : دوده ـ (۲) گ : حضرت سلیمان ؑ ـ
(۳) گ : شگفانیده ـ (۴) گ : نرکس ـ
(۵) گ : که ندارد ـ
(۶) زیر مشق : چیزی باشد از چرم و کاغذ که اوراق را بران گذاشته می نویسند تا دست فرسود نشود (بهار عجم) ـ
(۷) گ : هرآن ـ
(۸) گ : کاغذی ـ (۹) گ : القصه ـ (۱۰) گ : قاذورات ـ

ساحل طبع تردامنان ، پر خس و خاشاک ـ اما مجذوبی(۱) عریان (و) پاکباز، که برنگ چادر مهتاب، از ناپاکیٔ مکانش پروا نبود، مسکن داشت ـ بسان گلریز آتشبار ، گلزار خلیل در شوره‌زار دمیده، بلک گوگرد احمر ئی خود را در بوی بد از نظر اغیار پوشیده ، عنبری (۲) از بیم گاؤ زوریهای غافلان، در پردهٔ سرگین زار، نافه‌زاری، از (۳) رهگذر آهو گیریهای بیجاصلان ، در ان کورهٔ مزبلهٔ مردار، دلی زنده در تن مرده ، دفینه از زنده، (۴) در ویرانهٔ افسرده ، کنتُ کنزاً مخفیا (۵) ، طلسم(۶) اولا یعرفهم غیری، سکهٔ اسم او دردانه در چشم بی جوهران قرب و جوار، از حیرت (۷) ناممتاز، پروانه از عدم تپش همسائگان سیه کار، با دودهٔ چراغ همراز، پیری صاق مشرب شیرین کارشیری ''من بین فرت(۸) دوم'' (۹) اشکار ـ مجذوبی محو مطلق، که بسان الف بسم‌الله ، صورت بینان را(۱۰) در هیچ شمار نبود ـ عارف مستغرق، چون واو معدوله، خواندن او کسی را موزون نمی نمود :

دران خندق، که دارد بوی ناسور
تو گوئی، نافهٔ مشک است مستور(۱۱)

بسرگین ، شب چراغی(۱۲) کرده مسکن
که ماهی تا بمه(۱۳) زو گشته روشن

مه (۱۳) روشن سواد لیلته‌القدر
چو آئینه بملک زنگ ، بی قدر

خبیثان را، ز پاکان، عار و ننگ است
کجا تعظیم، مصحف در فرنگ است

---

(۱) گ : محرولی - (۲) گ : غیری (عبیری) - (۳) گ : 'از' ندارد -
(۴) گ : بجای 'دفینه از زنده' 'رنده' نوشته - (۵) گ : مخفی -
(۶) گ : ظلم - (۷) ش : جرت - (۸) گ : 'بین فرت' ندارد -
(۹) گ : و دم - (۱۰) ابتدا (ف) - (۱۱) گ : پنهان -
(۱۲) گ : شبچراغ - (۱۳) گ : بماه -

سلیمان (۲) روزگار، که خاتم سعادت در انگشت داشت، میدانست که اگرچه این خراشیدهٔ الماس اشک، که دلی از دور چرخ برکنده، در چشم این ساده لوحان نا تراشیده، نگین وار، محض برای نام است۔ اما فی الحقیقت، در عین اخفا، خاصیت اسم اعظم دارد۔ لهذا آن امام وقت، به نیت تقرب الی الله الاکبر قیام (۳) کرده، بعد افتتاح (۴) (۱)ثناء و دعا، در مواجهه مجذوب قبلهٔ السالکین، دست بر کمر بسته(۵)، و بقدر ادای چار رکعت نماز آن یگانهٔ مصر،(۶) در عین رکوع قرار گرفت۔ اگرچه مجذوب مستور، پیوسته بقرایت (قرأت) (۷) لوح محفوظ اشتغال داشت، و سر برداشتن قاعدهٔ آن محو سجود نیاز نبود۔ اما آن روز، بعد فراغ تشهد شهود ذات و انکشاف حقیقت محمدی علیه الصلوة، متوجه سلیمان (۲) روزگار، که کراماً کاتبین وصف مصحف روی آن فرشتهٔ قدسی سرشته، بر بیاض دیده نوشته، گردیده، بر خاسته نشست۔ بعد ادای سلام واجب الاسلام از هر دو جانب، مجذوب مستجاب الدعواة، (۸) از روی خیر خواهی، آن فاتحه قرآن اخلاص را نصیحت (۹) دمساز شد، که نوروز بهار افروز (۱۰) طالع سکندری در جنب بخت سبزت، چون تقویم کهنه، بیکار باشد۔ مادرت، که از کهنه سالی قامتش هلالیست، در هجرت ای ماه جلالی و مهر الهی، سوزش و داغ شمسی و قمری دارد، خصوصاً از چند ماه، ماهی وار، نقد داغ گشته، سینه اش هدف تیر باران آه میگرد۔ الغرض درین ساعت هم، آن کمان کشتهٔ قربانیٔ انتظار، بر خاک توده استاده، مشق ناوک اندازی آه درست می(۱۱) سازد۔ گاه از طغیان سیلاب

---

(۱) گ : ابتداء (ف)۔ (۲) گ : حضرت سلیمانؑ۔ (۳) گ : 'قیام' ندارد۔
(۴) گ : افتاح۔ (۵) گ : بست۔ (۶) گ : عصر۔
(۷) گ : بفرانیه۔ (۸) ش : الدعوات۔ (۹) گ : بصحبت۔
(۱۰) گ : میان دو لفظ 'که' دارد۔ (۱۱) 'درست می' دو بار نوشته شده۔

اشک، آبروی ابر آذری بر باد داده ـ و گاه از خمیازهٔ شوق، برنگ قوس قزح، یک آسمان بغل کشاده ـ موسم آنست که، هاله وار، آغوش انتظار آن نیسان دریا در کنار، بنزول تو ای (۱) باران رحمت آشنا گردد، تا آن ابر اشکبار ،(۲) که سفیدهٔ روسیٔ (۳) صبح در چشم ورد (درد؟ دارد؟) ـ دیده او نمک می باشد، از افروختگیٔ کانون دودهٔ آه (۴) و گرسیٔ تموز هجر جانکاه آزار یافته، آب نشود ـ اما بعنوانی که، پیش از آنکه آن زهرهٔ میزان اعمال عبادت ازان برج خاکی سیاره گشته، به بیت الشرف خوبش رجعت کند ـ این مشتریٔ (۵) قوس سهم السعادت طالع گشته، آنجا را مظهر قران السعدین سازد ـ خاتم پنجهٔ یدالله، یعنی سلیمان (۶) روزگار، انگشت بر چشم نهاده، ابرش باد پای آب رفتار عزم، را آتش وار کرده، کرهٔ خاک را بطریق طیٔ ارض، در نیم راه گذاشته، طفل اشک وار، در گوشهٔ چشم مادر جا گرفت :

گشت شه (۷) از وصل مادر کامیاب

همچو بسم‌الله از ام الکتاب

آن مریم عهد، که در انتظار نزول عیسیٰ نفس مهدی گفتار، هر ساعت برو قیامت بود ، گرد راه سلیمان (۸) روزگار ، که بقدر یک ذره، از کحل سلیمانی کم نتوان شمرد، پری وار، در پردهٔ زجاجی دیده پنهان کرده، برای سکون طرح شیشهٔ ساعت بست ـ و از بسکه در هوای ورود (۹) آن همای آسمان پیمای، که صفحهٔ زمین را یک لحظه کطی السجل در نوشت، یک مشت استخوان گردیده، به پرانیدن زاغ و زغن اشتغال

---

(۱) گ : بجای 'توای' 'لوای' نوشتة - (۲) چشم او (ف) -
(۳) گ : روی. (۴) ش : آن -
(۵) گ : دربین السطور 'نوشه' نوشتة شده است -
(۶) گ : حضرت سلیمان٭ - (۷) گ : ش : شاه - (۸) گ : درد -

داشت، بدولت وصال، طاؤس وار، در زندگیٔ به بهشت نقد(۱) پیوست ـ داغهایش از بخت سبز مرهم زنگار یافت، و شیشه ریزهٔ خلش خاطر در مینا کاریٔ آئینه خانهٔ شادی صرف شد :

شمع در موم گرفته است بکا شانهٔ عشق
همچو تعویذ محبت ، پر پروانهٔ عشق

وطن فیض مسکن، بطلوع آن سهیل یمن، بیمن،(۲) بیت‌الله وار، پرتو(۳) سعادت جاوید گرفت ـ و ادیم طایفیٔ طایفهٔ پاره دوز، رنگ و بوی تازه یافت :

تعالی الله مکانی ، فیض دمساز
باطرافش ، ملایک سجده پرداز

ز یمن مقدم او دارد آن نور
که خاکش را فلک می بوسد از دور

جماعه،(۴) که از هجوم انتظار این عید دولت بیدار، برنگ دیدهٔ قربانی، ایشان را بخواب آرام کار نبود ـ هر یکی از بخت سعید جامهٔ احرام پوشیده، برنگ صبح، از راه صدق و صفا، بمقام ابراهیم فنا فی‌الله، جا گرفت :

امروز تجلیٔ نظر عام شده
لبریز شراب وصل صد جام شده (۵)

از دیدهٔ قمریان نظّاره شکار (۵)
سرو قد یار نخل بادام شده

---

(۱) گ : بنقد به بهشت ـ (۲) ش : یمن ـ
(۳) گ : پرتوهٔ ـ (۴) گ : جماعت ـ
(۵) گ : این مصرع ها مقدم و موخر شده ـ

ذکر بعضی خوارق سلیمان(۱) روزگار که هنگام اقامت وطن جلوهٔ ظهور یافت۔

اکنون قلم جادو طراز اعجاز پرداز، فکر استدراج بعضی خوارق عادات، که در زمان اقامت آن مجموعهٔ کرامت، جلوهٔ ظهور یافت مد نظر دارد۔ از زبان ''میان عبدالواحد'' نقل است که یکی از یاران سلیمان(۱) روزگار، که خمیر مایهٔ صفای ظاهر و باطن بود، شبی در حضور آن گلشن راز، شبنم وار، اقامت داشت۔ علی‌الصباح که بارادهٔ ادای نماز، در رکاب قبلهٔ مقصود، راه مسجد گرفت۔ اتفاقاً صورت خطره در آئینهٔ خاطر او انعکاس یافت، که درین قدر مدت بر من روشن نشد، که آیا مطلع آفتاب چه کیفیت دارد۔ شاه مشرق انوار ناپیدا کنار، که خورشید وار، هیچ ذره از نور او بی نصیب نبود، بما فی الضمیر او مطلع گشته۔ همان لحظه آن شهباز بلند پرواز، بچشم بستن مامورشد۔ فی‌الفور آن مردمک دیدهٔ صفای ارادت، از هر مژه انگشت بر چشم نهاده، حسب الارشاد کار بست۔ هرگاه برنگ غنچهٔ نرگس، اندک اندک چشم وا کردن گرفت، خود را مانند شبنم تشنهٔ دیدار، درکنار چشمهٔ خورشید یافت۔ سبحان الله!! چشم پوشیدن باریک بینان، چون نظر بندئی سحر آفرینان، عجب کرامتی دارد، و پرواز صاف دلان، مانند پریدن چشم، محتاج پر و بال نبود۔ قصه کوتاه (۲)! از حیرت طلوع آفتاب، بسان خطوط شعاع، مو بر تنش برخاسته، انگشت زینهارشد۔ و برنگ صبح نفس راست (۳) نکرده، عنان تمکنیش از دست رفت۔ نزدیک بود که بموج چشمهٔ خورشید، شبنم وار، پیمانهٔ هستی او پر گردد، و از تیغ شعاع پیکر او ذره ذره گشته از دست

---

(۱) گ : حضرت سلیمانؒ۔
(۲) گ : القصه۔ (۳) گ : راسب۔

رود، لاچار آن، مصداق حتی ''اذا بلغ مطلع الشمس،، از مطالعهٔ شمسیه بس کرده، در کهف(۱) امان ذوالقرنین(۲) وقت، یعنی سلیمان (۳) روزگار، گریخت ـ روشن است که از تاب آفتاب قیامت، جز در سایهٔ ابر رحمت پناه بردن امکان ندارد، پیر روشن ضمیر، تغیر رنگ آن ستارهٔ سحرگه، (۴) که از بیم طلوع آفتاب تاب اقامت نداشت، معائینه کرده، صبح وار خنده آشنا شد ـ زیرا که آن سر مشق بو قلمونیٔ روزگار، قوس قزح وار، دمبدم از رنگی برنگی میرفت، بلک، مانند شفق، بیک پرواز رنگ، طرح فنا می ریخت ـ القصه، بدستور گذشته، چشم پوشیده، بمکانی، که منشاء(۵) خطره بود، پیوست ـ آمدو رفت او، برنگ نفس، در نفسی بیش نبود ـ لاچار بعد معاودت ، آن جویای ماهیت چشمهٔ آفتاب، که سرعت سیر او، از ماه تا بماهی شهرت یافت، بسر چشمهٔ عین الیقین وضو تازه کرده، سجدهٔ شکر بجا آورده، در پس امام یگانهٔ عصر، بادای دوگانهٔ فجر قیام گرفت (٦) :

آنانکه نظر بحل مشکل بستند
ازعالم ساز و برگ محمل بستند
چون غنچهٔ نرگس بامید نگهی
یک چشم تری در گره دل بستند(۷)

ریختن موی سر بانوی سلیمان(۸) روزگار، باثر نفس آن(۹) نوشه کردار(۱۰)

از زبان ''میان عبدالوهاب،، نقل است که روزی، بانوی کلان

---

(۱) گ : این کلمه را دوبار نوشته (وحید) - (۲) ش : ذوالقورنین -
(۳) گ : حضرت سلیمانؑ - (۴) گ : 'که' ندارد - (۵) ش : منشاه -
(٦) اندوده (ف) - گ : تارمار - (۷) گ : این شعر ندارد -
(۸) گ : حضرت سلیمانؑ - (۹) گ : آن حضرت - (۱۰) گ : سردار -

سلیمان(۱) روزگار، که دیدن سایهٔ آن پریزاد مستور خورشید را که مؤنث سماعی(۲) است، ممکن نبود، از آسیب‌زدگی‌های حوادث روزگار شکایت میکرد، که من سیه بخت، هم از طایفهٔ نسوانم، که بزم ایجاد را گویا چراغ طاق نسیانم - موی کاکلم چگونه پریشان نشود، که با وجود طول امل، مانند کنجد خال، روی روغن ندیده - و جعد مسلسلم چرا تار و(۱) مار نگردد، که درین قدر عمر دراز، چون طرهٔ سنبل، شانه آشنا نگردیده - چطور برنگ لیلیٔ شمع نسوزم، و خاموش نباشم، سرمهٔ که طایفهٔ نسوان را کشیدن آن فرض عین است، گاهی بچشم خود ندیده ام - چه سان، نگین(۳) وار، دل از نام و ناموس بر کنده، مذهبی(۴)(۴) از خود نه تراشم - حمایل تعویذ، که پوشیدن آن بر گردن زنان همچو دین است، در خانهٔ دیگران گرو کرده ام - تا چند، برنگ خون مرده، در ماتم خود سیاه پوشم، که از نیرنگ فلک نیلگون، بجای برگ پان، فریب سبز و سرخ خورده ام - تا کی خود را بطپانچه سرخ رو داشته، در اخفای افلاس کوشم - که از دو رنگیٔ گردون وسمه رنگ، موی خود بگلگو نه، چون پنجهٔ چنار، بنگار آشنا نکرده ام - سینهٔ چاک از پشواز(۵) بی مشبّک داغ داغ گشته - و دل تنگ، از سر بی روغن، خانهٔ بی چراغ شده - بسر شوی قسم، که خاک بر سر این زندگی، و بخاکپای جمعیت سوگند، که خراب باد خانهٔ(۶) این (۷) درماندگی :

موی جعدم که پیچ و تابی خورده
پرهیز (۸) ز روغنش نمود افسرده

این داغ، که بوی خوش نصیبش نبود
بدبو شده چون دود چراغ مرده

---

(۱) گ : حضرت سلیمان ؑ - (۲) گ : سمائی - (۳) گ : مکین -
(۴) ش : منهی (منع کرده شده : بد و زبون) منبلی (بد اعتمادی) ؟
(۵) گ : پشواز - (۶) گ : یاد -
(۷) گ : 'این' ندارد - (۸) گ : از -

قصه کوتاه(۱)، که سر زلف شکایت درازی دارد، شاه گره کشای، عقدهٔ خاطر موشکافان، و آئینهٔ انعکاس ما فی الضمیر سینهٔ صافان، بر دود آه(۲) پیچ در پیچ آن شمع چرب زبان روشن گفتار، عظمته الله شانها، که برنگ سیاه، عزم(۳) قدمبوس(۴) او داشت، مطلع گشته، اشعار(۵) فرمود که کاسهٔ سر اگر مودار نبود، چه نقصان دارد - بلک خاطر از سلسلهٔ پریشانی رها گشته، فارغ البال می شود - بعد صدور این کلمات، ازان موسیٔ تیز زبان(٦) طور دیدار، در سر چند روزی، موی سر آن سر حلقهٔ مستورات ریخت ، و سنبلستان چین، که بر مشک ختن آهو می گرفت، دود آه وار، از نظر ناپدید شد - سبحان الله آن سیاهیٔ مرکب، که بشستن روشنایی می یافت، حیرانم که خود بخود چگونه زوال گرفت ؟ - من بعد، آن لیلیٔ روزگار، در سیه(۷) خانهٔ ماتم، زلف پریشان خویش، چون طالع مجنون، سرنگون مانده، برنگی از شرم، در خود فرو میرفت، که شانه بازوی از آئینهٔ زانو ممتاز نمی شد، و حیرت جاوید او، درین واقعه، از شاعری، که مسودهٔ اشعار شستهٔ اوگُم(۸) گردد، بقدر یک موکم نبود - امّا شاه، چشم و چراغ دودهٔ روشندلان، از روز سیاه آن شمع بی دود، هیچ پروا نداشت:

تعلق محو(؟) بینایی ندارد
که مو در دیده گنجایی ندارد
چو چشم انتظار از بس رمیدن(۹)
پر کاهش بود منع پریدن

---

(۱) گ : القصه - (۲) گ : برود واه - (۳) گ : عدم - (۴) گ : قد مبوسی -
(۵) به رعایت لفظ مطلع این لفظ را آورده است یا ممکن است، که "ارشاد" باشد -
(٦) گ : موی سرزبان - (۷) گ : سیاه - (۸) گ : کم -
(۹) گ : رسیدن -

ریزش بسیار کندوی گندم، بکرامت سلیمان(۱) روزگار -

هم از ایشان است که سالی در خطهٔ پنجاب، که سواد مشکینش حکم سرنوشت غالیه دارد، آنقدر غلاء (۲) غلو یافت، که قسم بطعام خوردن ممکن نبود - هر یکی دانها را بشگون نیک، چون دانهٔ تسبیح، بسم الله و خیر گفته،(۳) شمردن گرفت - کشتی جز در عرصهٔ شطرنج پیدا نبود - آن هم از صرف خاص شاه فاضل نه، و(۴) دانه جز دانهٔ اشک دیده نشد - آن نیز بی رنج(۵) و تصدیع حاصل نه، دل تنور از پشت گرمیٔ نان آنقدر سرد، که گویا قرص کافور خورده(۶)، و دکان(۷) قحط از سرد مهریٔ گردون بقسمی گرم، که آشتیهای(۸) سوخته، سمندر وار، پر بر آورده - آدم زادی که گندم داشت، خانه اش، بقدر یک جو، کم از بهشت(۹) نبود - و مهمان اگرچه بخانهٔ حاتم می رفت، طی گردیدن روزهاش بعید می نمود - ابر چون کاغذ ابری از سیرابی بریده - و تیزاب سیلاب، چون آب تیغ، خشک گردیده - پای در گل ماندگان حوادث روزگار، چشمه وار، به لب خشک و چشم تر، قناعت کرده - دست از جان شستگان جگر خوار، شمع مانند، باشک گرم و آه سرد، اکتفا نموده - آسیا، چون آسیای گرداب، گرد دانه نگردیده - و تنور، مانند گور کریمان نان ده، روی آتش ندیده - حکیم علی‌الاطلاق، هر صحیح و سقیم را، از غذا

---

(۱) گ : حضرت سلیمانؑ -
(۲) فقط 'گ' این لفظ را دارد -
(۳) گ : کعبه -
(۴) گ بجای 'نه و' "زو" دارد -
(۵) گ : ریح -
(۶) گ : خورد -
(۷) گ : کلان -
(۸) گ : اشتهای -
(۹) گ : هشت -

پرهیز فرموده - و ساقیٔ بزم والتفت الساق بالساق(۱) شربت مرگ و شهد شهادت علی السویه قسمت نموده - ملک‌الموت(۲) موکل رزق(۳) را نعم‌الوکیل دانسته ، نیابت اذا جاء اجلهم سپرده - مالک دوزخ وقت لیس لهم طعام دیده، از خدمت ذوقوا العذاب استعفا لازم شمرده - برنج سرخ، در گرانی، بقدر یک ماشه کم از طلا نبود - و دیو زیره بی نقد جان فدا کردن، چون پریزاد سیمین تن، رو نمی نمود - ماش بر قلت دال گردیده ، قطره زن بادیهٔ (۴) فنا - و کنجد خال خال گشته، نقطهٔ موهومهٔ کم نما - حور بهشت، یعنی گندم، بمصداق الطعام غورة از بنی آدم بشرم‌گاه خود مستور - عفت سرشت، یعنی ارزن، چون دانهٔ اشک، در پس هفت پرده از نظرها دور - نان(۵) جو، کم(۶) از جان نو نبود - دوکان حلوای، نمونهٔ دهان، صفرای می نمود - برنگی بر هر بندهٔ نیک و بد، وقت پیغمبری رواج گرفت، که فرعون اگر زنده می بود، دعوای خدایی از زبانش(۷) صورت نمی بست - و بعنوانی، خشک سالی هنگامهٔ کسب و کار برهم زد که جنس شالی در کشمیر پیدا نشد -

جوش خنکی(۸) چنان رواج گرفت
که زمین از فلک خراج گرفت

سبزه گردیده سبزهٔ زنگار
آب آئینه ، چشمه در کهسار

---

(۱) گ : بالساق -
(۲) گ : الموة -
(۳) گ : ارزق -
(۴) گ : باد -
(۵) گ : بجای 'دور - نان' 'و در نان' -
(۶) این لفظ فقط در 'گ' است -
(۷) گ : زمانش -
(۸) گ : خیکی -

از زمین دانها نهان گشته
''رزقکم فی السماء'' عیان گشته

من سیر چشم خوان سخن، افسوس ازان میخورم، که قحط انصافست، و الا این گوهر یکدانه را ، بنقد عمر خریدن ، و برشتهٔ جان کشیدن، گرانی ندارد ـ قصه کوتاه(۱) ـ همدران قحط گلو افشار، بانوی دوم(۲) سلیمان(۳) روزگار، که بلقیس پرستار(۴) خورشید رخسارش(۵) بود، از تنگی در رزق(۶)، بغنچهٔ دهان خود ایما کردن داشت ـ سلیمان(۴) روزگار، باغبان وار، همت بر نهال کردن خستگان بی برگ گماشت(۷)، یعنی ابقاء(۸) تخم آدم درین خاکدان فنا مدنظر داشته ، قدری گندم درکندو ریحت ـ و امر جلیل القدر، بآن لیلیٔ ماه رخسار ، که حسن گندم گون آن مجموعهٔ صفا ، برنگ صبح ، خمیر مایهٔ قرص آفتاب بود، پرتوهٔ صدور گرفت، که بقدر مایحتاج، هر روز گندم از منفذ پایان خرچ کرده گردد ـ نمیدانم که وصف آن بوتهٔ خاکیٔ اکسیر کرامت، که خمیر مایهٔ ترکیب او استحکام کل حکمت داشت، چگونه نوسیم، که نظیر(۹) آن حکم کیمیا دارد ـ مجملاً آنکه، دران سال سفیدتر از دیدهٔ یعقوب، بیمن کرامت آن عزیز دلها، یعنی سلیمان (۴) یوسف لقا، کشت امیدواران، که برنگ چاه زنخدان، رنگ سیرابی نداشت، مانند دیدهٔ زلیخا تر و ریان(۱۰) گشته

---

(۱) گ : القصه -
(۲) گ : دوم نابوی -
(۳) گ : حضرت سلیمان ؒ -
(۴) گ : بجای ''پرستار'' 'برستارهٔ' نوشته -
(۵) گ : رخش -
(۶) گ : بجای 'تنگئی در رزق، ''سبکیٔ رزق'' -
(۷) گ : گماشته -
(۸) گ : ایقاء -
(۹) گ : نظر -
(۱۰) گ : بجای ''تر و یان'' 'دریا' نوشته -

حالت صعب زندانیان تنگیٔ رزق، که روی طعام و شراب در خواب ندیده بودند، چنان به تخفیف مبدل شد، که در مدت قحط سراپا شدت، روی جوع البقر در خواب و خیال تصور کردن ممکن نبود، و هیچ کس از خوان ازمان (۱) بتهمت دزدی متهم نشد ـ هرگاه غلغلهٔ این کرامت، چون بوی پیرهن ماه مصر، در اطراف و اقطار منتشر شد، کنعانیان از هر سو ریخته، برنگ مردم آبی، مستغرق دریای فیض گردیدند ـ و کشتیٔ سائلان، بطفیل لنگر آن کوه جودی، پر نعمت گشته، چون سفینهٔ نوح(۴) در عین طوفان، بساحل نجات راه یافت ـ اگرچه بحسب ظاهر، کندوی مسطور از منفذ پایان ریزش داشت، اما در معنی، آن برکت بی پایان از امداد عالم بالا خالی نبود ـ هرگاه موسم فراوانیٔ غله، گرانیٔ خاطر دور کرده، تشریف ارزانی فرمود ـ سلیمان(۲) روزگار آن کندو را، که اعجاز خم عیسیٰ داشت، وا کرده، گندم اصلی را، که تخم خرمن غیب بود، بر زمین ریخت ـ

ذکر سیر و ظهور سلیمان(۱) روزگار در وقت واحد بامکنۂ متعدده(۳)

هم ازیشان منقول است ـ اگرچه اقامت آن محراب امامت کرامت، یعنی سلیمان(۱) روزگار در مسجد مبارک، که وصف آن اقصا (۴) ندارد، پنج(۵) وقت مقرر بود، خصوصاً هنگام شب، آن یگانهٔ روزگار، قنوت وتر(۶)

---

(۱) گ : زمان ـ
(۲) گ : حضرت سلیمانؑ ـ
(۳) گ : متعددان ـ
(۴) گ : اقصی ـ
(۵) گ : هیچ ـ
(۶) گ : ویر ـ

شهود وحدت را گذاشته، جای نمیرفت ـ اما هر یکی از جماعهٔ(۱) روستائیان طلبگار سلام آن امام نماز تهجد طالع بیدار را(۲)، چون ماه قایم‌اللیل، شمع محفل خود می یافت،(۳) یعنی اقامت آن مقبول درگاه بی نیاز، مانند اقامت نماز،(۴) در وقت واحد باماکن متعدده، جلوهٔ ظهور داشت، و سماع این نغمهٔ(۵) تازه که، چون قول بزرگان، دریافت حقیقت آن در خیال کس راه ندارد، اکثر شنوندگان بی خبر را، در صحت(۶) اعتقاد کاف نبود، زیرا که(۷) هرگاه آن پرده نشین خلوت، از دائره مجلس آهنگ خارج ندارد، چون صدای مطرب، در چندین مقام، گذر کردن چگونه متصور گردد ـ معلوم نبود که صوفیٔ صاف دل، (۸) هرگاه برتبهٔ عین جمع واصل شد،(۹) برنگ راگ ساگر، جمیع مقامات کوچک و بزرگ را محیط باشد(۱۰)ـ نقل است از بعضی کبرای جامع رموز، که فاضلی مجموعهٔ کمالات، (که دران سواد، مانند نسخهٔ صحیح، اعتبار و اشتهار داشت) جهة حل اشکال این مسئلهٔ کهنه لنگ، باتفاق(۱۱) شاگردی، که راستی اعتقاد او را عصای پیریٔ خود میدانست، و بسان شرح حامل المتن، از اتحاد صوری و معنوی جدایی ایشان از همدگر متصور نبود، راه مدرسهٔ سلیمان(۱۲)

---

(۱) گ : جماعت -
(۲) گ : بیداران -
(۳) گ : تافت -
(۴) ش : نیاز -
(۵) گ : ندارد -
(۶) گ : صحبت -
(۷) 'زیرانکه' در هر دو نسخه همین طور نوشته شده -
(۸) گ : در -
(۹) گ : ندارد -
(۱۰) گ : شد -
(۱۱) گ : بانفاق -
(۱۲) گ : حضرت سلیمان رح.

روزگار گرفت ـ بعد ورود، درخور رتبه، اعزاز و اکرام یافت ـ شبانگاه، مولوی در حاشیهٔ مجلس والا نشست ـ و شاگرد پاک عقیده را، که در تحقیق و تدقیق رتبهٔ خالی (عالی) داشت، بیرون فرستاد، تا برهان تطبیق(۱) صورت بندد ـ ایها المخاطب! اکنون تکرار کتاب بگذار، و حساب مدنظر دار (۲)، که حساب و کتاب باهم جمع کرده، خزانهٔ فکر خرج نموده ام ـ دریاب، که رفع حشو در سیاق مذکورات من دخل ندارد ـ القصه شاه باقی بالله هم، مع فاضل مسطور، زاد برکاتهٗ یکجا نشست ـ و هم بآن (۳) سایر راه دور مد خیرات کمر رفاقت بست، نه آن تتمهٔ دور زمان من ذالک منفرد، و نه آن مقام جمع واصل من هذا فرد ـ سبحان الله!!! این قدر صنائع و اعمال مذکوره، که بی تغییر و تبدیل و تصریف(۴) و تحویل، از سائر وجوه، درین روزنامه، باستعمال در آمده، اگر منصفی، مشتری کردار، ارادهٔ اتباع(۵) این جنس نقد دارد، حاصل اعمال من بی شمار گردد ـ و آخر این سکهٔ حالی تمام وزن، بمبیع(۶) پل سیاه(۷) نقطهٔ(۸) انتخاب یک سرخ وار، باعث نقصان نخواهد شد ـ او سبحانهٗ تعالی این تاریخ احوال بزرگان غرهٔ ناصیه کرامت را، از سلخ قصاب سرشتان، که نسخهٔ سخن فربه(۹) در نظر ایشان از جلد ممتاز نبود، بسلامت نگهدارد ـ و این

---

(۱) گ : نطیق -
(۲) ش : 'دار' ندارد -
(۳) گ : یا -
(۴) ش : تعریف -
(۵) ش : ابتیاح -
(۶) گ : بمیچ -
(۷) گ : مل -
(۸) گ : 'نقطه' ندارد -
(۹) گ : قربه -

راس المال ذکر اولیا(ی) صاحب استقامت را، خرج از(۱) بیجا(ی)(۲) جفاکیشان، که مطلع و مقطع(۳) قصیده، در چشم آن بی مغزان، نمکینیٔ(۴) کله و پائچه ندارد، محفوظ سازد ـ و باقی بالخیر علی‌الصباح، که بمقابلهٔ استاد و شاگرد، صحبت(۵) نقل مشهور جلوهٔ ظهور گرفت ـ فاضل مذکور، از حیرت، سفر در وطن آن دانهٔ تسبیح کرامت، امام سبحه وار، دست و پا گم کرده، از خویش رفت ـ و از(۶) امتحان آن صدر الصدور، که شمس الائمهٔ ذره‌وار خانه زاد است، چون روزینه داران لباسی(۷) منفعل گشته، از خود گریخت ـ لاچار بعد تصحیحهٔ اعتقاد، به تصدق فرق مبارک، سند تصدیق و اقرار، از سر نو درست کرده، مطابق غم زدگان والا(۸) را، وطن گرفت ـ و این واقعه(۹) را در بقیهٔ معاش یاداشت ـ از انجا که مقامات ولایت سلیمان(۱۰) روزگار، بانگشت قلم، شمار(۱۱) نمودن، حکم ملک سلیمانؑ بگز پیمودن دارد (۱۲)، عنان شبدیز فکر ازان وادی معطوف شد:

شاها! من بی مایه و بی طاقت و زور
پختم هوس خام، بصد گرمی(۱۳) و شور

(۱) گ: چرخ -
(۲) گ: پیچان -
(۳) گ: ممطح -
(۴) گ: بکسی -
(۵) ش: صحت -
(۶) ش: 'از' ندارد -
(۷) جعلی و وضعی -
(۸) گ: بجای "غم زدگان والا" 'امر والا" دارد -
(۹) گ: مرا -
(۱۰) گ: حضرت سلیمانؑ -
(۱۱) گ: شهباز -
(۱۲) ش: "وارو" -
(۱۳) گ: او -

هر چند که درخور سلیمان نبود
بیجا نرود(۱) ولیک مهمانیٔ مور

اکنون بیان بعضی احوال امام سبحهٔ سلیمانیٔ این سلسله، و سر حلقهٔ صحرا نوردان محبت (این) قافله، خزینهٔ دولت خدا داد، گنجینهٔ ولایت مادر زاد، حاجیٔ بیت العروس انشراح صدر، نوشهٔ برات روشن لیلةالقدر، خسرو مالک رقاب(۲)، ناظم خمسهٔ پنجاب، قطب‌الاولیا، ''نوشه حاجی دیوان''، جعل‌الله(۳) اهل‌بیته (۴) متبع معاینه مطلع‌الانوار شروع کرده می شود -

اگرچه مصحف گل، که بلبل ورق گردان اوست، محتاج تفسیر نبود، و بیت الله، که نقطهٔ انتخاب حجرالاسود زینت عنوان اوست، احتیاج تقریر ندارد، امّا جهت(۵) استشمام(۶) رائحهٔ سعادت، شمهٔ از نفحات‌الانس مقامات این مجموعهٔ کرامات، و پارهٔ از خوارق عادات آن شمشیر قطع تعلقات، قلمی می گردد - تا گلزار داغ غلامیٔ ارادت کیشان(۷)، بذکر آن مشکین نفس تازگی پذیرد - و نهال عشق پیچان در سینهٔ محبت اندیشان گل گل شگفتن گیرد - روشن است که هرچند دلی بی زخم عشق مشک است، سگ نفس برآن آهو گیرد، و سینهٔ(۸) بی داغ شوق، اگرچه برات زحمت است، چون نامهٔ بی مهر،(۹) قابل

---

(۱) گ : بنود -
(۲) گ : رقام - رقاب - بکسر اول ، جمع رقبه که بمعنی گردن است و بمعنی غلامان و کنیزان (غیاث) -
(۳) گ : ندارد -
(۴) گ : یتبع -
(۵) گ : جهته -
(۶) گ : استشام -
(۷) گ : ارادی کنان -
(۸) گ : سیسهٔ -
(۹) گ : ناز سیمبر -

اعتبار نبود - گریبانی، که چاک کردن جنون(۱) ندارد، برگردن شمشیر باشد - رباعی(۲) :

چون صبح بهار، چاکهای دل تنگ
گردیده، خمیر مایهٔ چندین رنگ
این(۳)غنچه که باغ درگردن اوست، بود
چون بیضهٔ طاؤس، طلسم نیرنگ

ذکر قطب الاولیا نوشه حاجی قدس سره العزیز(۴)

بیاض دیده، آن صاف سرشته
حریری کاغذی، (۵) خط نا نوشته
کند گر خواب سنگین، مهره وارش
ز مژگان، مسطری آید بکارش
مداد مردمک هم(۶) پر سیاه است
که صوف(۷) صاف او تارنگاه است
مگر خط غلامی، از ارادت،
نویسد طفل اشک با سعادت
چو گردد نام شاهنشاه مسطور
تجلی میکند نور علی نور

---

(۱) گ : بجای ''کردن جنون'' 'چون' -
(۲) گ : ندارد -
(۳) گ : که این -
(۴) گ : قدس‌الله سرالعزیز -
(۵) گ : کاغذ -
(۶) گ : بر -
(۷) گ از این جا چند ورق ساده دارد - ش : صوفی -

شهنشاهی که خورشیدش غلام است
سپهرش، بندهٔ فیروزه نام است
بمعنی آشنا، دل از کلامش
زبان را کرده، صاحب لفظ نامش
کند گردون طوافش گاه بیگاه
که هم حاجی بود هم کعبهٔ الله
بفرمانش شده دریا عنان تاب
روان حکمش، برنگ خضر، بر آب

آن دریا(ی) سکندر سرشت، که افلاطون خم نشین، لای سبوی او را، چون مخمور، خمیر مایهٔ گل حکمت شمرده - و آن صاحب چک مبارک، که شمشیر آبدار نگاه و برق آتشبار دود آه او، گردباد وار، خاکیان را بچرخ آورده - زهی دریای فیض بی کنار، که طایفهٔ تر دامنان پا در گل مانده، بیاد او، از هجوم رقص، گرداب وار، آستین بر خود افشانده - و خهی نقاش پخته کار، امیر خواص کار آزموده، از رشک خشت مزار او، گنبد وار، قالب تهی کرده - گوی زمین در دور وجد و حال آن برق خرمن انگار، بچوگان گردون همراز - و سیه مستان داغ ارادت، بیمن استقامت آن کوه وقار، چون پیالهٔ لاله ، از گردش چرخ بی نیاز - آن آفتاب برج خاکی زمین ، که گرمیٔ شعلهٔ شوق او، تنگ ظرفان خام را، پختگی آشنا کرده، و آن ابر رحمت رب العالمین ، که در اقطار روزگار، به نسبت "جالپ کهوکهر"، مشهور گشته - اما فی الحقیقت ذات آن محو حقیقت ذات و عارف، گذشته از عرفیات، بقوم قریش علوی ارتباط دارد - و ازانجا که یکی از اجداد آن پاک طینت، هنگام ابجد خوانیٔ تبلیغ اسلام از خطهٔ پاک "بغداد" سفر اختیار کرده، در سواد اعظم هندوستان آمده، توطن ارزانی

فرموده بود ـ و اولاد حق یاد آن شاهباز ملکوت شکار، در تمام ملک منتشر شده، یک قلم دست درین کسب و کار بی اعتباری، یعنی پیشه کاشتکاری، زدن عین صلاح دانست ـ بهر کیف معلوم است نشأ از لای صهبا غبار آلود نشود ـ و پرتوهٔ خورشید بگل اندودن ممکن نبود ـ آبروی ریحان، از سفال خشک، بر خاک نریزد ـ و رونق مصحف رخسار، از گرد خط (غبار) زیر و زبر نگردد ـ دودمان مجموعهٔ کراست ایشان، در قلمرو پنجاب بمشق صلاح و تقولی، روشنای دارد ـ و فهرست کمالات معانیٔ بنهانیٔ آن صفا کیشان، چون نوشتهٔ کراماً کا تبین، محو و منسی نتواند شد ـ خصوصاً ''شیخ رحیم‌الدین'' عم بزرگوار آن چراغ دودهٔ کبار عم انواره، که چون معنی، صاحب لفظ بوده ـ ریاضت ذوالنون خمیده پشت، بجنب مجاهدهٔ آن شمشیر قطع تعلقات، چون نون تنوین، وجود نداشت، و قربانیٔ مقام ابراهیم فنا فی الله، یعنی ''شیخ علاؤالدین''، قبله گاه حاجیٔ کعبهٔ وجه الله که جاده پیمائی ابراهیم ادهم، چون نقش مسطر، برای بیت می شمرد ،یک نفس، بی سفر کعبهٔ قبله نما، آرام دلش ممکن نبود ـ قامت خم گشتهٔ او، برنگ حطیم ، زیارتگاه راستان، و دل پر شور، زمزم وار، صفابخش پاکبازان ـ از رشک داغ عشق، آن مشکین کاکل مسکین نواز حجرالاسود درسواد کعبه، چون خال چهرهٔ حبشی، مستور ـ و از شرم حق گذاریٔ آن ابن السبیل سعادت، دمساز، ام‌القری، عروس وار، بحیا مشهور ـ کعبهٔ پشمینه پوش، باستقبال آن لبریز زمزمه شور عشق، چون صوفیٔ وجد پرداز، از خویش می رفت ـ و کوه صفا بتعظیم آن گوهر کان صدق، مانند صدا، از سر خویش بر می خاست ـ شهرت هر هفت حج آن دیباچهٔ هشت بهشت، برنگ سبعهٔ سیاره، حکم تواتر دارد ـ سبحان الله!! زهی هفتهٔ که، لیلة‌القدر وار، هزار ماه برابر آن نبود ـ پیداست که

پدر چنین باید تا پسر کعبه نادیده حاجی گردد ـ مجموعهٔ تقوئی و طهارت ''بی‌بی جیونی''، والده ماجدهٔ آن ابوالوقت، آنقدر جد و جهد عصمت و پاکی داشت که توحید رابعهٔ بصری، پیش تفرید آن یگانهٔ عصر، صفر وار، در هیچ شمار نبود ـ وطن فیض مسکن در ان ایام موضع ''گهگانوالی'' بود، که از حضرت 'بهلوال' شش فرسنگ مسافت دارد ـ القصه! والد بزرگوار، در اثناء حمل حاجی نوشه لقب، احرام طواف بیت‌العروس بست ـ تا شاهد حسن نیت را پیرایه هر هفت تمام گردد ـ لاچار در وقت رخصت، حاملهٔ بار امانت الهی را، که قصهٔ لیلئی پیش او محملی ندارد، بتسمیهٔ حاجی محمد تاکید کرده، مانند هوش مجنون ناقه کش، رخت سفر بست ـ و در پی بلد توفیق، راه ''یحمل اثقالکم الی بلد طرتکونوا بالغید'' گرفت ـ بعد توجه آن قبلهٔ صفا کیشان، خانهٔ ایشان بقدوم میمنت لزوم سلیمان روزگار رتبهٔ بیت الله یافت ـ آن آفتاب عالم تاب، که از ماه تا بماهی، در چشم آن چشمهٔ فیض هیچ ذره پوشیده نبود، مستورهٔ رشک لیلة‌القدر را، بطلوع آن هلال عید سعادت مبارکباد گفته، امیدوار ساخت که آن ماه بلا اشتباه، که برنگ شام ایام صیام، دلهای سحر خیزان صید دام زلف مشک فام اوست، از روی یمن چنان بکمال یسر طالع گردد، که بمعنئ برجسته از بطن الفاظ متین جلوه‌گر می‌شود ـ قصه کوتاه! شاه قادری، که ماه، از رشک قصب خرقهٔ او، دو نیمه می شد، پارچه از قبای گره‌کشای خویش، جهت نخستین پیرهن آن گوی گریبان سعادت، عطا فرموده، بمراجعت وطن (۱) دامن(۲) بر کمر بست ـ و بعد اتمام ایام حمل آن آفتاب

---

(۱) نسخهٔ گ از این جا باز آغاز می شود -
(۲) گ : که دامن -

برج، حوت، یونس وار، تسبیح گویان، پرتوهٔ طلوع یافت :

ز ساقش تا برخ آئینهٔ نو(ر) (۱)
ز ماهی تا بماه از جلوه معمور
دهان او برون از حد تشبیه
بمنطق رمزدان فیه ما فیه
سگ درگاه او آهوشکاران
غلام بازئی (بازوی) او تاجداران

فی‌الفور آن نامهٔ حقیقت محمدی، در همان لفافهٔ سر بمهر سلیمانی، جا گرفت ـ آناً فاناً دلایل دولت روز افزون آن همای عالم شکار، جلوهٔ ظهور می گرفت(۲)- و سحه بلمحه نقوش سعادت گونا گون آن طاؤس همیشه بهار، رنگ بوقلمون می ریخت ـ سلیمان (۳) روزگار، که در جنب وسعت قلب آن مصحف(۴) قالبیٔ اقصا (۵) حکم محراب قبله نما داشت، گاه بیگاه (۶) از احوال (۷) پرسیٔ آن دوای درد دلها، غافل نبود ـ و حرز سلیمانی، یعنی برکت اسم اعظم ایشان، تعویذ بازوی محبت را، از آسیب حوادث حصار عافیت شد ـ سبحان الله! تصرف نظر این صرافان کامل عیار، مانند دعای مالک دینار، حکم بیعه (۸) از خطرات گذرانیدن دارد ـ و دولت بی زوال این خورشید ضمیران گرم بازار روز نامهٔ وحیٔ منزل که همیشه باقیست، خلل پذیر نشود ـ

---

(۱) بقسمیه ؟ گ : این نور -
(۲) گ : در -
(۳) گ : حضرت سلیمان؏ -
(۴) گ : مصحفی -
(۵) گ : اقصی -
(۶) گ : بگاه -
(۷) گ : حال -
(۸) ش : بیمه -

ذکر یکی از خوارق ایام طفولیت

بود روزی شاه در گهواره‌ای
یا مگر(۱) بر رحل یک سیپاره‌ای
گشته پر گهواره، زان عالی جناب
چون مه نو از فروغ آفتاب
عاشقان منتظر آواره (۲) اش
دل طپیدن مهرهٔ گهواره‌اش
یک زن از همسایگان نیک خواه
داشتی الفت بشاه کم نگاه
حسن گندم‌گون آن نور بهشت
سیر از جان ساخته (۳)، حور بهشت
دست در گهواره زد، از جوش شوق
مو بمویش بر بدن آغوش شوق
دید در گهواره یک مار سیاه
تودهٔ طوفان، برنگ دود آه
همچو زلف دلبران ، خونخواره‌ای
در زگالی(۴) رنگ آتش پاره(۵) ای
پیکرش دیدی اگر لیلی بخواب
سوختی مجنون ز آ شوب عذاب

---

(۱) گ : بابکر -
(۲) گ : آوازه -
(۳) ش : سوخته -
(۴) گ : آتش بارهٔ -
(۵) بضم اول و کاف فارسی اخگر کشته که سیاه شده میماند (غیاث) -

گر شدی در چشم شیرین شعله زن
تلخ گشتی شور عشقی (عشق؟) کوه کن
زلف خوبان بستهٔ فتراک او
زهر چشم دلبران تریاک او
مو بمویش را پی طرح عذاب
کرده دوده (دود؟) آتش دوزخ خضاب
سایهٔ قهر الهی رنگ او
شام مرگ مرغ و ماهی رنگ او(۱)
گرمی (گرهمی؟) کشتست دندان اجل(۲)
وام کردی زهر زان کان اجل
شد(۳) جهان، در چشم آن زن، تار و مار
دست و پا گم کرد، طفل اشک وار(۴)
از هجوم بیخودی، بیتاب شد
بلکه، همچون دختر رز، آب شد
مار شد افسون (۵) بیهوشیٔ او
تازه کرد، آن سرمه، خاموشیٔ او
رفت از خود، چون دل بی برگ خویش،
دیده راه مار پیچ(۶) مرگ خویش

---

(۱) گ: مرگ مرغ و ماهی در رنگ او (کذا) -
(۲) گ کند: گرمی گشت دندان اجل -
(۳) گ: شه -
(۴) گ: واژ -
(۵) گ: افیون -
(۶) گ: هیچ -

مادر شه زین خبر آگاه گشت
لرزه (لرزان؟) لرزان گرد تخت شاه گشت

دید آن طاؤس باغ روزگار
مرهم زنگار داغ روزگار

چشمش از خفتن نکرده بس هنوز
ناشگفته غنچهٔ نرگس هنوز

اندر آن گهواره، خود ماری نبود
بلکه هیچ از غیر، آثاری نبود (۱)

کرد تا (۲) تحقیق آن پاکیزه حور
داشت در پاکی قصور، آن بی شعور

شد محقق، پیش آن مریم صفات
معنیٔ (۳) الطیبین اللطیبات

نقل است:— که من بعد، حفظ آن مصحف مجلد کرامت، که آیهٔ ''لایمسه الا المطهرون'' خط سر نوشت او بود، به تعظیم تمام و حرمت مالاکلام، مقرر شد - هر گاه ترکیب آئینهٔ زانو و شانهٔ بازوی آن پیرایهٔ حسن صورت و معنی، استحکام یافت، در صحن خانهٔ مبارک، که در صفا از فضای آئینه کم نبود، بزانو گردیدن گرفت، و بزور چارماهیٔ(۴) ساعد و ساق، مشق شنا درست کرده - آبروی گوهر غلطان، مانند اشک یتیم، بر خاک خواری و گرد کساد بی اعتباری ریخت - یک

---

(۱) گ: این مصرع را ندارد -
(۲) گ: ندارد -
(۳) گ: یعنی -
(۴) ش: چارپائی -

ناگاه(۱) اکثر مواشیٔ خانهٔ آن شیر کردگار علف(۲) تلف شد ـ همدران اثناء سلیمان (۳) روزگار وارد گشته ، فرمود که سبب فنا گردیدن چارپایگان بیچاره، ناپاکیٔ مکان است، که بوی سرگین گاوان باعث بی دماغیٔ آن عنبرین نفس می شود ـ لاچار بعد نقل مکان مواشی(۴) تلافیٔ آفت تلف بی آفت خلاف ظاهر شد ـ

معاودت پدر نوشه ذره نواز ، از حج ، و تولید دیگر فرزند ارجمند(۵)

از انجا که رنگینیٔ (۶) حسن ذاتی، محتاج گلگونهٔ عارضی نبود، و مصحف گل پروای تذهیب مستعار ندارد، آن آفتاب (۷) روز، که دولت روز افزون در طالع داشت، روز بروز، چون عشق مشتاقان، بر خود بالیده، مانند علم شهرت خویش، بر پا ایستادن گرفت ـ همدرآن اثناء پدر(۸) آن قبلهٔ قبیله (۹)، از بیت‌الحرام مراجعت کرده، در حرم خانهٔ مبارک، بر بساط ''من دخله کان آمنا'' نشست :

وطن امن و امان ایمانست
مور در جای خود سلیمانست

بمجرد اصغای زمزمهٔ بشارت، حطیم وار، آغوش شوق کشاده، طواف آن

---

(۱) گ : گاه گاه ـ
(۲) گ : علف تیغ ـ
(۳) گ : حضرت سلیمان ؑ ـ
(۴) گ : ندارد ـ
(۵) گ : ندارد ـ
(۶) گ : رنگ کنیٔ ـ
(۷) گ : نو روز ـ
(۸) گ : چه ـ
(۹) گ : قبله ـ

ثانیٔ (۱) بیت الله، حج ثامن (۲) دانست ـ هرگاه بخوابگاه آن ستارهٔ طالع بیدار بخت، (۳) شاه خضر لقا، تبدیل صورت عنصری نموده، مانند سرو، قیام گرفت ـ پدر والا قدر، نور دیدهٔ خود را از هم چشمیٔ خویش آگاه کردن، فرض عین انگاشت، که ما هم از یاران آشنائیم، بلک(۴) هر دو موج یک دریا ایم ـ ماهیت (۵) ما مستغرقان (۶) هنگام اختلاط، چون آب چشمه و دریا ممتاز نبود ـ و کیفیت ما مستان در بزم انبساط، مانند باده خم و ساغر تفاوت ندارد ـ القصه! آن سورهٔ نور را، برنگ مصحف، در کنار گرفت، و مشاهدهٔ او را فال سعادت دین و دنیا شمرد ـ خانهٔ مظهر نور'' علی نور ازان دو حاجیٔ کعبهٔ ظاهر و باطن، مانند مسجد ذوالقبلتین، جامع سعادت کونین شد ـ بعد چند گاه آن دیگر فرزند سعادتمند، چون ستارهٔ که پهلوی ماه طالع گردد، پرتوهٔ ظهور یافت ـ بیت (۷) :

نور را نقطه‌ای بود درکار
ذره دارد بآفتاب قرار

آن قربانیٔ کعبه عشق، که باسم ''شیخ اسماعیل'' مسمی شد، نسبت بآن جوهر فرد، که مانند عدد واحد، در بی همتایی ثانی نداشت، صفر وار، از حلقهٔ(۸) بیرون در، زیاده تر نبود ـ قصه کوتاه (۹)! آن ماه دو هفته چار پنج ساله شد ـ والد بزرگوار، مانند آفتاب، راه سفر مغرب

---

(۱) گ : ثانیه -
(۲) گ : مامن -
(۳) گ : وقت -
(۴) گ : ملک -
(۵) گ : ما هست -
(۶) گ : متفرقان -
(۷) ش : ندارد -
(۸) گ : حلقه وار-
(۹) گ : القصه -

گرفت ـ از انجا که فرزند صغیر در دیدهٔ مادر حکم مردمک دارد، و از اولاد کبار، چون انگشت کوچک بخاتم ، و پیرایه ممتاز می شود، هنگام تقسیم مسکه و شیر، از آن زبیدهٔ روزگار، نسبت بآن زبدهٔ اولیای کبار، قصوری وقوع می یافت، و ''شیخ اسمعیل''، که هنوز بوی شیر از دهان آن دوشینهٔ صغیر نرفته بود، چون شیر تازه دوشیده، دم بدم بر خود بالیدن گرفت (۱) ـ بیت (۲) :

نخوردم جز فریب، از بسکه محو اهل تزویرم
بطفلی مادر ایام آب آمیخت در شیرم

ازانجا که آن بی اعتدالی‌ها (۳) آن دوای درد دلها را گوارا نبود، لا علاج بنا بر تغییر مزاج مبارک، آن غزال شیر مک، یعنی برادر کوچک ، مانند چشم خوبان، بیماریٔ مدام داشت ـ بر تقدیر اگر غذا شیر مادر بودی، خون فاسد در اعضایش تولد نمودی ـ اگرچه شاه حکمت پناه، در دفع عارضهٔ برادر، مضمون آیهٔ ''ان الله یامر بالعدل و الاحسان'' تعویذ شافی، و دعای کافی میدانست ـ اما یک چند، مانند طفل اشک، بصیر صبر خود را از شیر باز داشته، خون دل خوردن عین مصلحت دیده، از روی تلخ کامی سرمهٔ خموشی (۴) در گلو ریخت ـ آخرالامر ازین فضولی‌ها، دست آن عفت سرشت، روزی آن قدر آماس گرفت که شبانگاه، مانند چشم فرهاد، از شدت کوه درد، خواب شیرینش ممکن نبود ـ هرگاه بدور چرخ دوار روغن زرد آفتاب، از جغرات صبح، جدا شد، شاه تلخ کام شیرین گفتار

---

(۱) گ : داشت ـ
(۲) گ : ندارد ـ
(۳) گ : های ـ
(۴) گ : خاموشی ـ

فرمود که اگر مسکهٔ امروز بمن حواله گردد، ورم زایل و دست به می شود ـ بعد ایفای(۱) استدعای صدق وعدهٔ (۲) آن صبح نفس روشن شد ـ شاه مشکین کاکل دام ظلّه، که سگ درگاه او بر خسرو چین و خطا آهو می گرفت ، مسکه را صرف مسکینان هوس شکار کرده، بوالده ایما فرمود که بی اعتدالی، چون شیر فاسد، حلاوت ندارد، بهتر آنست که صحبت ما هر دو برادر، مانند شیر و شکر، مزه با مزه باشد ـ مادر دانست که فی‌الحقیقت دوغ من ترش بوده، و بیماریٔ همشیر شاه مقدمه از ماست که بر ماست، روشن نمود بیت(۳) :

بر ابرو چین مزن، همچون کمان عجز رسا دارم
نگه قربانیٔ عشق است تیر بی خطا دارم

هرگاه آن طفل جوان(۴) بخت پیر تدبیر، درجهٔ بلوغت یافت، زور بازوی آن رستم دستان بقسمی انگشت نما شد، که پهلوانان را هم‌پنجگیٔ آن شیر حق ممکن نبود ـ و قبضهٔ مبارک آن صفا کیش، در میدان تیر اندازی، آنقدر قوت گرفت، که هرگز خدنگ کمان آن هلال عید قربان (۵)، مانند دعای چله‌نشینان گوشهٔ آه و نالهٔ و تدبیر پیران شصت ساله، خطا نشد ـ آسمان با دل سوراخ سوراخ، از رشک آماج گاه او ''یا لیتنی کنت تراباً '' ورد زبان داشت ـ

---

(۱) گ : ابقای -
(۲) گ : واعده -
(۳) گ : ندارد -
(۴) گ : چون آن -
(۵) گ : قربانیان -

ذکر یکی از خوارق ایام بلوغ (۱) -

ابیات (۲) :

گشت برق جنگ روزی آشکار
در زمینداران محو کشت (۳) زار
بود یک سو، شاه دریا دستگاه
جلوهٔ حسنش ز ماهی تا بماه
عرصهٔ شطرنج وار، از جاه او
شاه راه (۴) جنگ، بازی گاه او
یافت (۵) فوج خویش را پا در رکاب
چون کواکب، در سحر، آن آفتاب
بهر استعداد تمکین و شکوه
بست (۶) دامن بر کمر، مانند کوه
تیر باران ریخت، چون ابر بهار
کاسهٔ سرها، بخون شد لاله زار
تیز رو پیکان آن بیداد کیش
چون دل عاشق، پی رفتن ز خویش
گوهر جان در صدف های بدن
سفته (۷)، چون الماس، آن هستی شکن

---

(۱) گ : "ذکر . . . . . بلوغ" ندارد -
(۲) ش : ندارد -
(۳) گ : گشت -
(۴) گ : را -
(۵) گ : بافت -
(۶) گ : لبت -
(۷) گ : سفت -

در دل بدخواه، هر تیر درست (۱)
راست می آید، چو تدبیر (۲) درست

شد ز بس پیکان به بحر کارزار
ساق و ساعد، همچو ماهی خار دار(۳)

با تن تنها، شه عالم پناه
فوج دشمن داشت، تا بر جایگاه (۴)

لشکر بیدل بگردش جمع شد
محشر پروانه نور، شمع شد

چشم ها در کار او حیران شده
ترکش پر تیر، نرگس (۵) دان شده

در زره هر زخم (۶) از ضبط نفس
بود گویا مرغ بسمل در قفس

شد سپر بر دست هر خونی کفن،
همچو داغ لاله، در خون غوطه زن

راه بر پرواز جان خوناب بست (۷)
بل کمانش بر لب سرخ آب(۸) بست(۹)

---

(۱) گ : بجای "تیر درست" 'سرور است' نوشته -
(۲) گ : تدبیری -
(۳) گ : کاردار -
(۴) ش : جانگاه -
(۵) گ : هرکس -
(۶) ش : زخمی -
(۷) گ : خون تاب است -
(۸) گ : سرخ آب است -
(۹) ش : سرخاب -

عکس خون بر ابر نیسان ریخته
آب گوهر، رنگ بر جان (۱) ریخته
غنچهٔ پیکان آن رشک بهار
هر یکی را کرد چو بلبل هزار
دلبری تا دید (۲) از پیکان او
کرد دشمن جان خود قربان او
هر یکی می کرد در راهش نثار(۳)
لعل پیکانیٔ دل را، غنچه وار
همچو گل، آن بیدلان بیدرنگ
وام کرده بال از پرواز رنگ
شد ز بیم تیغ، آن کوه وقار
محو رم، هر یک، چو سیل کوهسار
بر نمی آمد(۴) ز(۵) دستی هیچ کار
غیر انگشت از برای زینهار
گوش کن ای خاک راه قادری
قادر اندازی شاه قادری

سر بصحرا دادن حاجیٔ کعبهٔ حب الوطن و کدخدا گردیدن آن نوشهٔ نوشهره مسکن

از انجا که کمان کشش قبضهٔ یدالله، بی گوشه خلوت، قابل زه

---

(۱) گ : مرجان -
(۲) گ : نادید -
(۳) ش : هزار -
(۴) گ : آید -
(۵) ازیں جا نسخهٔ گ چند ورق ساده دارد -

نبود، و خاتم ولایت بی نگین سادهٔ گمنامی، انگشت نما نشود، شاه تجرد پناه، بعد مشق کمالات ظاهر، اصلاح باطن مد نظر داشته، ورق گردان سیر قطعهٔ صحرا شد، تا آتش شوق، بدامن بیابان بلند گردد۔ هرگاه آن رشک سدرة المنتهی، یک قلم از خویش و پیوند بریده، در بار نا پیدا کنار اقامت گرفت، بار کُنار صحرا، برگ افطار مقرر شد۔ روز بروز در غنچهٔ خاطر آن طاؤس بهشت گل بیخار، داغ عشق بر خود بالیده، هزار رنگ تازه یافت۔ و سیپارهٔ دل، که مد آه بسم الله اوست، از سقم طبیعت صحیح شد۔ سبحان الله! این گوهر یکدانه، طرفه قدر و قیمتی دارد، که سبحهٔ صد دانه، عشر عشیر آن نباشد :

دل گشته بکاخ جسم صاحب خانه
چون شمع، ز سوزش تنش پروانه
با این همه کثرت بدن، نام دلست
گر دیده معلق این الاچی‌دانه

هرگاه شاه عالی جناب، چند ماه، مانند آفتاب، بزم تجرید روشن کرد، یکی از زمینداران، که دران چراگاه مقام داشت، بسر وقت آن دریا دل از خود گذشته و استغراق محو مطلق گردیده، دیدهٔ التماس کرد که "ای گوهر آبدار صراحی گردن! که عالمی تشنهٔ دیدار جهان آرای تست، و ای طاؤس مجموعهٔ حسن و عشق، که برگ و نوای گل و بلبل فدای هوای تست، درین صحرا(ی) بی دانه و آب، آشیان بستن چه معنی دارد :

ای رخت ماه و ساعدت ماهی
دهنت خاتم . یداللهی
چشم خوبت بخوابت افسانه
لیلیٔ سرمه را سیه خانه

شیر نر، پاسبان درگاهت
خیل آهو، سگان درگاهت

بچه ره (۱) از وطن جدا شده‌ای
از چه ویرانه آشنا شده‌ای

منکه بهر چرا درین جایم
مهرهٔ کهربای صحرایم

تو ز بهر چرا درین جایی
خشک گشته چو کاه صحرایی"

شاه فرمود که "من هم از اقامت دشت، نظر بچارهٔ کار خود دارم، تا برگ کاهی ازین صحرا(ی) بی جاده، کهربا وار، بر پرواز دیده، طمع گذارم:

بی تکلف گنج پنهان ست سر تا پای من
چون گیاه کیمیا، ویرانه باید جای من

قطع نظر ازین مقدمه:

دنیا بمثل مستراح(۲) است
تنها بودن دران صلاح است

اگرچه در دیدهٔ روستائیان دور از شهر، شعور آب حیوان، در نفع از پیشاب گاوان استیاز ندارد، و رایحهٔ عنبر اشهب و بوی سرگین از هم جدا نبود، اما زمیندار مسطور لله ذره (کذا)، هر روز هنگام اقطار، یک کاسه شیر نذر آن جوان طالع پیر تدبیر آورده، سرمایهٔ سعادت می یافت - و بهمین چربدستی‌ها، در چند روز از همشیران خویش، مسکه وار،

---

(۱) ش: راه -
(۲) جای استراحت (وحید) -

بر سر آمده، در همان جغرات فروشی ها، خزانهٔ زر ده دهی گره بست۔ سبحان الله!! مادرسهر پرور، که از مفارقت آن جگر گوشه، جز خون دلش قوت نبود، آگاهی نداشت که مادر گیتی، ازان فرزند دلبند در صحرا هم شیر باز ندارد ۔ قصه کوتاه۔ آن عفت دستگاه، که یعقوب وار، هیچ کس (جز اطفال اشک) شریک درد او نبود، چون دیدهٔ اشکبار خود، تنها قطره زن گشته، یوسف گم شدهٔ خود را بصحرا دریافت۔ و بیت الاحزان، که تاریکیٔ چاه زندان داشت، بغبار دامن آن عزیز دلها، چون خانهٔ چشم زلیخا، از سر نو نور آگین ساخت ۔ نه تنها چشم انتظار بتار نگاه بر عارض آن ماه دوخت، بلکه هر مژه‌اش، سوزن وار، چشمی دیگر در گره بست ۔ سبحان الله!! اگرچه بحسب ظاهر، عنان باز آوردن آن باران رحمت در قبضهٔ اختیار نبود ۔ اما زاریٔ لب تشنگان دیدار جذبه سنگ یده دار۔ و لا علاج مصلحت برین معنی قرار گرفت که علاقهٔ کدخدایی، سد راه تجرد آن حاجیٔ بیت العروس خلوت گردد، تا آن وحشت دوچار، از طایفهٔ زیارت طلبان، مانند آهوی حرم، رم نخورد ۔ لهذا در عرض چند روز بموضع ,, نوشهره،، آن عید لب تشنگان دیدار، با لیلة القدر بعید از نظر اغیار، طرح قران السعدین ریخت، و اختلاطی چسپان تر از ارتباط لفظ و معنی، در یک بیت بکرسی نشست ۔ از انجا که سواد سبز و خرم ,, نوشهره،، حکم خط پشت لب دریا دارد، و مردم او، چون مردم دیده، بحیا مشهور اند، و اطفال او، مانند طفل اشک، به پاکدامنی مذکور، لهذا اقامت شاه فراغت پناه، همدران نزهت گاه، مقرر شد ۔ شبانگاه بلب بحر مخزن الاسرار جناب، مطالعهٔ سبحة الابرار ذکر جریان داشت۔ و روزانه در مسجد مطلع الانوار، که گنبد ش سر لوح قرآن قابست، جز

تکرار خمسهٔ نماز هیچ نماز(۱) نبود :

سواد سبز و خرم، چون خط یار
بطرح دلکشای صحن گلزار

تجلی جلوه سیر ماهتابش
گوارا تر ز شیر مادر آبش

ز سیر ماهتاب و خوبیٔ آب
ز ماهی تا بمه عیش است، دریاب

قران خواندن نوشه دیوان آیهٔ رحمت کردگار

از آن جا که استعداد کامل، در بند تربیت نبود، و مصحف رخسار یار، حاجت صحیح کردن ندارد، بعد چند گاه، دران سواد کرامت ایجاد، شوق حفظ کلام، در دل آن تفسیر بحرالمواج شور عشق، گرفت ـ اتفاقاً در موضع ” جاگو تارڑ “، حافظی بود ، قرأت سبعه‌اش ، مانند کواکب سبعه، در هفت اقلیم روشن و مشهور، و جودت ادای الفاظ او، بهر نزدیک و دور، حروف وار، انگشت نما و مذکور ـ معهذا آن مظهر حافظ حقیقی، بسعادت حفظ لفظ، مانند صاحب معنی بود، و معنیٔ صاحب لفظ ـ لهذا شاه، سوره یٰسین مصحف کمالات، که نقد جان مشتاقان فدای خواندن او بود، همگی توجه، وقف تعلم کلام ملک علام فرموده، راه آن سمت گرفت ـ حافظ مذکور، در حفظ ادب آن سورهٔ نور، رکوع و سجود نیاز و تواضع ، عین سعادت دیده، و بتعظیم و تفخیم آن وقف منزل، استادن فرض عین شمرده، بآن آیهٔ رحمت معانقه نمود ـ

---

(۱) نیاز ؟

شاه ختم القرای آخرین دور، که سیپارهٔ گل را بمصحف روی او برابر گفتن، چون غلط خواندن قرآن، مطلقا جائز نبود، جهت اشمام رایحهٔ سعادت، روز و شب آموختن گرفت :

چون آعوذ از جلوهٔ اعجاز او
شد گریزان دیو از آواز او

از بهار شوخیٔ نظاره اش
سورهٔ یوسف شدی سیپاره اش

بعد چند گاه، که شبی، که لیله القدر در مقابلهٔ آن، مانند نقطهٔ شک بهیچ شمار نبود، در عالم واقعه دو فرشتهٔ فیض سرشته، چون دو آیهٔ رحمت، در شان آن بیدار بخت نزول فرموده ـ حتی مطلع الفجر آن طوطیٔ سبق آموز صفحه نا نوشته را بتلقین مخارج الفاظ و حروف و تعیین مواقعهٔ وصل و وقوف، کما ینبغی آگاه کردند ـ هر گاه آن ماه دو هفته که سواد چارده قرابت، بر ذات کرامت آیات او، در یک شب روشن گشت، از مغرب رویا بمشرق بیداریٔ طالع شد، ادای الفاظ از زبان وحی ترجمان آن صاحب جمع الجمع که، برنگ شمع نور و دخان بی منت استاد بر نوک زبان یاد گرفت، زیاده از طاقت بشری صورت می بست ـ روشن است که بارقهٔ تجلیات ملکی ملکات، بر عکس شعلهٔ برق چراغ طاق نسیان نمی شود ـ و نقش فیض عالم بالا، مانند خط سرنوشت، بهیچ وجه زایل نمی گردد ـ هر گاه سورت واللیل مذهّب شب ، یعنی منور بکواکب ثواقب، ختم شد ـ و شمسهٔ زرنگار خورشید، و جدول خطوط شعاع بر گنبد لاجوردیٔ سر لوح سیپارهٔ روز گردید ـ بعد فراغ دیگر شاگردان، نوبت سبق بآن سبق برده از استادان، رسید ـ حافظ مسطور، نوشه دیوان لسان الغیب را،

نمونهٔ لوح محفوظ یافت ـ لاچار آن مجموعهٔ فیض را، که مژگان و ابرویش اعراب بسم الله سورهٔ صاد چشم بوده، و خط سبز و لب گلگون او، چون مد سیپارهٔ سرخ الف قامت را، بی همتا نموده، در گوشه ای، چون آیهٔ سجده، آهسته خوانده، واسطهٔ این استعداد بلا واسطه پرسید ـ آن ثانئی سبع مثانی، که مضمون ''الم نشرح لک صدرک'' مصداق حال او شد، بمقتضای ''و اما بنعمة ربک فحدث'' شان نزول ملایکه بیان فرمود ، یعنی تفسیر واقعهٔ خویش تمام کرده، معنیٔ ''الرحمن علم القران'' ظاهر نموده ـ حافظ صحرا نشین یک شهر شعور، بعد افاقت از سکتهٔ حیرت گفت که ''هرگاه بنظر رحمت نورالانوار، سویدای دل شما، چون مردمک دیده، مرکز پرکار روشنای شد، بقرآن مجید قسم! که مجوز تعلیم و تعلم گردیدن فایده ندارد۔ امید وارم که بیمن این هم نمکیٔ چند روزه ، ختم دور زندگانیٔ من، مانند ختم رمضان، بعید سعید مبارک گردد ـ بهر حال این ذرهٔ بی مقدار را از جناب کرامت انتساب، چون آمین از ام الکتاب ، جدا نباید شمرد''۔ شاه کمالات دستگاه، بعد فاتحهٔ فراغ تحصیل کلام الله، از استاد سعادت اندوز، مرخص گشته، ورق سفر را کطی السجل در نوشته، در حضرت '' نوشهره '' استقامت گرفت :

رفتم از خویش برفتار کسی
تا شوم سایهٔ دیوار کسی

دل سیپارهٔ خود را کردم
هدیهٔ مصحف رخسار کسی

جان شیرین بتنم آب کند
لذت شربت دیدار کسی

بلبلش جلوهٔ طاؤس گرفت
دیده‌ام گلشن بی خار کسی

محقق است که رفعت شان اصلاح یافتگان قلم ازلی، چون خط رخسار یار، عارضی نبود - و بلبل خوش آواز، بدور مصحف گل، محتاج تلقین استاد نشود - تیغ کهسار سنگ فسان خود است و گلزار طاؤس باغبان خویش - پنجهٔ مرجان، در عین طوفان، احتیاج نگار مستعار ندارد - و شمشیر آبدار برق در نم باران، منت کش روشن گر نگردد :

گر افتد عکس غیر در سینهٔ ما
ظلمت گردد، فروغ دیرینهٔ ما
صیقل که، چو ماه نو، کند جلوهٔ نور
شد ناخنهٔ دیدهٔ آئینهٔ ما

بعضی خوارق که پیش از ملازمت پیر ظاهر شد -

اکنون شبدیز خامه، که از سیه مستی، چون کمیت باده، مطلق العنان است، مانند موج ساغر میدان نورد کیفیت بعضی خوارق عادات، که پیش از ملازمت سلیمان روزگار بوده، میگردد - ازانجمله آنکه در اثنای خورداد ماه، که هنگامهٔ درو کردن گندم گرمی داشت، بانوی خانه غله جمع کردن همسایگان مد نظر داشته، شاه عالم پناه را، که خورشید جهانتاب روزینه دار سرکار او بود، و ماه خرمن نشین، خوشه چین کشتکار او، تکلیف مزدوری نمود - اگرچه آن بهین ثمرهٔ تخم آدم را بقدر یک جوی هوای بهشت نبود، تا بگندم چه رسد، اما جبههٔ سبز کردن حرف آن حور بی قصور، که کوکبهٔ اقبال آن ابر رحمت، چون باران بهار، بر کنار کشت زار ”شیخا“ نام زمیندار ریخت - کار فرمای ساده لوح، قطعهٔ

علیحده حوالهٔ آن نو مشق دبستان کسب و کار ساخت۔ تا به تیز آب داس آن ابری ساز بیاض دیدهٔ مشتاقان، که چون طفل اشک، قابل مشقت تکلیف نبود، قطعهٔ مستوره بچه رنگ بریده می گردد ۔ چاشتگاه که جهه تاکید گندم بریدن، بجماعهٔ مزدوران جولان اسپ، آن فیل تن مغرور ، بدان عرصه صورت گرفت، دید که شاه قایم مقام سلیمان روزگار، که گل پیاده در دور رخ او هیچ قدر ندارد ۔ بر بساط آرام، از کشت فارغ نشسته ۔ و گندم، چون سر بد خواه او، خود بخود بریده می شود ۔ زمیندار مذکور از مشاهدهٔ این حجت قطعی خرق عادت، داس وار، دندان عجز وا نموده، در تعظیم شاه خم شد ۔ روشن است که پاک طینت لبریز اعجاز، که چشمهٔ خورشید بخاکپای او قسم خورده، نظر بر کش مکش عالم اسباب ندارد ۔ و چاه زنخدان بهشتی رویان یوسف دمساز، که آب حوض کوثر برده، محتاج رسن و دولاب نبود ۔

ذکر یکی از نوادر کرامات نوشهٔ بنده نواز

از زبان صاحبزادهٔ والا گوهر، ''شاه هاشم دریا دل''، ''رزقنا الله قطرة من هباته''، نقل است که سالی از هجوم گرانیٔ غله در سواد پنجاب، نان ماش قدر و قیمت قرص عنبر داشت ۔ و تنور شکم پرور، بزور فاقه تپ محرق خود را می شکست ۔ آرد شعیر، مانند شعر دقیق، بی خون دل میسر نبود ۔ ذایقهٔ نان، مانند خوردن زخم کاری، نقد جان در عوض میخواست ۔ قصه کوتاه ۔ در آن سواد عنبر سرشت، که گلزار بهشت از رشک او، چون طاؤس بسمل طپشها دارد، هر یکی از غربای طوفان دیده، کاه بریده، وجه قیمت آن سرمایهٔ قوت لایموت داشت ۔ هر کس از هجوم کاهش، کهربا وار، زرد و کاهی گشته، جاذب گاه (کاه ؟) شد ۔

تابستان تیغ جوهردار، در می تواند گرفت ـ همدران اثنا پدر بانوی خانهٔ آن غزال ختن را، که آهوی چشم خوبان، خوشه چین سنبلستان زلف مشکین او بود، تکلیف کاه بریدن کرده، مقرر ساخت که هرگاه آن دامن از خار و خس تعلقات چیده، کاه بریده جمع کند ، پیر خضر لقا(ی) خران بار بردار گرفته ، بآن جوان عیسیٰ نفس، که شیر در نیستان از بیم شعلهٔ آواز او، چون صدا، در کوچهٔ نی آرام ندارد، ملحق گردد :

خم داس در دست آن کامیاب
شده ناخن پنجهٔ آفتاب

مگو داس، آن صیقل زنگ بار
مه نو بروشن گری آشکار

بصحرا بریدن قدم تیز کرد
سمند توجه جلو ریز کرد

چو آن جان شیرین دران بار شد
نیستان همه نیشکر زار شد

بعد انقضای یک پاس روز، که کار فرمای راه صحرا گرفت، دید که در عرصهٔ بار آنقدر کاه بریده افتاده که نیٔ خامه مقطوع اللسان، طاقت احصای آن ندارد ـ پیر عبرت پذیر، بمعاینه سرانجام این قدر کار، که درین مقدار روزگار، مقدور ده کس نبود، مانند عکس آئینه، پشت بر دیوار حیرت زد ـ و من بعد مجوز تصدیع آن آرام دل نشد ـ

تالف گردیدن مواشیء مهمان مقدم نوشهره بنا بر جرأت بیجا ـ

نقل است :ـ که آخر شب، آن ستارهٔ طالع بیدار، از بیت‌الشرف

خویش، با دو گاؤ میش لیلی رفتار، مجنون وار، بصحرا میرفت - هرگاه بر لب دریای چناب، که نیل مصر، برنگ آئینهٔ زنگبار، بی آب کردهٔ اوست، و دریای شور، مانند ماهی نمک سود، کباب نمودهٔ او، چریدن گاؤمیشان عنبرین رنگ، صورت می بست - آن مشکین نفس بر مایده ذکر ایزد بیچون و چرا، که قوت لایموت عشاق است، می نشست:

شدی هر صبح، زان خورشید رخسار
ز ماهی تا بمه لبریز انوار
درخشان شب چراغی در چراگاه
در آغوش دو شب جا کرده یک ماه
دو مصرع خویش را یک جا نموده
خط(؟) پشت (و؟) لب دریا نموده
دل دریا بحیرت آرمیده
دو لیلی در کنار خویش دیده
ز پا لغز صفای جسم ایشان
مگس، چون دود، بر عنبر پریشان
بهم پیوسته، مانند دو دیده،
لباس سرمه‌ای در بر کشیده
بطرز بیخودی مشتاق هر یک،
چو ماهی محو استغراق هر یک
چو چشم دلبران در نشهٔ خواب
سیه مستانه محو عالم آب
بدور حسن ایشان، لیلیٰ از غم
سیه خانه نشین، چون شمع ماتم

سراغ ره شه(۱) فرهاد جسته
ز جوی شیر، شیرین دست شسته
بشیرین نیست، زین پس ساز و برگش
بغیر از خوردن حلوای مرگش
سیه ابریست، از باران لبالب
نهان گردیده، صبح شیر در شب
غلط کردم، قضا از بیم آفات
نهان کرد آب حیوان را بظلمات
دل هر چرب خوار، آئینه وارش
چو شام روزه محو انتظارش
پی دوشیدنش مرد هنر کوش
چو مخمور شب دوشینه، مدهوش
جهان هر چند لبریز کمال است
چنین گاوان حلاوت خال خال است
نه شیر آن، خونبهای مفلسی‌ها
غذای دل، دوای مفلسی‌ها
کسی کین نعمت اندر خانه دارد
به پیری عشرت طفلانه دارد
برنگ معنیٔ شیرین مشهور
در الفاظ متین گردیده مستور
قضا پستان شان نظاره کرده
بحوض کوثرش فواره کرده

---

(۱) اصل : شله -

قصه کوتاه روزی شبان ,, مهمان '' نام، رئیس نوشهره التماس نمود، که هر دو گاومیش سرکار، که شیر مادرگوارایی شیر آن ندارد، اگر با این پروردهٔ لطف سپرده گردد، هم چریدن آن دو خال نیل چهرهٔ روزگار بوجه احسن صورت بندد ، و هم مواشی '' مهمان ،، بطفیل آن، از چشم زخم حوادث، ایمن گردد ـ شاه فرمود که ''درین ایام این سردار '' مهمان '' نام، چون مهمان بی هنگام، مایهٔ تصدیع غریبان بی سرانجام شنیده می شود،مشعل کشی است ظلم اندوز، که بطوفان باد بروت(برودت؟)از بیچراغ کردن قریات پروا ندارد ، نمی داند که در روز حشر پرواز نامهٔ اعمال، چون بیشک (پتنگ ؟) کاغذین اطفال، محض بازی نبود ـ و آتشِ ظلم، مانند دود آه مظلوم، بالا بالا نرود ـ چراگاه را آن قدر قرق کرده که مواشیٔ غربا(ی) بیچاره، خر طنبور وار ، از گرسنگی خشک چوب می شود ـ و کشتها را بعنوانی بند نموده، که پیادهٔ حاکم، چون اسپ شطرنج ، یک برگ کاه نتواند خورد، و بُرد نشود، که باین عزیمت ثواب، ازان دیو طینت گران سایه آسیبی بتو عاید گردد،، ـ التماس نمود که از چشم آن خفته بخت مدهوش بادهٔ غرور، که مانند روزه خواران، خبر صبح عید هم ندارد، و این دو لیلیٰ رفتار را، لیلة القدر وار، مستور دارم ـ القصه آن دو خال مراد را برده برغم روزگار دغا باز، بتقدیم خدمت سعادت اندوز شده ـ بعد چند گاه، روزی ''مهمان،، مسطور، قطره زنان عبور کرده، مانند باران بی وقت، بدان مرغزار ریخت ـ شبان، مانند میش گرگ دیده، از خود رمیده، بوسواس آن دیو طلعت، لاحول خواندن گرفت ـ تا آنکه پیشتر رسیده مرد، و گاؤمیش شاه فلک جاه، که برنگ گاو گردون، از خو کردگیٔ تجرد آنها را بدیگر جانوران اختلاط نبود، منجم وار، بکمال دقت نظر دیده، مانند چشم تماشائیان، گرد آن

دو مردمک دیده گردیده، شبان را اشاره فرما شد که این دو نقطه، انتخاب که بر کنار جا دارد، بی شک، چون بیت تضمین، مضمون بیگانه معلوم می شود - بیچاره بهزار چون و چرا در مبادیٔ تفتیش انکار کرده، لاچار بعد تکرار بسیار اسم سامیٔ آن نونهال نامی گرفت - فی‌الفور آن جفا کیش، شبان را در ته چوب گرفته، گاو میش وار، دوشاخهٔ گران در گردن او بست، و گفت که فکر نوشه نامی، که ناپرسیده کدخدا شده، هم ضرورت دارد - چوپان مظلوم با دل چاک تر از گلوی ماهی، بحضور شاه دریا دل، قطره زن شد، و سرگزشت سیلاب جور آن فرعون مستغرق نخوت، پیش آن کلیم طور وحدت، قطره قطره ظاهر کرده، بدن نیلیٔ شاخ شاخ خود را، نیلوفر وار، بدان آفتاب عالمتاب نمودن گرفت - همانا جسم نیلگون داغ داغ او، طاؤس وار، محضر بیداد آن مار مردم آزار و ابلیس آدم شکار بود - شاه موم دل، بسخنهای چرب و نرم، مرهم زخمهای او شده، فرمود که من خود پیشتر گفته بودم که ''مهمان'' بی نمک را این فضولی گوارا نشود - اما از جانب ما خاطر جمع دار، که دریای شور را، شوربا وار، بگلو فرو بردن، و کوه قاف مانند، سنگ ته دندان خورد کردن از دایرهٔ امکان بعید می نماید - و سیمرغ را کباب ساختن و قرص خورشید را ریزه نمودن، در خور حوصلهٔ بشر نبود - امروز و فردا سزای آن ناسزا ظاهر خواهد شد :

دود آهم چو برون از دل پر خون گردد
ماه نو ناخنهٔ دیدهٔ گردون گردد

همان روز، با آنکه اثر آفت پیدا نبود، اکثر مواشیٔ آن حیوان لایعقل، مانند شکارگاه تصویر، راه بیابان فنا گرفت - لاچار اهلیهٔ مقدم مسطور (که

خالی از مقدمهٔ اهلیت نبود) آن مادهٔ فساد را بحضور آورده، باستفراغ استغفار تنقیهٔ دماغ او نمود- من بعد، آن دیو نژاد، بعنوان انقیاد، مسخر شده، نگین وار، بسجود نیاز نام بر آورده، روسیاهیٔ خود را محو کردن گرفت بیت :

صاف دل بار دگر کس ز صفا بر دارد
از پی رفتن پا دست عصا بر دارد

تنبیه یکی از چکله داران مغرور که مصدر گستاخی شد-

نقل است که بر سر راه شاه دریای مسکن، عنبرین نفس، که یعقوب سوی ان یوسف گلبدن را خط غلامی داده، نشستگاهی بود، چون دماغ مغروران، سر از رضا و تسلیم برتافته، به بلندی مشهور - روزی چکله دار آنجا که از غرور مال و ماهیٔ دنیا، سلطنت اورنگ زیبی بلک خوف الهی، یاد نداشت، و خون ریزهٔ (ریزیٔ ؟) رعیت، چون شیر و شکر خوردن، نامشروع نمی انگاشت، دران مکان نشسته بود، که عبور آن خاصهٔ درگاه رب الارباب، یعنی شاه بیدار بخت کم خواب، اتفاق گرفت - از انجا که آن شهباز بلند پرواز، جیفهٔ دنیا را، درخور کرگسان حرام خوار میدانست - و آن طوطیٔ سبز بخت شکر گفتار، برنگ طاؤس، در دام درم جاگیر نبود - مانند همای آشیانهٔ وحدت، آن بوم ویرانهٔ دولت را ندیده، راه خود گرفت :

آنانکه بما سوختگان هم نفسند
فارغ ز هواداریٔ هر بوالهوسند
دامند اگرچه ازلی (ازپی؟) مرغ کباب
چون نعمت خانه سد راه مگس اند

هرگاه، آن شاهین بلند نظر، بمصداق ''ما زاغ البصر و ما طغی'' چشم پوشیده، ازان منظر پیشتر رفت ـ چکله دار کم حوصله، روسیاه، بلبل وار، بهزار زبان رفیقان خود را (که هر یکی مانند قمری طوق متابعت او در گردن داشت) گفت که هرگاه این مرغابیٔ بطی السیر، از دریا باین طرف باز گردد، مهرهٔ گردن این حواصل گردن دراز، بقسمی شکسته خواهد شد، که این هدهد تمکین کبک رفتار، بچوب و سنگ خوردن، از جان شیرین سیر گردد ـ سبحان الله!! آن چغد نگونسار را، این قدر چشم نبود که شپرک را مقابلهٔ مرغ زرین آفتاب بهیچ وجه صورت نه بندد، و پشه هر چند دماغ نمرود دارد، در پای پیل از بقیة العمر ناامید گردد، کیف ما اتفق ـ یکی از حضار بزم آن کیفیٔ حرام خوار، هنگام معاودت آن کامیاب نشأتین، مانند سر جوش باده، قطره زن سبقت گشته، جرعه وار، زمین بوسیده، التماس نمود که، آن دنی الطبع، چون شراب نارسیده، از جوش گرمیٔ غضب زیر و زبر گردیده ـ نشود که از بد مستیٔ آن لب ریز درد کینه، شیشهٔ ناموس شکسته گردد ـ بهتر آنست که عنان کمیت قصد بدیگر راه انعطاف یابد ـ شاه رخ بسوی آن شاطر یگانهٔ واقف منصوبهٔ غایبانه کرده، فرمود، که اکنون اسپ همت، چون پیادهٔ شطرنج، از نیم راه واپس نرود، باید دید که چه بازیٔ تازه جلوه گر می شود ـ اینقدر می دانم که مهرهٔ گردن ما خاکساران، کجی ندارد ـ اما مهرهٔ گردن آن فیل تن مغرور که، مانند بیذق، فرزین گشته، کج روی و ادبار را کسب کمال شمرده، اگر درست گردد گنجایش دارد ـ قصه کوتاه!! بمجرد صدور این ترانه، از زبان آن دلارام عاشقان یگانه، سر آن رد کردهٔ صغیر و کبیر زمانه، پیادهٔ شطرنج وار، در گردن فرو رفت ـ لا علاج، بی دست و پا گشته، بدست برد دیگران، راه خانه گرفت ـ و در

عرصهٔ چند روز، فیل و اسپ برباد داده، مانند دیوار (؟) بادشاه، از لشکر جدا مانده، کشت بکشت و خانه بخانه گدایی کردن گرفت، بیت :

برباد داد دولت و بر خاک ره نشست
چون دست زر شمار، بروز سیه نشست

روشن است که زبان خود، شمع وار، برق خرمن آن گردن دراز مغرور شد :

ما اطلس چرخ را بیارب بدریم
شیرازهٔ چین دامن شب بدریم

چون صبح، به تیغ دو دم، یک نفسی
این جامهٔ بخیه‌دار کوکب بدریم

بر تافتن، نوشه دیوان قضا دستگاه، پنجهٔ پهلوان بادشاه

دیگر راویٔ دریا دل روایت کرده که هرگاه خطهٔ لاهور ''لا زال لها نوراً''، که در جنب هر خورد خانهٔ آن، بهشت پر سرور، معترف بقصور می شود ـ و از شرم شهرت، نام او یمن عبد اقل بر عقیق نگین می نگارد ـ فرنگ از رشک ملاحت سیمین بدنان آن کان نمک مستغرق دریای شور، و شام از شرم صباحت خورشید جبینان (۱) آن معدن حسن، چراغ مرده وار، بی نور ـ زهی دارالاحتساب، که بازار خط جام، چون توبهٔ مستان، شکسته ـ و خهی قبة‌الاسلام، که زنگار سبزوار، از آئینه روزگار زدوده ـ مصر، برنگ خال نیل، به بلاگردانیٔ او ممتاز ـ و حبش لبان لالهٔ خطایی، بداغ غلامیٔ او سر افراز ـ تا بقدوم مخدوم درس استادی خوانده، بغدادی مسکن جنید خلیفهٔ اوست ـ و تا بیشتر علوم علم شهرت بر افراخته،

---

(۱) ش : چینیان ـ

بخارا داخل خالصه شریفهٔ اوست ـ تنگیٔ فضایش، چون دهان یار، بخوبی زبان زد ـ و سنگینیٔ بنایش، مانند بیت متین، بجای خود سند :

مردمش، چون مردمک، یکرو همه
از خودی، چون طفل اشک، آنسو همه
کوچها، چون کوچهٔ نی، تنگ و تار
لیک، چون میدان ساغر، بی غبار

بورود موکب شاهجهان بادشاه سرسبز و خرم شد ـ نوشهٔ سواد اعظم فقر، با جماعه، از ارباب جمیعت و حضور، بارادهٔ تماشای لشکر، کمر چست بست ـ بعد اتفاق صحبت امام وقت و مقتدای دو (ران؟) " شیخ عبدالوهاب متقی " که در مسجد جامع کمالات شیخ فرید بخاری اقامت داشت، مریدان خود را فرمود، که این جوان سرخوش نشأ اسرار، عنقریب برنگی برهمزن بدمستان بادهٔ دو آتشهٔ حرص و هوا گردد، که پیر جام بر دست آن ساقی دور تجدید توبه لازم پندارد ـ و خضر کشتی شکن، بسجود نیاز او، مانند شیشهٔ صهبا، خونی از گردن خود ادا کند ـ قصه کوتاه ـ بعد از فراغ ملاقات زنده دلان مشهور، و زیارت قبور معمور، حکم شاه شیر زور، که منصور کمان، حلاج وار، قابل زور آزمائی او نبود، بحضار حضور صادر شد، که پهلوان هزاری منصب بادشاه، که چند روز روزه طی داشته، با حریف شکم پرور مقابل می شود، دیدنی دارد ـ زیرا که همدران اثناء پهلوانی فیل زور، بدعویٔ هم سنگیٔ آن کوه وقار، و دریای شور، چون سیل، بصد جوش و خروش از کوهستان ولایت، قطره زن گردیده بود ـ هرگاه مقابلهٔ آن دو نسخهٔ معتبر، که خامهٔ قضا بر سر هر دو صاد کرده، در عین دیوان عام که طول و عرض

او، از قاف تا قاف شهرت دارد، صورت گرفت - از هجوم تماشائیان بقسمی جا تنگ تر از حلقهٔ میم شد که، قطع نظ از شاگردان، جای استاد خالی نبود - بیک ناگاه آن هندیٔ صاحب جوهر، شمشیر وار، زره عریانی پوشیده، عقب پشت آن نورسید نا رسیده، که برنگ شاخ سبز، از خامیٔ خم می دور آمده، آن کمان شاخ برهنه را که پروردهٔ روغن بود، بزور قبضه از کمر برداشت - آن مرغ مسن ، دست و پا گم کرده، از روی حرکة المذبوح سیمین پنجره دیوان عام محکم گرفت - فی‌الفور آن چرخ هندوستان، بقوت پنجهٔ سیمرغ زور، آن بلبل هزار داستان ولایت را با پنجره برداشته، فروکوفت - بند بند او، مانند کمان نم دیده، سست گشته، پی استخوان جدا شد ع

ز هر گوشه بر خاست آوازه‌ای

حریف، سیصد و شصت بند یاد داشت - فضای دنیا، چون میدان کمان، بر خود تنگ داشت :

از روی غضب چین بجبین زد یک بار
پس در کمرش دست نگین زد یکبار
برداشته چون (سیلیٔ) سرزنش استادش
چون حرف حریف بر زمین زد یکبار

قصه کوتاه، شاه تاجدار، بدیدن پهلوان پای تخت، که دران نزدیکی، بصدور این کار دست بسته، انگشت نما گشته بود، توجه فرمود - پهلوان مستور، قد و قامت با اندام و ترکیب درست آن ماه تمام دیده، تکلیف مصارعت، با یکی از شاگردان خود کرد - شاه گردون بارگاه، که پنجهٔ خورشید بر می تافت، فرمود که کشتیٔ ما باستاد بهتر خواهد شد -

پہلوان التماس نمود که ''بسم الله این معنی هم مضایقه ندارد''۔ شاه عالیجاه خدا را یاد کرده، مانند انگشت شهادت، از زمرهٔ همدستان برخاست، و اشارهٔ فرمود که پہلوان، بزرگان را از روی ظاهر، چون نر انگشت، پست شمردن، مانند سبابه گفتن، مسبحه خالی از گناه نبود۔ هر چند مقدمهٔ زور ابهام دارد، و انگشتها، بسان خط دو دست، یکدست نباشد، اما بمقتضای مثل مشهور است، مشت نمونه خروار، وزن زور شیران روزگار بکفهٔ پنجه گیری معلوم می شود۔ القصه۔ هرگاه آن شیر الهی، دست پہلوان بادشاهی گرفته، قوت را کار فرمود :

لرزید بخود همچو چنارش پنجه
افسرد برنگ پشت خارش پنجه
گردید ز خون خشک گردیدهٔ خویش
مرجان مانند، پر نگارش پنجه

پہلوان دریافت که زور بالا دست، تائید یداللهی دارد۔ لا علاج دست بیعت داده، مرید شد۔

رسیدن نوشهٔ کامگار، باتفاق میان کریم الله، در جناب سلیمان روزگار

خوش آن طاؤس، محو گلشن رشک
که نبود دانه‌اش جز دانهٔ اشک
کجا بر روی غیر افتد نگاهش
که بخت سبز باشد خضر راهش

اگرچه پیوسته شاه قبا پوش استقامت ظاهر و باطن، جذبهٔ شوق بالا دست در آستین داشت، و هرگز از هجوم قطع تعلقات درین بندگاه فنا کُنده

بر پا نبود، اما هرگاه کشش سینه بسینهٔ طریقهٔ قادری، گریبان گرفت ـ جامهٔ صبر کهنه از چاک شوق دو نیمه گشته، در انتظار جنون، بغل کشاد ـ و پیراهن پوشیدن را ز قبا گشته بخیه بر رو افتاد(کذا) ـ لاچار، پا از تخته بندیٔ دامن کشیده، پیش و پس نادیده، کمر جست و جو بست ـ گاهی درزی،(۱) سوزن وار، چشم بر سفر دوخته، جاده را زیر و زبر می نمود ـ و گاهی، مانند مقراض، بره بریدن انگشت نما شده، گره سینه را بناخن تیزیٔ رفتار می کشود ـ کیف ما اتفق ـ خبر طلوع نشأ عشق " میان کریم الدین "، که بجرعهٔ توجه سلیمان روزگار، برنگ جام جم، عالمی دیگر در خود داشت، در مجلس مقدس مذکور شد ـ اتفاقاً بعد ملاقات، بشعلهٔ آواز آن شمع چرب زبان جان گداز، گرمیٔ شوق، برق وار، بالا گرفت ـ مقرر شد که هرگاه، آن میانجیٔ محرم راز، احرام طواف کعبهٔ مقصود بندد، برفاقت حاجی الحرام کرامت مظهر نورُ علی نور گردد ـ مجملاً بعد چند روز، آن دو نظر گاه نورالانوار، مانند دو مردم چشم، باتفاق همدگر سعادت اندوز دیدار سلیمان روزگار گردیدند ـ از انجا که " میان کریم الدین "، " نوشه دیوان " سراپا معنی را ، مضمون تازه انگاشت، و آن بدیهه بر محل را، تضمین وار، معنیٔ بیگانه میداشت ـ مانند مطلع درس، سبقت خوانده، اظهار حقیقت ایشان مد نظر داشت ـ شاهنشاه مشکل کشا فرمود که این فرد حالی (؟) را، که برنگ بیت ابرو، ثانی ندارد در معنی، من خوانده‌ام ـ و این موزون قامت را، مانند مصرع بر جسته، من یاد کرده ام ـ از بسکه، مانند دو لفظ مترادف، اتحاد معنوی جلوه نمود ، جدایی چندگاه، چون فاصلهٔ شعر محض برای بیت بوده ـ از انجا که ماهیت این ماه، بر خاطر دریا مقاطر، کماهی روشن است، شرح کیفیت این مشتاق قدمبوس، مانند تقریر مضمون پیش پا افتاده، فائده ندارد ـ این

---

(۱) بیای نسبت خیاط ، مرکب از درز معروف ، یا مخفف 'در زنان'، بمعنی رشتهٔ سوزن (بهار عجم)

نامهٔ سر بمهر اعجاز که اِنَّهٗ مِنْ سُلَیمَان خط پیشانی اوست، از اول بسم الله است، مسجل بنام ماست ـ و این هدهد بلند پرواز، که دل مشتاق پیغام زبانیٔ اوست، از همان آشیان نخست شکار، دام ماست ـ هنگام آنست که بعنایت قاضی الحاجات، و روایت مفتیٔ توجهات، حق بحقدار رجوع پذیرد ـ تا این مظهر نعم‌الوکیل، چون نقل مطابق اصل، قائم مقام ما باشد ـ و مدعیٔ کاذب، که محضر دعوای او، چون نقشهٔ دکان سهر کن، محض برای نام است، فرد باطل وار، یک قلم در خط گردد ـ قصه کوتاه! سلیمان روزکار نوشه، غایب از خویش را، بطریق التفات مخاطب ساخت :

بیا ای از قیامت پیش رفته
باستقبال عشق، از خویش رفته

بیا ای دل، بدام انتظارت
بیا ای صید صیادان شکارت

بیا ای شور محشر جلوه گاهت
پری، چون خواب مخمل، فرش راهت

بیا ای نور چشم بخت بیدار
بیا ای قبله‌گاه مست و هشیار

می شوق ترا آخر چه رنگ است
که در مینای دل آتش بسنگ است

همین که شاه شوق لبریز تشنه دیدار که، مانند دام ماهی، سراپا چشم اشکبار بود، برنگ لب دریا، قدمبوس آن خضر لقا دریافت ـ

شاهنشاه محیط اعظم کرامت، آن مستغرق شور قیامت را در کنار گرفت :

نو عروس وصل آمد در کنار
شد کناری (کنار) مغرق آن موج دار

زان دو شیرین چشمهٔ کوثر نسب
مجمع‌البحرین شد بزم طرب

آن نوازشنامهٔ بر خاک افتاده، که خط غبار سرنوشت او قبالهٔ زمین خاکساری بود، همان لخطه کتابهٔ گنبد گردون شد ـ و باطن آن دو باهم پیوسته، مانند شیشهٔ ساعت، غبار دوئی یکسو کرده، رنگ اتحاد ریخت :

شهید عشق، بفکر دوئی نه پردازد
بود، چو شیشه می، خون ما بگردن خویش

از روایت صدر آرای محکمهٔ محبت، ''قاضی رضی‌الدین''، که بدستخط خود، بر سجل کرامت، یعنی مجموعهٔ ''میان احمد بیگ'' نوشته، نقل کرده می شود :ـ که بیک نظر، سلیمان روزگار، شاه پخته کار، بیخود افتاده، تا سه ماه آنقدر گرمی داشت که درین قدر مدت، هرگز آن نمک پروردهٔ شور عشق را، مانند کباب دم پخت، هوا دار، از پهلو به پهلو گردانیدن نبود ـ همدران سکوت و ترک قُوت، ملکهٔ مطالعهٔ ملکوت، و ذائقهٔ مشاهدهٔ حی لا یموت، یافت :

بسکه شد برق تجلی آشنایی کوه طور
سرمه گردد بال و پرواز از صدای کوه طور

ازانجا که تقویم طالع بیدار، یعنی ''میان احمد بیگ''، شرح این قران السعدین محل اجابت انگاشته ، دست باستدعای صدق و صفا در جناب

کبریا بر افراشته، این سگ نابکار زله خوار شیران، آهوی حرم شکار، هم چند بیت نگاشته، از هر دو مصرع گریبان چاک، دست خواهش برداشته، امید که دعای این مظلوم نفس جفاکار، البته مقبول گردد :

خداوندا بحق شاه لولاک
ادا فهم رموز ما عرفناک

بحق غوث اعظم، قبلهٔ راز
چراغ دودمان مشق اعجاز

بحق اتصال این دو کوکب
که شد نو، رنگ روح هر دو قالب

بحق مرشد صاحب کرامت
امام پنج وقت استقامت

که میخواهم دل مجموعهٔ شوق
نمک پرورد شور محشر ذوق

می سر جوش وحدت روزیم کن
کباب از لذت دل سوزیم کن

سواد اعظم فقرم وطن ساز
بشهر تن پرستی‌ها میناز

کلید قفل دل تنگی عطا کن
بهار باغ بی رنگی عطا کن

بده دردی، که درمانش ز داغ است
دمی سردی، که دود(۱)این چراغ است

(۱) اصل : دودي -

ز بند تن، دلم آزاد گردان
غلام عشق مادر زاد گردان

دلی از آه بسمل نارسا تر
ز طفل اشک، خود بی دست و پا تر

سگ نفسم شکار خویش کرده
دلم در پنجهٔ خود ریش کرده

سراپا گشته ام افگار، یا رب
بدست او مرا مگذار، یا رب

ازان دیوی که آدم رام او شد
شکار دانهٔ بی دام او شد

بحفظ خود نگاهم دار، یا رب
ندارم تاب این آزار، یا رب

بجامم ریز وقت نزع جانکاه
می ''لاتقنطوا من رحمة الله''

دوم(۱) بار رسیدن نوشهٔ بنده نواز، بجانب سلیمان روزگار، و محسود اخوان گردیدن

از انجا که نوشهٔ عالم شکار، مانند شیر قالین، پابند این خوابگاه فنا نبود، صبح وار، چار بالش دولت بیدار یافت - هرگاه بداعیهٔ تکرار سبق زیارت راه کعبهٔ مقصود گرفت - جماعهٔ راهزنان عیار، بآن آهوی حرم شکار در خورده - هر یکی ازان کهنه گرگان خواست، که در عین راه، آن یوسف نگاه را، چون عکس ماه، ته نشین قعر چاه گرداند - شاه نو سفر،

(۱) اصل: دویم -

که از روبه‌بازیٔ اخوان زمان آگاه نبود، همراه آن طایفه گم شد۔ فی‌الفور از مسافت پانزده کروه، صدای سلیمان کوه شکوه، که از لحن داؤد کم نبود، مسموع شد، که ای چینی نگار عنان مشکیٔ آهو تک منعطف ساز، که این راه خطا در کمین دارد ۔ شاه عالیجاه برگشته، راه خود گرفت ۔ و آن گروه غافل شکار، آبله وار، در پای آن سالک راه دور افتاده، هر یکی از خود تهی شد :

دل روشن چه غم از دشمن (دشمنی) چین بر جبین دارد
که چون فانوس گردان، لشکری در آستین دارد

سلیمان روزگار چار میل، باستقبال آن نور دیده، پیشتر شتافت ۔ و حاجی کوه وقار کعبهٔ مقصود را بر پشتهٔ ریگی دریافت :

سینهٔ صد چاک آن چینی نگار
گشته نرگس‌دان چشم انتظار
شوق پابوس از دل(۱) شه جوش زد
بیخودی بر جست و راه هوش زد
محو شد در یکدگر، باغ و بهار
بلبل و گلبن یکی، طاؤس وار
آب و تاب شبنم و خورشید باز(۲)
همچو رشک شمع، باهم کرد ساز

سلیمان (۳) روزگار، که صدای مور، از راه دور، در گوش. او کم از بانگ

---

(۱) گ از این جا باز آغاز می شود -

(۲) گ : ماند (کذا) -

(۳) گ : حضرت سلیمان؏ -

هدهد نبود ،در اثنای سخن، بآن طاؤس گلزار بهشت، سرگذشت ماران آدم آزار، یعنی رهزنان شیطان کردار، بیان فرمود(۱) ـ

نقل است :ـ که طریقهٔ استقبال در زمان آینده هم برین حال مقرر شد، که هرگاه حاجیٔ تیز رفتار، سوزن وار، بتار نگاه (۲) شیرازهٔ مجموعهٔ زیارت می بست، نقش اتصال آن دو طبقهٔ جلد مصحف وحدت، هم بدان پشته درست می نشست ـ لهذا اکثری اجزای صحبت را، که قطعاً همواری نصیب آن ناتراشیدگان نبود، قرب آن دو باهم پیوسته ، گرفتار شکنجهٔ رشک داشت ـ زیرا که سلیمان روزگار، برعکس آن سورچه‌های زنگی (۳) طینت، در روشنگریٔ آن آئینهٔ سکندری، می افزود ـ روشن است که پیر خم گشتهٔ صبح نفس، در تصفیهٔ باطن، غبار قساوت از صیقل کمی ندارد ـ سبحان الله! آن تنگ ظرفان را این‌قدر معلوم نبود که کاسهٔ گدای (۴) بی سر و سامان، با جام جم برابر نتوان انگاشت ـ و کلبهٔ درویش ناتوان (۵) هم سنگ (۶) سد سکندر چگونه باید پنداشت :

پیٔ ضیافت آن دست شسته از اسباب
در آفتابهٔ (۷) خورشید گرم می شد آب

اکثر اوقات در خوابگاه آن بیدار بخت، که مخمل دو خوابهٔ چشم پری فرش راه او بود، ردای عالم آرا، مانند چادر مهتاب، پا انداز شد :

شبی آمد خیال آن جفاکار
بخلوتخانهٔ چشم گهربار

(۱) هم وزن (ف) -
(۲) گ : فرموده -
(۳) گ : تباه کار -
(۴) گ : رنگین -
(۵) گ : گدائی -
(۶) گ : ناتوان درویش -
(۷) گ : آفتاب -

سر و سامان دولت یک بیک شد
مصور گرد بالین مردمک شد

ز جوش پردها، جا بر نظر تنگ
چغ (۱) مژگان بخون دیده گل‌رنگ

سواد دیده طرح شامیانه
زجاجی (۲) پرده شد، آئینهٔ خانه

مهیا فرش قالین بود از خواب
بلورین میز (۳) فرش اشک خوش تاب

هجوم گریه صد فواره گلشن
شده تار نگه، چون شمع روشن

ذکر رشک یاران پیشین بر احوال نوشه کرامت ایجاد، و تنبیه حساد(۴) مجموعهٔ فساد

از انجا که دارالسلطنت شاه عشق، بساط شطرنج است، که یک خانه، گنجائیش دوکس ندارد، و عاشق و معشوق، چون دو پیاده، که قایم مقام فرزین گردد، فی الحقیقت یکی می توان شمرد ـ هرگاه آمد و رفت آن نوروز عالم افروز، درجهٔ تکرار یافت، و گرمی التفات سلیمان (۵) روزگار خورشید صفات، دربارهٔ آن پری زاد سایه پرورد، (۶) روز افزون شد،

(۱) گ: چغی -
(۲) گ: زحاجی -
(۳) گ: سر -
(۴) گ: ایجاد -
(۵) گ: حضرت سلیمان؏ -
(۶) گ: پرورد

یاران قدیم، مانند تقویم کهنه، خود را از درجهٔ اعتبار ساقط دیدند۔ و تاب این گرم اختلاطی نیاورده، سپند آتش رشک گردیدند:

بعاشق کار زان رو تنگ دارد
که رشک عشق دیگر رنگ دارد

ز غیرت بر نتابد عاشق زار
که بیند سوی طفل اشک او یار

سلیمان (۱) نامدار (۲) کیفیت این خطرهٔ دل نشین، مانند خط زیر نگین، از لوح جبین ایشان دریافت، که در چشم اعتبار این ذره وار(۳) بی مقدار، تعظیم آن خورشید نصف‌النهار، چون سجدهٔ هنگام زوال، جواز ندارد۔ این معروران صحبت پیشین را، از رشک آن یگانهٔ عصر، مانند سحر خیزان، شوق نماز خفتن بآرام متعذر باشد۔ آگاه نیند که، بمصداق ''الماضی لایذکر''، در دارالقضای عشق از عدم مراعات ترتیب(۴) گذشته را صلواة باشد۔ روزی وقت ادای نماز جماعه (۵) اصحاب مقابل (۶) قبلهٔ مقصود اقامت داشت، که مقتدای ارباب غیرت، ''میان کریم‌الدین'' بتکلیف امامت مامور شد۔ مؤمی الیه، شمع وار، پیش آن آفتاب عالم افروز، تاب استادن در خود نیافت۔ لاعلاج، مانند امام سبحه، خشک بر جا مانده، تحریمهٔ سکوت بست۔ و میان مردم چشم یار، که عذر بیماری دارد، بغبار سرمهٔ خموشی تیمم کردن فرض عین دانست۔

---

(۱) حضرت سلیمان؏
(۲) ک: روزگار این -
(۳) ک: میان این دو لفظ ''آن'' دارد -
(۴) ک: تربیت -
(۵) ک: جماعت -
(۶) ش: مقابله-

مطبوعۂ
پنجاب یونیورسٹی پریس
لاہور